انجمن اشاعت العلوم محلہ عیدگاہ ہری پور ہزارہ

فیوضات سبحانیہ

ترتیب وتالیف
علامہ ابوالفتح الحاج قاضی غلام محمود ہزاروی رحمۃ اللہ علیہ
علامہ مفتی سیف الرحمٰن قادری برکاتی ہزاروی

ضابطہ

نام کتاب: فیوضات سبحانیہ

مرتبین: رئیس العلماء علامہ قاضی غلام محمود ہزاروی رحمۃ اللہ علیہ

ابوالوفاء علامہ مفتی سیف الرحمٰن برکاتی قادری ہزاروی

تقدیم: سید صابر حسین شاہ بخاری

نظر ثانی: مفتی قاضی حسن رضا, مولانا حافظ قاری امجد علی

تحریک وترتیب: ظفر محمود قریشی

سن اشاعت دوم: 1437ھ/اکتوبر 2016ء

صفحات: 192

ہدیہ:

ناشر: مفتی قاضی حسن رضا (المرکز الاسلامی بریڈفورڈ برطانیہ)

انجمن اشاعت العلوم محلہ عید گاہ ہری پور ہزارہ

برائے حصول کتاب

احمد بک کارپوریشن اقبال روڈ کمیٹی چوک راولپنڈی

(0300-5512583)(0300-9503845)

مکتبہ غوثیہ (اقبال مارکیٹ اقبال روڈ کمیٹی چوک راولپنڈی) 0300-9141712

مکتبہ امام احمد رضا (کری روڈ راولپنڈی)

مکتبہ قادریہ یونیورسٹی روڈ کراچی 0313-2178404

اسلامک بک کارپوریشن فضل داد پلازہ کمیٹی چوک راولپنڈی 0300-5829668

تقدیم

سید صابر حسین شاہ بخاری قادری

خلیفہ مجاز خانقاہ عالیہ قادریہ رضویہ بریلی شریف (یوپی انڈیا)

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

نحمده و نصلی و نسلم علی رسوله الکریم

سلطان المناظرین حضرت علامہ قاضی محمد عبد السبحان بن فقیہ العصر مولانا محمد مظہر جمیل بن یگانہ روزگار مولانا مفتی محمد غوث رحمۃ اللہ علیہ کی ولادت باسعادت ۱۳۱۵ھ/ ۱۸۹۸ء میں بمقام کھلابٹ ہزارہ میں ہوئی۔

آپ کے جد امجد مولانا مفتی قاضی محمد غوث رحمۃ اللہ علیہ مسلک حقہ اہل سنت و جماعت کے بڑے سختی سے پابند تھے۔ بدعقیدہ لوگ بالخصوص وہابیوں سے آپ کو بڑی سخت نفرت تھی، اکثر فرماتے کہ یہ ہمارے زمانہ کے خارجی ہیں۔ آپ مولوی اسماعیل دہلوی کی رسوائے زمانہ کتاب تقویۃ الایمان کو تخریب الایمان وتوہین الایمان کہا کرتے تھے جب آپ کو والیٔ ریاست بھوپال نے قاضی القضاۃ کے عہدے پر فائز کیا تو ریاست کے مقامی علماء بگڑ بیٹھے کہ ایک بیرونی عالم کو اتنے اعلیٰ منصب پر کیوں فائز کر دیا گیا ہے انہوں نے کہا کہ ہم اس نووارد عالم دین سے مناظرہ کریں گے اگر یہ جیت گیا تو پھر اس کو اس عہدے پر فائز رکھا جائے ورنہ برطرف کیا جائے بالآخر ریاست کے ایک سو علماء نے میٹنگ کی اور طے کیا کہ جو عالم جس علم میں ماہر ہو وہ اس علم کا سوال کرے۔ چنانچہ مقررہ تاریخ پر مناظرہ شروع ہو گیا۔ حضرت قاضی محمد غوث رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ جب ان کے سوالات ختم ہوئے اور ہر ایک کو شافی وکافی جواب مل گیا تو وہ سب قدموں پر گر گئے اور کہنے لگے کہ تم مولوی نہیں ہو صاحب کشف وکرامت ولی اللہ ہو۔

آپ ایک بے مثال مناظر تھے باطل فرقوں کے سرغنوں کے ساتھ آپ نے کئی کامیاب مناظرے بھی کئے۔ آپ کی چند تصانیف کے نام یہ ہیں:

۱۔ردتقویۃ الایمان فارسی　　۲۔تاریخ وہابیہ ہندوستان　　۳۔نظم مائۃ عامل وغیرہم

آپ کا درس وتدریس کا حلقہ بہت وسیع تھا۔اسی لیے آپ کے تلامذہ کی تعداد بھی بہت زیادہ تھی آپ نے تین سال مدینہ منورہ میں بھی درس دینے کی سعادت حاصل کی۔درس وتدریس کے علاوہ دور دراز سے آئے ہوئے سوالات کے جوابات بھی دیا کرتے تھے۔

حضرت علامہ قاضی محمد عبد السبحان کھلا بٹی رحمۃ اللہ علیہ کے والد ماجد حضرت مولانا مفتی مظہر جمیل رحمۃ اللہ علیہ بھی اپنے دور کی جامع الصفات شخصیت تھی آپ علم فقہ میں ماہر اور ظاہری وباطنی کمالات کے حامل تھے۔حضرت علامہ قاضی محمد عبد السبحان کھلا بٹی علیہ الرحمہ ایک بلند پایہ مناظر بھی تھے۔ چند مناظروں کی روداد کتاب[[فیوضات سبحانیہ]] میں دیکھی جا سکتی ہے۔آپ جب وعظ کہنا شروع کرتے تو سامعین دھاڑیں مار مار کر روتے تھے اپ نے روحانیت کی منازل غوث زماں حضرت قبلہ قاضی سلطان محمود رحمۃ اللہ علیہ (آوان شریف گجرات) سے طے کیں تھیں۔آپ کا حلقہ درس بہت وسیع تھا اور آپ کے تلامذہ کی تعداد بھی اچھی خاصی تھی۔آپ علوم عقلیہ ونقلیہ کے بحر ذخار اور مناظر اسلام تھے آپ کی ساری زندگی درس وتدریس تصنیف وتالیف اور مسلک اہل سنت کی حمایت میں گزری۔آپ بھی سلسلہ عالیہ قادریہ میں غوث زماں حضرت قبلہ سلطان محمد قدس سرہ (آوان شریف گجرات) سے بیعت تھے آپ فن مناظرہ کے ماہر کامل تھے صرف ایک ہی بات میں مدمقابل کو لاجواب کر دیا کرتے تھے آپ کی تبلیغی خدمات نا قابل فراموش ہیں آپ نے صرف مدرسہ، خانقاہ اور مسجد کے اندر بیٹھ کر درس وتدریس پر اکتفاء نہیں کیا بلکہ قریہ قریہ اور شہر شہر گھوم پھر کر فرق باطلہ کے علماء کو حق کی طرف بلایا اوران سے مناظرے کر کے ان کو لاجواب اور خاموش کر دیا آپ نے قادیانیوں، مرزائیوں، چکڑالویوں، وہابیوں، دیوبندیوں اور غیر مقلدین کے علماء کے ساتھ کامیاب مناظرے کئے آپ کی تصانیف میں مندرجہ ذیل کتابوں کے نام ملتے ہیں:

۱۔فائض الانوار شرح معانی الاثار　　۲۔مواہب الرحمٰن فی ردّ جواہر القرآن
۳۔الحق المبین فی شرح متن متین　　۴۔ردمنکرین سنت
۵۔ردکتاب الوسیلہ لابن تیمیہ حرانی　　۶۔فتاوی قادریہ
۷۔انوار الاتقیاء فی حیوۃ الانبیاء　　۸۔سوی الصراط فی تحقیق حیلۃ الاسقاط

ان کے علاوہ تقریبا چوبیس کتابوں کے حواشی اور شروع لکھی ہیں جو زیادہ عربی میں ہیں اور غیر مطبوع ہیں۔

آپ کے مشاہیر تلامذہ میں مندرجہ ذیل اصحاب قابل ذکر ہیں:

۱۔مولانا قاضی عبدالنبی کوکب رحمۃ اللہ علیہ لاہور

۲۔مناظر اسلام مولانا عنایت اللہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ سانگلہ ہل

۳۔سید حامد علی شاہ گجراتی حال خطیب گجرات

۴۔مولانا غلام رسول خطیب کوٹ نجیب اللہ

۵۔صاحبزادہ مولانا مسعود الحسن شاہ چورشریف

۶۔مولانا عبدالغفور الوری حال خطیب لاہور

آپ کی وفات حسرت آیات ۱۲ شوال المکرّم ۱۳۷۷ھ شب جمعہ مطابق ۲ مئی ۱۹۵۸ء کو ہوئی۔(انا للہ وانا الیہ راجعون)۔آپ نے دو عالم و فاضل صاحبزادہ یادگار ہونے والے بڑے صاحبزادے رئیس العلماء قاضی غلام محمود ہزاروی مدظلہ العالی اور چھوٹے صاحبزادے مولانا مفتی سیف الرحمٰن ہزاروی مدظلہ ہیں۔

مرتبین فیوضات سبحانیہ

۱۔رئیس العلماء علامہ قاضی غلام محمود ہزاروی رحمۃ اللہ علیہ

رئیس العلماء علامہ ابوالفتح قاضی غلام محمود ہزاروی رحمۃ اللہ علیہ (تقریباً ۱۹۲۰ء میں کھلابٹ ہزارہ میں پیدا ہوئے)۔آپ نے تقریباً چار سال کی عمر میں ملال تناول صاحب رحمۃ اللہ علیہ اور حکیم فضل الرحمٰن رحمۃ اللہ علیہ سے قرآن مجید ناظرہ پڑھا اور کتب دینیہ کی ابتدائی تعلیم اپنے والد ماجد مناظر اسلام حضرت علامہ قاضی محمد عبدالسبحان ہزاروی رحمۃ اللہ علیہ سے حاصل کی۔کچھ کتابیں مولانا قطب الدین غورغشتوی رحمۃ اللہ علیہ اور دار العلوم حزب الاحناف میں مولانا امین رحمۃ اللہ علیہ سے پڑھیں پھر مدرسہ خیر آباد یہ دہلی (ہندوستان) میں مولانا عبدالجلیل ٹونکی سے شرح تجرید جدید للقوشجی، افق المبین، فصوص الحکم، نقد النصوص، اخلاصات، قباصات اور ایماضات وغیرہ کتب کا درس لیا۔حدیث

شریف کی بعض کتب اپنے والد ماجد اور بعض مدرسہ خیر آباد یہ دہلی میں پڑھ کر وہیں سے ۱۹۴۶ء میں فاضل فارسی کے امتحانات نمایاں حیثیت سے پاس کئے بعدازاں محکمہ اوقاف کا درجہ اول کا امتحان بھی پاس کیا۔

رئیس العلماء حضرت علامہ مولانا قاضی غلام محمود ہزاروی رحمۃ اللہ علیہ کی تدریسی خدمات ناقابل فراموش ہیں آپ نے ملک کے مختلف دینی مدارس میں تدریسی فرائض سرانجام دیئے۔ تدریسی زندگی کا آغاز اپنے آبائی گاؤں کھلابٹ سے کیا پھر پانچ سال دارالعلوم اسلامیہ رحمانیہ ہری پور ہزارہ میں پڑھاتے رہے کچھ عرصہ دارالعلوم اہل سنت و جماعت غلہ منڈی پاکپتن شریف میں اور کچھ مدت ''جامعہ حنفیہ اشرف المدارس اوکاڑہ'' میں صدر مدرس کی حیثیت سے تدریسی خدمات سرانجام دیں۔تقریباً دس سال دارالعلوم اہل سنت و جماعت جہلم میں مدرس کی حیثیت سے خدمات انجام دیں اور پھر جہلم ہی میں اپنا ایک جامعہ ''اشاعت الاسلام عربیہ غوثیہ'' کے نام سے مدرسہ کی بنیاد رکھی ،اور تقریباً آٹھ سال تک اس کے جملہ انتظامات اور تدریسی فرائض سرانجام دیتے رہے۔

دوسال جامعہ نعیمیہ گڑھی شاہو رلاہور میں شیخ القرآن وشیخ التفسیر کی حیثیت سے تدریسی کام کیا۔عمر کے آخری حصے میں جامعہ صدیقیہ فیض العلوم ہری پور ہزارہ کا سنگ بنیاد رکھا اور آخری دم تک سرپرستی فرماتے رہے۔

حضرت علامہ مولانا قاضی غلام محمود ہزاروی رحمۃ اللہ علیہ فن خطابت کے بھی شہسوار تھے۔تقریر ہمیشہ علمی اور مدلل فرمایا کرتے تھے۔آپ نے طالب علمی کے دور سے ہی خطابت شروع کردی تھی۔تقریباً اٹھارہ سال ''جامع مسجد عیدگاہ جہلم''میں ایک سال ''جامع مسجد غوثیہ مری ''میں چھ ماہ ''جامع مسجد واہ فیکٹری'' میں کچھ عرصہ ''فوارہ مسجد ہری پور'' میں تقریبا دوسال ''جامع مسجد غلہ منڈی پاکپتن شریف'' میں تقریبا دوسال لاہور میں اور دس سال ''جامع مسجد گلزار مدینہ حسن ابدال'' میں آخری چھ ماہ اپنی ''جامع مسجد صدیقیہ فیض العلوم ہری پور'' میں امامت وخطابت اور تبلیغ وارشاد کے منصب پر فائز رہے۔علاوہ ازیں تبلیغ واشاعت دین کی خاطر مختلف مذہبی تبلیغی جلسوں میں شمولیت کی غرض سے اطراف واکناف کے کئی دورے بھی کئے تھے۔آپ کی تقاریر کی

تقریباً ایک سو کیسٹیں محفوظ ہیں۔

رئیس العلماء حضرت علامہ مولانا قاضی غلام محمود ہزاروی رحمۃ اللہ علیہ اپنے والد گرامی حضرت مناظر اسلام مولانا قاضی عبدالسبحان کھلابٹی رحمۃ اللہ علیہ کے ہمراہ تقریبا ہر مناظرے میں شامل رہے اور اکثر کتابیں اٹھا اٹھا کر والد گرامی کی خدمت میں آپ ہی پیش کرتے تھے اور پھر والد گرامی رحمۃ اللہ علیہ کے تمام مناظروں کو آپ نے کتابی صورت میں مرتب کر کے شائع کرا دیا تھا۔ گویا فن مناظرہ آپ کو اپنے والد گرامی رحمۃ اللہ علیہ سے وراثت میں ملا تھا آپ بھی زبردست مناظر تھے اکثر فرقہ ہائے باطلہ کے علماء آپ سے خائف رہتے تھے اور آپ کے سوالات کے جوابات دینے سے گھبراتے تھے۔ آپ اکثر تحریری مناظرہ کرتے تھے۔ آپ نے کئی بار مخالفین اہل سنت کو تحریرا و تقریرا دعوت مناظرہ دی کہ:

''اگر کسی کے پاس اپنے فرقے یا مسلک کے حق ہونے کے دلائل ہیں تو وہ ہمارے ساتھ گفتگو کریں ان شاء اللہ تعالیٰ ساری حقیقت کھل کر سامنے آجائے گی اگر ایسا نہیں کر سکتے تو پھر ہمارا مسلک حق ہے اسے قبول کیا جائے یا پھر اس کی مخالفت بند کی جائے''۔

آپ ایک بلند پایہ مفتی، بے مثال مناظر، بہترین مقرر اور دیگر اوصاف کے علاوہ آپ کثیر التصانیف بزرگ تھے آپ کو اگر بحر تصنیف و تالیف کہا جائے تو بے جا نہ ہوگا۔ عدیم الفرصتی کے باوجود آپ نے تصنیف و تالیف کی طرف خاص توجہ دی اور بیسیوں کتابیں تصنیف کیں۔ آپ کی لائبریری میں لاکھوں روپے کی مالیت کی عربی، فارسی، اردو اور پنجابی کی بہت سی کتابیں موجود ہیں۔ کتابوں کا یہ عظیم ذخیرہ آپ کے ذوق مطالعہ کی عکاسی کرتا ہے۔ تمام لائبریری آپ نے اپنی محنت اور لگن سے بنائی ہے۔ حضرت قاضی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے خادم مولوی رب نواز ہزاروی زیدہ مجدہ کہتے ہیں کہ حضرت ہزاروی رحمۃ اللہ علیہ تصنیف و تالیف کا کام بھی لائبریری ہی میں بیٹھ کر کرتے تھے اور جب لکھنے بیٹھتے تو پھر قلم رُکنے کا نام نہ لیتا تھا۔ آپ کی تمام تصانیف علمی، تحقیقی اور لاجواب ہیں۔ آپ کی مطبوعہ تصنیفات کی فہرست ملاحظہ فرمائیے:

نمبر شمار	تصنیفات	مقام اشاعت
ا۔	فیوضات غوثیہ	جہلم

۲۔	ستائیس (۲۷) مناظرے	جہلم
۳۔	ترجمہ اجابۃ الغوث	جہلم
۴۔	نماز پڑھنے کے فائدے اور نہ پڑھنے کے نقصانات	جہلم، لاہور، حیدرآباد
۵۔	فتنہ خارجیت	لاہور
۶۔	معلومات قرآن حصہ اول	حسن ابدال
۷۔	معنیٰ محمود	جہلم
۸۔	منتخب النفائس	جہلم
۹۔	فضائل رمضان	لاہور
۱۰۔	سنت مصطفیٰ ﷺ دو حصے	جہلم، حیدرآباد، لاہور
۱۱۔	نسخہ شفاء در معجزات مصطفیٰ ﷺ	جہلم، لاہور
۱۲۔	فضائل حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ	لاہور، حیدرآباد
۱۳۔	حدیث نور	لاہور
۱۴۔	فضائل ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا	لاہور، نارووال، حیدرآباد
۱۵۔	الحق الصریح ی عدد رکعات التراویح	لاہور
۱۶۔	ارغام العنید فی مسئلۃ التقلید	حیدرآباد
۱۷۔	سماع الحبیب ﷺ من البعید والقریب	لاہور
۱۸۔	اللہ تعالیٰ کی سچی محبت کے اسباق	لاہور، جہلم، حیدرآباد
۱۹۔	توضیح کلمات اللہ فی تفسیر وما اہل اللہ بہ لغیر اللہ	جہلم
۲۰۔	خوف خدا	حیدرآباد
۲۱۔	عمدۃ الاصول فی حدیث الرسول ﷺ	جہلم
۲۲۔	مسجد میں ذکر واذکار	جہلم
۲۳۔	ملفوظات محمودیہ	جہلم
۲۴۔	دعوت حق	لاہور

ان کے علاوہ آپ کے علمی اور تحقیقی مقالات جو ماہنامہ ''القول السدید لاہور'' کے مختلف شماروں کی زینت بنے وہ بھی نظریاتی اوراعتقادی دنیامیں اپنی مثال آپ ہیں۔

رئیس العلماء مناظر اسلام حضرت علامہ مولانا قاضی غلام محمود ہزاروی رحمۃ اللہ علیہ کو سلسلہ عالیہ چشتیہ میں حضرت پیر غلام محی الدین المعروف بابوجی رحمۃ اللہ علیہ (گولڑہ شریف) اور سلسلہ عالیہ نقشبندیہ میں حضرت پیر غلام محی الدین نقشبندی رحمۃ اللہ علیہ (نیریاں شریف آزاد کشمیر) کی طرف سے خلافت کا شرف حاصل تھا جبکہ سلسلہ عالیہ قادریہ اور سہروردیہ میں اپنے والدگرامی مناظر اسلام حضرت علامہ مولانا قاضی محمد عبدالسبحان ہزاروی رحمۃ اللہ علیہ سے بیعت وخلافت کا شرف حاصل تھا۔

فروری ۱۹۷۰ء میں آپ حج بیت اللہ شریف اور گنبد خضراء کی زیارت سے مشرف ہوئے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم حضرت سلمان فارسی، حضرت ابوسفیان، حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہم اور دیگر صحابہ کرام کے قدیم مکانات کی زیارت بھی کی۔

حضرت اماں حوا علیہا السلام، حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ، حضرت فاطمہ بنت اسد رضی اللہ عنہا، جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ، حضرت عکاشہ رضی اللہ عنہ، حضرت اسماعیل ابن امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ کے مزارات پر حاضری دی اور فاتحہ پڑھی۔اس کے علاوہ مقام بدر، غار حرا، غار ثور وغیرہ کی زیارت بھی فرمائی۔آپ کو جنت البقیع میں جا کر خستہ مزارات دیکھ کر بڑا دکھ ہوا اور وہاں فاتحہ بھی پڑھی۔

آپ تبرکات میں سے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تلوار ومیان حضرت سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کا لکڑی کا تالا حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کے ہاتھ کا لکھا ہوا قرآن پاک کا نسخہ اور دیگر تبرکات کی زیارت سے مشرف ہوئے۔

مولانا رب نواز صاحب ہزاروی روایت کرتے ہیں کہ ایک دفعہ حضرت رئیس العلماء رحمۃ اللہ علیہ نے تحدیث نعمت کے طور پر فرمایا کہ مدینہ منورہ میں قیام کے دوران حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس ناچیز پر خاص کرم فرمایا اور خواب میں اپنی زیارت کا شرف بخشا اس وقت حضرت بہاء الدین نقشبند رحمۃ اللہ علیہ بھی سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ تھے۔

حضرت قبلہ ہزاروی رحمۃ اللہ علیہ کو اولیائے کرام سے خاص انس تھا ویسے تمام اولیاء کرام کے عقیدت کیش تھے مگر حضرت غوث اعظم، حضرت مجدد الف ثانی، حضرت شاہ ولی اللہ محدث

دہلوی اور اعلیٰ حضرت امام احمد رضا محدث بریلوی، حضرت غور غشتوی، حضرت پیر مہر علی شاہ صاحب گولڑوی، غوث زماں حضرت قاضی سلطان محمود صاحب اعوان شریف والے، حضرت سائیں چپ صاحب اور علامۃ الدھر حضرت قبلہ قاضی محمد عبدالسبحان کھلابٹ (والد محترم قبلہ قاضی صاحب رحمۃ اللہ علیہ) سے از حد عقیدت ومحبت تھی ایک مرتبہ عرس مبارک کے موقع پر سرہند شریف بھی گئے تھے۔ اعلیٰ حضرت بریلوی قدس سرہ کے بارے میں آپ نے چند کتابیں بھی لکھی ہیں اپنے ملفوظات میں فرماتے ہیں کہ اعلیٰ حضرت بریلوی قدس سرہ کی شخصیت کمال قدرت کا نمونہ تھی اور آپ تمام علوم کے جامع تھے۔ غوث پاک رضی اللہ عنہ سے عقیدت اس قدر تھی کہ ہر ماہ کی گیارہ تاریخ کو گیارہویں شریف کرتے تھے۔

حضرت ہزاروی قدس سرہ ایک سچے عاشق رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تھے اہل سنت کے عقائد اور اتباع شریعت میں اس قدر مضبوط اور سخت تھے کہ شریعت کے خلاف کوئی عمل اہل سنت کے عقائد کے خلاف کوئی عقیدہ آپ کو ایک آنکھ نہیں بھاتا تھا آپ کی ساری زندگی شریعت مطہرہ پر عمل کرنے میں گزری آپ بدمذہبوں کی چاپلوسی خوشامد اور ان کے ساتھ میل جول کو دین مصطفوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے بغاوت قرار دیتے تھے۔

حضرت علامہ ہزاروی قدس سرہ کی ساری زندگی درس وتدریس میں گزری اسی لئے آپ کے تلامذہ کا سلسلہ بھی نہایت وسیع ہے۔ ادارہ غوثیہ رضویہ نے جب ماہنامہ القول السدید لاہور کا اجراء کیا اور حضرت قبلہ ہزاروی رحمۃ اللہ علیہ کے مقالات رسالے کی زینت بننے لگے تو علماء اہل سنت آپ کے تحقیقی اور علمی مقالات دیکھ کر دنگ رہ گئے اسی حیرت کے عالم میں جناب پیرزادہ اقبال احمد فاروقی صاحب، حضرت ہزاروی رحمۃ اللہ علیہ کے نام ایک خط میں یوں لکھتے ہیں:

''ہم لوگ عصر حاضر کے رسالے پڑھتے ہیں دل خوش ہوجاتا ہے کہ اپنے لکھ رہے ہیں مگر آپ کے مضامین میں جو علمی گہرائی اور دلائل سے بھرپور مواد ملا اس سے دل کو اطمینان ہوا کہ الحمد للہ ابھی علمائے اہل سنت میں علمی تحقیق سے لکھنے والے موجود ہیں میں اپ کی اس مساعی جمیلہ کو ہدیہ تحسین پیش کرتا ہوں''۔

حضرت قبلہ ہزاروی رحمۃ اللہ علیہ ایک درویش منش انسان تھے وہ دنیا سے اکثر بے نیاز رہتے

تھے ان کا خیال تھا کہ کوئی ایسا کام کیا جائے جو صدقہ جاریہ ہو اور وہ میری نجات کا ذریعہ بن جائے چنانچہ مسجد اور مدرسہ تعمیر کرنے کی فکر میں پڑ گئے اور جگہ تعین کرنے لگے۔ پہلے خیال تھا کہ کوٹلی آزاد کشمیر میں جگہ خرید لی جائے۔ کبھی فرماتے کہ جہلم میں ہی کام کیا جائے یا پھر حسن ابدال کے قریب جگہ خرید لی جائے اور کام شروع کیا جائے۔ مرضی مولیٰ ازئمہ مولیٰ کے مطابق ۱۹۸۸ء کے آواخر میں ہری پور سے تقریباً ڈیڑھ میل دورہ خانپور روڈ پر ٹیلی کم سٹاف کالج کے بالمقابل دو کنال زمین خریدی اور کچھ مقامی لوگوں نے عطیہ کے طور پر دے دی اس کے بعد یہاں جامعہ مسجد صدیقیہ اور مدرسہ فیض العلوم کی تعمیر شروع کر دی اور حضرت صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے تقریبا دو لاکھ روپے ذاتی خرچ کئے اور ساتھ ہی مسجد کے بائیں طرف اپنی آخری آرام گاہ کے لئے جگہ منتخب کر لی۔ آپ کے ارشادات وملفوظات سینکڑوں کی تعداد میں ہیں۔ یہاں افادہ عام کے لئے آپ کی تصانیف میں سے بطور نمونہ مشتے از خروارے صرف چند ارشادات پیش خدمت ہیں:

۱۔ ایم اے عربی یا ایم اے انگریزی یا ڈاکٹری، ہیں تو بڑے مشکل کورس مگر جب لوگوں کو ان کے فائدوں پر نظر ہوتی ہے۔ جو یہ کورس کر لینے کے بعد حاصل ہوتے ہیں تو پھر ان کو مشکل سمجھ کر چھوڑ نہیں دیتے بلکہ کمر ہمت باندھ کر ان میں کامیابی حاصل کرنے کے لئے کوشش کرتے ہیں پھر جس کا جیسا ذہن اور جتنی محنت ہوتی ہے اسی کے مطابق امتحانوں میں نمبر اور کامیابی کے درجے حاصل ہوتے ہیں کوئی سیکنڈ تو کوئی فرسٹ آتا ہے اور پھر کوئی ضلع بھر میں فرسٹ اور کوئی ڈویژن میں فرسٹ اور کوئی تمام یونیورسٹی میں فرسٹ آتا ہے یونہی یہ روحانی کورس ہیں اگر انسان قرآن کے بتائے ہوئے فائدوں کو دنیا کے بتائے ہوئے فائدوں سے کم نہیں سمجھا اور صرف زبانی ہی خدا کو نہیں مانتا بلکہ اس کے دل کی گہرائیوں میں بھی ایمان موجود ہے تو پھر وہ ان روحانی کورسوں کے لئے بھی ضرور جدوجہد کرے گا اور جیسے یہاں دنیاوی امتحانوں میں یہ خواہش ہوتی ہے کہ مجھے اعلیٰ درجہ کی کامیابی حاصل ہو ایسے ہی ان روحانی کورسوں میں یہ خواہش ہونی چاہئے۔

۲۔ افراط وتفریط کی راہوں سے ہٹ کر کتاب وسنت، اجماع امت کی متعین کردہ راستے پر چلنا ہی نجات کا ضامن ہو سکتا ہے۔

۳۔ اسلام انسان کی حیوانی اور روحانی دونوں ضرورتوں کو نہایت عمدہ طریقے سے پورا کرتا ہے۔

۴۔دنیا میں صراط مستقیم کا پہچاننا ہی سب سے بڑا علم اور کامیابی ہے اور اس کی پہچان میں غلط ہونے سے اقوام عالم تباہ ہوتی ہیں۔
۵۔نماز ہی وہ عمل عظیم ہے جو اسلام کے تمام عقائد و اعمال کا جامع ترین نمونہ ہے۔
۶۔نعرۂ حق چار یار کہنے سے رافضیت اور خارجیت دونوں کا ابطال ہوتا ہے۔
۷۔علماء کی محافل میں بیٹھنا، ان کی گفتگو سننا اور اہل اللہ فقراء کی مجالس میں حاضری دینا بہت ہی مفید بات ہے۔

حضرت رئیس العلماء قاضی غلام محمود ہزاروی رحمۃ اللہ علیہ کے معمولات کی ایک جھلک ملاحظہ فرمائیے:
۱۔اکثر باوضو رہتے اور ہر نماز تازہ وضو سے ادا کرتے تھے۔
۲۔کھانا ہمیشہ زمین پر بیٹھ کر تناول فرماتے تھے۔
۳۔جب چلتے تو قدم آہستہ آہستہ اٹھاتے اور نگاہیں نیچی رکھتے تھے۔
۴۔جب لکھنے بیٹھتے تو پھر کئی گھنٹوں تک لکھتے رہتے تھے۔
۵۔لباس ہمیشہ سنت کے مطابق ڈھیلا ڈھالا پہنتے تھے اور بعض اوقات عمامہ شریف بھی سر پر باندھتے تھے۔
۶۔اکثر اوقات ذکر الٰہی، درود شریف اور وظائف پڑھنے میں مصروف رہتے تھے۔
۷۔بدعات و منکرات کے خلاف سرگرم عمل رہتے تھے۔
۸۔ہر تقریر ’’الصلوۃ والسلام علیک یا رسول اللہ‘‘ پڑھ کر شروع کرتے تھے۔
۹۔ہر سال پابندی سے عید میلاد النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بڑی شان و شوکت سے مناتے اور خود تقریر فرماتے تھے۔
۱۰۔ہر اسلامی ماہ کی گیارہ تاریخ کو گیارہویں شریف کا پروگرام بھی پابندی سے کرتے تھے۔
۱۱۔کسی نامعلوم اور ناواقف شخص نے بھی کوئی مسئلہ دریافت کیا تو ہاں یا نہ کی شکل میں جواب نہیں دیتے تھے بلکہ اس مسئلے پر تحقیق پیش کرتے تاکہ کسی قسم کی تشنگی باقی نہ رہ جائے۔

آپ وصال مبارک سے پانچ دن قبل علیل ہو گئے مگر علالت کے عالم میں بھی تصنیف و تالیف کا کام ترک نہیں کیا اور نماز باجماعت بھی ادا فرماتے رہے۔ درمیان میں کچھ افاقہ ہوا اور

صحت ٹھیک ہوئی تو فرمانے لگی میرا اساز وسامان باندھو، میں لاہور جاؤنگا اور وہاں ''عقائد اسلامیہ'' نامی کتاب کنزالعمال کا ترجمہ شروع کرونگا اور حضور ﷺ کی پیاری سنتوں کے بارے میں کتاب (جس کے پانچ سو ۵۰۰ صفحات مرتب ہو چکے تھے) مکمل کرونگا وصال سے پانچ روز قبل لاہور جانے کے لئے تمام ضروری سامان باندھ کر رکھ دیا۔ وصال سے تین روز قبل فرمایا کہ میرا تابوت بنوا کر رکھ دو کیونکہ عین وقت پر بنانا مشکل ہو جائے گا اور میری نماز جنازہ حضرت قبلہ پیرا گہار شریف (کوٹلی آزاد کشمیر) یا پھران کے صاحبزادے قبلہ حاجی پیر صاحب (کالا دیو شریف جہلم والے) پڑھائیں۔

مولانا رب نواز ہزاروی صاحب بیان کرتے ہیں کہ میرے استاد محترم قبلہ غلام محمود ہزاروی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ میری وفات کے وقت بھی حضرت سائیں چپ رحمۃ اللہ علیہ جیسے حالات پیدا ہو جائیں گے ان کی وفات کے وقت ان کا کوئی عزیز رشتہ دار موجود نہ تھا اور میری وفات کے وقت بھی میرا کوئی عزیز رشتہ دار موجود نہ ہوگا۔ مولانا رب نواز ہزاروی کہتے ہیں کہ بالکل ایسا ہی ہوا کہ جب حضرت ہزاروی رحمۃ اللہ علیہ کی وفات ہوئی تو کوئی بھی پاس موجود نہ تھا۔ معمول کی علالت اچانک بڑھ گئی اور اللہ تعالیٰ سے ملنے کی گھڑیاں قریب سے قریب تر آ گئیں اور اس طرح رئیس العلماء غیظ الوہابیین حضرت علامہ مولانا قبلہ غلام محمود ہزاروی رحمۃ اللہ علیہ ۲۴ اکتوبر ۱۹۹۱ء مطابق ۱۶ ربیع الآخر ۱۴۱۲ھ بروز جمعرات نماز ظہر اور عصر کے درمیان بالکل تنہائی کی حالت میں اپنے خالق حقیقی سے جا ملے۔ (اناللہ وانا الیہ راجعون)

حضرت قاضی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے ایک دیرینہ خادم خاص مولوی رب نواز صاحب نے بتایا کہ وصال کے دن دوپہر تک حضرت صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے گفتگو فرمائی اور لاہور جانے سے متعلق ضروری ہدایات دیں۔ ظہر کے قریب حضرت صاحب رحمۃ اللہ علیہ تکیے کے ساتھ ٹیک لگائے ہوئے اپنا دایاں ہاتھ رخسار کے نیچے رکھ کر اور دونوں زانوؤں کو قدرے سمیٹے ہوئے آرام فرمانے لگے۔ آپ کو اس حالتِ آرام میں پا کر ہمیں بڑی تسلی واطمینان نصیب ہوا۔ کیونکہ اگرچہ گذشتہ پانچ چھ روز سے طبیعت بڑی سخت خراب تھی اور پسلیوں میں شدید درد تھا مگر گذشتہ رات تو اس قدر بے چینی اور تکلیف تھی کہ بیان سے باہر ہے جب حضرت صاحب رحمۃ اللہ علیہ کو اس حالت سکون وآرام میں پایا تو

ہمیں بڑا سکون ملا چنانچہ میں بھی تھوڑی دیر کے لئے سو گیا کچھ دیر کے بعد میں اٹھا تو حضرت صاحب اسی حالت میں محو آرام تھے میں باہر چلا گیا مختلف وقفوں کے ساتھ جب بھی میں کمرے میں آیا تو حضرت صاحب رحمۃ اللہ علیہ کو اسی پہلی حالت میں پایا جب کافی وقت گذر گیا اور حضرت صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے کوئی حرکت نہ فرمائی اور نہ ہی کروٹ بدلی تو مجھے عجیب قسم کی فکر لاحق ہوئی لیکن میں معمول کے مطابق آواز دینے کی جرات نہیں کر سکتا تھا۔ البتہ میں نے بہتر خیال کرتے ہوئے اپنا گنہگار ہاتھوں سے حضرت صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے قدموں کو چھوا تو مجھے ٹھنڈک محسوس ہوئی جس سے میری پریشانی اور بڑھ گی ابھی میں ڈاکٹر کو لانے کا سوچ رہا تھا کہ حضرت صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے ایک دو عقیدت مند محلے دار آ گئے اور انہوں نے بھی آتے ہی جب حضرت صاحب کی نبض محسوس کی تو ان کی شکسہ وسکتہ خالی زبان حال سے یہ غم ناک خبر سنا رہی تھی کہ حضرت صاحب رحمۃ اللہ علیہ محو آرام تو تھے ہی اب دیدار الٰہی کے اشتیاق میں محو ہو گئے ہیں۔

جمعۃ المبارک کے روز وہ دل فگار منظر بڑا دیدنی تھا جب سوا گیارہ بجے عارف باللہ عاشق رسول اللہ محافظ ناموس اصحاب واہل بیت، پاسبان عظمت اولیاء مرجع خاص وعام، عامل شریعت، عارف طریقت، واقف رموز حقیقت رئیس العلماء حضرت علامہ قاضی غلام محمود ہزاروی رحمۃ اللہ علیہ کا جسد مبارک سینکڑوں سوگواروں کی موجودگی میں جامعہ صدیقیہ کے ایک متعین گوشے پر قبر میں اتارا جا رہا تھا تو بوڑھے اور نوجوان سب کی آنکھیں اشک بار تھیں۔ جن خوش نصیبوں کو حضرت ہزاروی رحمۃ اللہ علیہ کے چہرہ مبارک کی زیارت نصیب ہوئی ہے وہ جانتے ہیں کہ ایسا معلوم ہوتا تھا کہ جیسے حضرت ہزاروی رحمۃ اللہ علیہ دیدار الٰہی کے اشتیاق میں محو ہیں:

خاک ہو کر عشق میں آرام سے سونا ملا ۔۔۔ جان کی اکسیر ہے الفت رسول اللہ کی

۲) فاضل جلیل مولانا مفتی سیف الرحمٰن قادری ہزاروی برکاتی:

عمدۃ المدرسین ابوالوفاء مولانا مفتی سیف الرحمٰن بن علامۃ الدہر حضرت علامہ قاضی عبدالسبحان کھلابٹی رحمۃ اللہ علیہ (م۱۲ شوال/۲۰ مئی ۱۳۷۷ھ/۱۹۵۸ء) بن مولانا قاضی مظہر جمیل ۱۹۳۷ء میں بمقام کھلابٹ (ہزارہ) پیدا ہوئے آپ نسبًا قریشی علوی ہیں اور عظیم علمی وروحانی خاندان کے چشم وچراغ ہیں۔

آپ نے ابتدائی تعلیم اپنے گاؤں میں حاصل کی تین سال دارالعلوم انجمن خدام الصوفیہ گجرات اور دوسال جامعہ حضرت میاں صاحب شرقپوری رحمۃ اللہ علیہ میں اپنے والد ماجد رحمۃ اللہ علیہ سے پڑھتے رہے ایک سال دارالعلوم اسلامیہ رحمانیہ ہری پور (ہزارہ) اور ایک سال مدرسہ احسن المدارس راولپنڈی میں درس نظامی کی تحصیل کے بعد ۱۹۵۷ء میں سند فراغت حاصل کی دستار بندی حکیم الامت حضرت علامہ مفتی احمد یار خاں نعیمی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمائی فراغت کے بعد آپ نے دوسال حضرت محدث اعظم پاکستان مولانا محمد سردار احمد رحمۃ اللہ علیہ سے فیصل آباد میں حدیث پاک کا سماع کیا۔ مولانا عبدالجلیل ٹونکی (تلمیذ مولانا برکات احمد ٹونکی) سے جیومیٹری وغیرہ اور اقلیدس تک اسباق پڑھے۔

تدریس کا آغاز آپ نے جامعہ حنفیہ اشرف المدارس اوکاڑہ سے کیا جہاں آپ نے آٹھ ماہ تک پڑھایا پھر ایک سال اپنے گاؤں میں پڑھانے کے بعد ۶۰-۱۹۵۹ء میں جامعہ نعیمیہ لاہور (جو اُس وقت چوک دال گراں میں تھا) میں مسند تدریس پر فائز ہوئے تین سال دارالعلوم ربانیہ مجددیہ جہلم میں پڑھانے کے بعد مارچ ۱۹۶۵ء میں قصبہ پنیاں نزد ہری پور (ہزارہ) میں فرائض خطابت انجام دینے شروع کئے جہاں میٹرک اور ایف اے کے طلباء آپ سے ترجمہ قرآن پاک، اسباق حدیث اور ریاضی میں استفادہ کرتے رہے۔ آپ نے ۱۹۷۷ء میں حج وزیارت النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا شرف حاصل کیا اس مبارک سفر میں آپ بطور امیر اعلیٰ تشریف لے گئے دو ماہ مکہ مکرمہ اور چودہ دن مدینہ طیبہ میں قیام رہا جہاز کے کپتان نے آپ کو اعلیٰ کارکردگی پر سرٹیفکیٹ بھی دیا۔

حضرت مفتی صاحب سلسلہ قادریہ سہروردیہ میں حضرت قاضی سلطان محمود صاحب (اعوان شریف) سے روحانی نسبت رکھتے ہیں آپ کے آباء واجداد کی روحانی نسبت بھی اسی درگاہ سے ہے۔
تدریس وتقریر کے علاوہ فن تحریر میں بھی آپ مہارت تامہ رکھتے ہیں آپ نے مندرجہ علمی و تحقیقی کتب ورسائل تحریر فرمائے:

۱۔ انوار السبحان فی علوم القرآن
۲۔ شرح ہدایۃ النحو (اردو)
۳۔ جلاء العینین بتوسل تقبیل الابہامین (انگوٹھے چومنے کے فوائد)
۴۔ رسالہ بر نعرۂ رسالت
۵۔ انوار الشفاء فی حکم جواز النداء

۶۔شرح ایساغوجی (منطق) ۷۔جواہر الصرف شرح صرف بہائی

۸۔رسالہ فی بحث العلم (منطق) ۹۔رسالہ ورسائل تجہیز وتکفین سنیت

۱۰۔انوار الحدیث ۱۱۔درس حدیث

۱۲۔فتاوی بنام انوار سبحانیہ عقدہ کشائی

ان تمام کتب میں سے چند طبع ہو چکی ہیں اور کچھ تا حال غیر مطبوعہ ہیں۔آپ سے کثیر التعداد طلباء نے اکتساب فیض کیا جن میں سے چند قابل ذکر تلامذہ یہ ہیں:

۱۔ مولانا محمد فرید ہزاروی (صدر مدرس جامعہ فاروقیہ گوجرانوالہ)

۲۔ مولانا محمد شریف ہزاروی (صدر مدرس دار العلوم اسلامیہ رحمانیہ ہری پور)

۳۔ مولانا گل رحمان ہزاروی (مدرس جامعہ رضویہ ضیاء العلوم راولپنڈی)

۴۔ مولانا احمد یار (مدرس جامعہ حنفیہ اشرف المدارس اوکاڑہ)

۵۔ مولانا عبد الغفور الوری (مہتمم فیاض العلوم رائے ونڈ)

۶۔ مولانا گل حیدر شاہ (گجرات)۔

کچھ کتاب کے بارے میں:

سلطان المناظرین حضرت علامہ قاضی محمد عبد السبحان کھلا بٹی ہزاروی علیہ الرحمہ (م ۱۳۷۷ھ/ ۱۹۵۸ء) دنیائے اہل سنت کے آفتاب تھے۔آپ کی نورانی کرنیں چہار سو پھیلی ہوئی تھیں۔آپ کی ساری زندگی درس وتدریس، تصنیف وتالیف، اور فتوحات احناف میں بسر ہوئی۔آپ احقاق حق اور ابطال باطل میں اپنا ثانی نہیں رکھتے تھے۔اس پر آپ کی پوری زندگی شاہد عدل وناطق ہے۔

آپ کے دونوں صاحبزادگان رئیس العلماء علامہ قاضی غلام محمود ہزاروی علیہ الرحمہ (م ۱۴۱۴ھ/ ۱۹۹۱ء) اور ابو الوفاء مولانا مفتی سیف الرحمٰن ہزاروی مدظلہ بھی دنیائے علم وفضل میں آفتاب و ماہتاب بن کر چمکے۔انہوں نے بھی نہ صرف درس وتدریس، تصنیف وتالیف میں نمایاں کردار ادا کیا بلکہ اپنے عظیم والد گرامی کے آثار علمیہ کو بھی محفوظ رکھنے میں کوئی کسر نہ اٹھا رکھی۔

دونوں صاحبزادگان نے پیش نظر کتاب [[فیوضات سبحانیہ]] میں آپ کی عظیم علمی وجاہت کی ایک جھلک دکھائی ہے۔یہ کتاب دو حصوں پر مشتمل ہے۔حصہ اوّل میں مناظر اسلام

علیہ الرحمہ کی حیات و خدمات، مشاہیر تلامذہ اور معاصرین کے احوال و آثار پر قلم اٹھایا گیا ہے۔ حضرت مولانا گرہان والے مولانا قطب الدین غورغشتوی، مولانا محمد خلیل محدث ہزاروی، فقیہ العصر مولانا محمد مظہر جمیل، مولانا قاضی عبدالقیوم رحمۃ اللہ علیہم اجمعین کے مختصر حالات زندگی کو زیر بحث لاکر کتاب کو نہایت دلچسپ بنا دیا گیا ہے۔ یوں یہ حصہ علمائے اہل سنت کے تذکار پر مشتمل ہے۔(۱)

کتاب کا دوسرا حصہ [[فتوحات احناف]] پر مشتمل ہے۔اس میں حضرت مناظر اسلام علیہ الرحمہ کی حیات تابناک کے ایک اہم پہلو کو اجاگر کیا گیا ہے۔آپ کے مختلف مناظروں کی روداد دلپذیر ہے۔ حضرت مناظر اسلام علیہ الرحمہ مخالفین اہل سنت کے لیے ایک تیغ مسلول تھے۔اہل سنت کے مخالفین آپ کا سامنا کرنے سے اکثر کتراتے تھے۔اور اگر بدقسمتی سے کوئی آپ کے سامنے آ ہی جاتا تو آپ اسے ناکو چنے چبواتے تھے۔ بالآخر اسے راہ فرار ہی میں اپنی عافیت نظر آتی تھی۔آپ نے بیک وقت کئی محاذوں پر اہل سنت کی نظریاتی اور اعتقادی جنگ لڑی۔

پیش نظر کتاب کا پہلا ایڈیشن (۱۳۸۷ھ/ ۱۹۶۸ء) میں آرٹ پریس انارکلی لاہور سے شائع ہوا تھا۔ایک عرصہ سے [[فتوحات احناف]] کی یہ اہم دستاویز کم یاب بلکہ نایاب تھی۔ایک کتاب دوست کے ہاں اس کی فوٹو کاپی دیکھی تو اسے شائع کرنے کی ضرورت نہایت شدت سے محسوس کی لیکن یہ کاپی ناقص تھی۔راقم نے حضرت مناظر اسلام کے پوتے صاحبزادہ قاضی حبیب الرحمٰن (مقیم جہلم) سے رابطہ کیا کہ اگر اس کتاب کی ایک صاف ستھری کاپی مل جائے تو اسے شائع کرنے کی کوشش کی جاسکتی ہے۔فقیر کی خواہش پر انہوں نے اس کی ایک خوب صورت کاپی بنوا کر ارسال کر دی۔فی الحال اس کتاب کا حصہ دوم فتوحات احناف شائع کرنے کی سعادت حاصل کی جارہی ہے۔

(۱) جملہ کوائف فاضل نوجوان مولانا عبدالستار نظامی نے ۱۰ جولائی ۱۹۷۸ء کو موضع باریاں تحصیل مری میں حضرت مفتی صاحب سے براہ راست حاصل کیے۔''تعارف علماء اہل سنت'' مطبوعہ لاہور میں شامل کیا آپ کے یہ تمام حالات اسی کتاب سے لئے گئے ہیں۔(صابر)

اس کی اشاعت کے سلسلہ میں نبیرہ حضرت مناظر اسلام، نازش اہل سنت حضرت علامہ مفتی قاضی حسن رضاحفظہ اللہ حال مقیم بریڈ فورڈ انگلینڈ سے اپنی خواہش کا اظہار کیا کہ اہل سنت کی نظریاتی اور اعتقادی دنیا میں یہ اہم کتاب ہے۔ اسے شائع کرنے کی سعادت حاصل کی جائے۔ آپ نے نہایت ذوق وشوق سے اپنے زیر اہتمام اسے شائع کرنے کی حامی بھرلی۔ اب نئی آب و تاب سے [[فیوضات سبحانیہ]] شائع ہوکر ایک عرصہ دراز کے بعد قارئین کی ضیافت طبع کا سامان کررہی ہے۔

گر قبول افتد زہے عز و شرف

اللہ تعالیٰ اپنے محبوب حضرت محمد مصطفےٰ احمد مجتبیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے طفیل مناظر اسلام، مرتبین، معاونین، اور ناشر بلکہ ہم سب کو دنیا و آخرت میں کامیابی و کامرانی عطا فرمائے۔ آمین بجاہ سید المرسلین صلی اللہ علیہ وآلہ وصحبہ اجمعین۔

گدائے کوئے مدینہ شریف

سید صابر حسین شاہ بخاری

برہان شریف ضلع اٹک (پاکستان)

۶ ذیقعد ۱۴۳۳ھ ۲۴ ستمبر ۲۰۱۲ء بروز پیر

☆☆☆☆

فہرست

حالاتِ زندگی

حجۃ الاسلام حضرت علامہ قاضی

محمد عبدالسبحان ہزاروی کھلابٹی رحمۃ اللہ علیہ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

شیخ التفسیر، محدث عصر، امام زماں، فقیہہ اعظم، امام شریعت، قطب طریقت علامہ زماں فخر دوراں، جامع منقول ومعقول، حاوی فروع والاصول، مناظر اسلام، عاشق رسول، محبّ غوث اعظم دلدادۂ فقراء، صوفی باصفا، شیخ الاسلام والمسلمین استاذ العلماء سلطان المناظرین، غزالی زماں، رازی دوراں حضرت علامہ قاضی محمد عبدالسبحان صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی تاریخ پیدائش یہ ہے۔

تاریخ پیدائش:

آپ کی پیدائش ۱۸۹۸ء میں بروز جمعۃ المبارک ہری پور ہزارہ کے ایک گاؤں کھلابٹ (یہ ہری پور سے چھ میل شمالی مغرب کی طرف واقع ہے۔ یہ خوانین اور شرفاء کی مشہور پرانی بستی ہے) میں قریشی ہاشمی علوی خاندان کے ایک شہرۂ آفاق علمی ومذہبی گھرانے میں ہوئی۔ آپ کرنل طاہر محمد خان صاحب ساکن کھلابٹ کے ہم عمر تھے کرنل صاحب ابھی بقید حیات ہیں۔ لوگوں میں اس خاندان کو بے پایاں شہرت حاصل تھی اور صدیوں سے اس خاندان کے لوگ دین ومذہب کے پیشوا مانے جاتے تھے اور اس خاندان کو لوگوں میں بے پناہ مقبولیت حاصل تھی اور ہر طرف سے اس پر لوگوں کی نگاہیں جمی ہوئی تھیں۔ اس پاکیزہ اور صاف ستھرے اور علمی گھرانے میں حضرت موصوف پیدا ہوئے۔

عجیب خواب:

کہتے ہیں آپ کی والدہ ماجدہ نے آپ کی پیدائش سے قبل یہ خواب دیکھا کہ میری گود میں ایک نہایت حسین پھول پڑا ہے اور کوئی صاحب فرما رہے ہیں کہ بیٹی اس کو سنبھال لے اور میں پھول کے رنگ و حسن کو دیکھ کر محو حیرت ہوں اور اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کر رہی ہوں کہ اس نے مجھ پر کتنا کرم فرمایا جب موصوف کی والدہ بیدار ہوئیں اور اپنا نرالا خواب بیان کیا۔ تو سب نے ان کو مبارکباد دی اور کہا کہ اللہ تعالیٰ آپ کو فرزند جمیل عطا فرمائے گا جو دنیا میں ایک نشان ہوگا چنانچہ اس خواب کے کچھ عرصہ بعد حضرت قاضی صاحب پیدا ہوئے اور آپ کے علم و فضل کا چشم فلک نے وہ نظارہ دیکھا جو بہت کم لوگوں کے حصہ میں آتا ہے۔

حضرت مولانا گرہان والے:

گرہان ایک پہاڑی گاؤں ہے جو کھلابٹ سے چار میل کے فاصلہ پر مغرب کی طرف واقع ہے۔ مولانا اس گاؤں کے رہنے والے تھے۔ ان کے تعارف کے لئے یہی کافی ہے کہ انہوں نے آٹھ سال تک فن معقولات غوث زماں خواجہ پیر مہر علی شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ گولڑہ شریف سے پڑھا تھا۔ اور ان کو حضرت پیر صاحب کی خصوصی شاگردی حاصل تھی۔ حضرت والد صاحب دو سال ان کے پاس رہے اور ان سے نحو اور معقولات کی کچھ کتابیں پڑھیں۔

والد صاحب فرمایا کرتے تھے کہ گرہان کے درس میں روٹی کا معقول انتظام نہ تھا دونوں وقت گاؤں سے روٹی مانگ کر لائی جاتی تھی اور اس میں زیادہ تر جو کے ٹکڑے ہوتے اور ساتھ سوائے لسی (چھاچھ) اور ساگ کے اور کچھ نہ ہوتا اور بسا اوقات روٹی روکھی کھانی پڑتی اور اس کے باوجود بھی روٹی کم ہوتی کہ کوئی شکم سیر نہ ہوتا اور طالب علم بڑے شوق سے جمعرات کا انتظار کرتے کیونکہ قرب و جوار کے طالب علم گھر چلے جاتے اور جو رہ جاتے انہیں سیر ہو کر کھانا مل جاتا۔

والد صاحب فرماتے تھے کہ مجھے حصول علم کا بے حد شوق تھا گھر والے جو کچھ دیتے میں ساتھیوں میں تقسیم کر دیتا اور خود بڑی خوشی سے نان جویں پر قناعت کرتا۔ اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرتا کیونکہ اسباق مرضی کے مطابق ہوتے تھے اور ہر وقت ٹیلوں اور پتھروں پر اکیلے بیٹھ کر یاد کرتا

رہتا۔ ہفتہ میں ایک دفعہ حضرت مولانا کے لئے پہاڑ سے لکڑیاں لانا پڑتیں۔ کچھ طالب علم جی چراتے اور ادھر ادھر چلے جاتے۔ مگر میں بڑے شوق سے اس کام کے لئے جاتا۔ جب مولانا کو میرے جانے کا علم ہوتا تو بہت ناراض ہوتے اور فرمایا کرتے تم نہ جایا کرو مگر میں یہ کہہ کر ٹال دیتا کہ حضرت مجھے اس کے بغیر چین نہیں آتا۔ یہ کیسے ہوسکتا ہے کہ سب جائیں اور میں یہیں بیٹھا رہوں حضرت مولانا مجھ پر بڑی شفقت فرماتے۔ اور بڑی محنت اور کاوش سے مجھے سبق پڑھاتے۔ حضرت مولانا کا انتقال اپنے اسی گاؤں گرہان میں ہوا اور وہیں دفن ہوئے اور اپنے پیچھے اولاد بھی چھوڑی جن میں صرف ایک لڑکا عالم تھا مگر معلوم نہ ہوسکا کہ اس کا انتقال کب ہوا۔ آیا حضرت مولانا کے زمانہ حیات میں ہوا یا بعد میں ہوا۔ زمانہ کے دستور کے مطابق مولانا بھی بڑے سادہ اور مجسمہ ایثار و قربانی اور سراپا عجز و انکسار تھے۔ اس کے باوجود نہایت صاف گو اور بڑے دلیر تھے اور فن مناظرہ میں بڑی مہارت رکھتے تھے۔

استاذ العلماء فخر الفضلاء علامہ زماں غزالی دوراں مخدومنا المکرّم حضرت مولانا قطب الدین صاحب غورغشتوی رحمۃ اللہ علیہ یہ والد صاحب کے خصوصی اور ممتاز استاذ تھے والد صاحب نے اکثر علوم ان سے حاصل کئے۔ چنانچہ فرمایا کرتے تھے کہ میرے پاس جو کچھ ہے انہی کا ہے اور انہی کی نظر کرم نے مجھے یہاں تک پہنچایا ورنہ من آنم کہ من دانم۔ ہمارے قبلہ والد صاحب زیادہ تر ان کے ساتھ رہے اور سفر و حضر میں آپ نے ان کی غلامی اختیار کی۔ اب استاذ العلماء کے قدرے حالات سنئے تاکہ یہ معلوم ہوجائے کہ آپ کس قدر بلند پایہ انسان تھے۔

حضرت مولانا ضلع کیمبل پور کے مشہور قصبہ غورغشتی کے رہنے والے تھے اور آپ صرف خود ہی عالم نہ تھے بلکہ آپ کا سارا خاندان علمی خاندان تھا۔ ان کے خاندان میں ایک صاحب تھے جو فیضی میاں کے نام سے مشہور تھے۔ کہتے ہیں یہ طالب علموں کو پڑھاتے وقت کتاب نہیں رکھتے تھے۔ بلکہ بغیر کتاب کے آنکھیں بند کر کے بیٹھے رہتے یوں معلوم ہوتا کہ مراقبہ کر رہے ہیں جب طالب علم عبارت پڑھتا تو خاموشی سے سنتے رہتے اس کے فارغ ہونے کے بعد اس کا مطلب سمجھا دیتے اور زیادہ تر جرح قدح کرتے۔ مطلب کتاب کی طرف کم توجہ کرتے

اگر طالب علم ذہن میں کوئی خدشہ پیدا ہوتا تو اس کے اظہار سے پہلے ہی جواب دے دیتے۔ اور ان کے حلقہ درس میں بڑے بڑے علماء داخل ہوتے وجہ یہ کہ ان سے استفادہ کرنا ہر ایک کا کام نہ تھا۔ ان سے صرف شائقین فن ہی مستفید ہو سکتے تھے۔

والد صاحب فرماتے تھے کہ یہ صاحب کشف بزرگ تھے اور آپ نے صرف چھ ماہ میں سارے علوم حاصل کئے تھے۔ کہتے ہیں کہ ان کے استاد حضرت خضر علیہ السلام تھے اور ان کے حالات بتاتے ہیں کہ یہی بات صحیح ہے میں نے والد صاحب سے یہ بھی سنا کہ انہوں نے بحر العلوم لکھنوی کی اکثر کتابوں کا رد لکھا تھا جن میں سے بعض کو میں نے خود دیکھا تھا۔ مگر لوگوں کی سستی اور بد قسمتی سے کوئی تصنیف طبع نہ ہو سکی۔

استاذ العلماء اگر چہ ہر علم میں کمال رکھتے تھے۔ مگر معقولات کے تو مانے ہوئے امام تھے۔ ہمیشہ سینکڑوں طلبہ حلقہ درس میں شامل ہوتے۔ بلکہ اکثر مانے ہوئے فاضل شریک درس ہوتے اور مدتوں آپ کے قدموں میں پڑے رہتے۔ میں نے والد صاحب سے سنا کہ ہمارے استاذ المکرّم کے حلقہ درس میں ایک چوٹی کے فاضل مولانا عبد السلام گڈ شریک ہوتے تھے یہ کون تھے اس کے بارے اتنا ہی معلوم کر لینا کافی ہے کہ انہوں نے علم منطق کی مشکل کتاب حمد اللہ کی بحث نکات پر حاشیہ لکھا تھا جو پندرہ سو صفحات پر پھیلا ہوا تھا اور ایک دفعہ استاذ العلماء صدرا پڑھا رہے تھے کہ ایک مقام پر رک گئے۔ غالباً حاشیہ اور کتاب کی عبارت میں تضاد تھا جو تین دن تک حل نہ ہو سکا۔ آخر استاذ العلماء نے فرمایا گڈ کے پاس جاؤ۔ جب طلباء گئے تو چند منٹوں میں مشکل حل ہو گئی انہوں نے یہ کہہ کر کتاب واپس کر دی کہ حاشیہ کی عبارت میں فلاں غلطی ہے اور اصل کتاب ٹھیک ہے ہم سب حیران ہو گئے پھر میں نے کسی موقع پر گڈ مولانا صاحب سے پوچھا کہ جب آپ اتنے بڑے فاضل ہیں تو یہاں کیا کرتے ہیں تو فرمایا یہ میرے استاذ ہیں مجھے ان سے بے حد محبت ہے جس کی وجہ سے میں جدائی گوارا نہیں کرتا اور نیز ان میں ایک خصوصی وصف ہے جو بہت کم علماء میں پایا جاتا ہے اور وہ ہے کسی بگڑی ہوئی بات کی توجیہہ کرنا۔ حضرت مولانا کے اس کمال نے مجھے قید کر رکھا ہے۔

یہ تو استاذ العلماء کے حلقہ درس کا حال تھا کہ بڑے بڑے فضلاء زمانہ شریک درس ہوتے تھے۔زبان میں اتنا فیض تھا کہ جو حلقہ درس میں شامل ہوا فیض پانے سے خالی نہ رہا بلکہ ہر شریک درس درجہ کمال کو پہنچا آنے والے کو فیض سے مالا مال کرنے کا قدرتی وصف بہت کم لوگوں میں پایا جاتا ہے۔مگر استاذ العلماء میں یہ وصف خصوصیت سے موجود تھا۔

سخاوت کا یہ عالم تھا کہ جو کچھ پاس ہوتا سائل کو دیدیتے۔ بڑے مہمان نواز تھے اگر کوئی مہمان آتا تو بڑے خوش ہوتے اور اچھے سے اچھا کھانا ان کے سامنے پیش کرتے۔مولویوں میں یہ وصف بہت کم ہوتا ہے مگر استاذ العلماء کے اندر یہ وصف بدرجہ اتم موجود تھا، زہد وعبادت میں بے مثال تھے ہر وقت اللہ تعالیٰ کے ذکر وفکر میں محو رہتے اور بسا اوقات خلوت میں پروردگار کو یاد کرتے۔

حضرت کے مزاج میں بے حد استغناء تھا کسی بڑے سے بڑے آدمی کی دنیاوی لالچ کی وجہ سے پرواہ نہ کرتے تھے اور بلا وجہ کسی کے پاس نہ جاتے تھے۔ ہمیشہ گھر میں بیٹھے رہتے یا اپنی کنوئیں پر چلے جاتے۔فن مناظرہ میں بہت ماہر تھے۔والد بزرگوار نے انہی سے اس فن کی کتابیں پڑھیں اور ساتھ ہی ساتھ مشق بھی کی۔موصوف نہایت ہی کریم النفس اور فیاض انسان تھے۔لالچی مزاج نہ تھے بلکہ صرف اللہ تعالیٰ کی خوشنودی کے لئے کام کرتے تھے۔لوگوں کے ساتھ ہمدردی کرتے تھے بہت بلند پایہ اخلاق کے مالک تھے۔اہل سنت کے مذہب ومسلک کے پابند تھے۔ مسائل میں زمانہ حال کے وہابیوں کے سخت خلاف تھے کئی بار ان سے مناظرہ کر چکے تھے۔

والد صاحب فرماتے تھے کہ ایک دفعہ بہت سے وہابی مولوی کہ جن میں کٹر وہابی مولوی حسین علی واں بھچراں والے کے اکثر پیروکار تھے اور حضرت مولانا کے چچا مولوی نصیر الدین بھی شامل تھے جب یہ اکٹھے ہوئے تو انہوں نے اہل سنت کو للکارا۔ پھر سنیوں کی طرف سے حضرت مولانا صاحب تشریف لے گئے۔ جب وہابی مناظرہ میں ناکام ہوئے تو حضرت مولانا نے ان پر فتویٰ کفر دیا اور حق کے مقابلہ میں کسی کی پرواہ نہ کی اور اپنے چچا کو مخاطب کرکے فرمایا کہ اگر باز نہ آؤ گے تو تمہارا بھی یہی حشر ہوگا اور اب اپنے پیر کو بلاؤ کہ تمہارا ساتھ دے۔ میں نے یہ بھی والد

صاحب سے سنا کہ مولوی عبدالغفور صاحب ہزاروی علیہ الرحمہ جب بریلی شریف سے فارغ ہو کر اپنے گھر موضع چنبہ پنڈ آئے تو ایک تقریب پر بہت سے عالم جمع تھے۔ والد صاحب تو ننھیال کی وجہ سے خود ہی شریک تھے اور حضرت استاذ العلماء بھی تشریف لائے بوجہ اس کے کہ آپ مولوی عبدالغفور صاحب اور ان کے والد صاحب دونوں کے استاذ تھے۔ اس موقع پر علاقائی دستور کے مطابق مولوی عبدالغفور صاحب ہزاروی کی دستار بندی کرنے کی تجویز پاس ہوئی اور سب کی طرف سے والد صاحب مختار مقرر ہوئے زیادہ ڈر اس بات کا تھا کہ حضرت مولانا نہیں مانیں گے اور ان سے بات کون کرے گا اور اس وقت علماء کا یہ دستور تھا کہ جس آدمی کی دستار بندی کی جاتی۔ تمام موجود علماء اس کی علمی قابلیت جانچنے کی غرض سے اس پر علمی سوالات کر کے اس سے جوابات کا مطالبہ کیا کرتے تھے۔ والد صاحب نے فرمایا اس کی فکر نہ کریں حضرت الاستاذ کو میں منواؤنگا۔ چنانچہ والد صاحب ان سے عرض کرنے گئے۔ وہ پہلے یہ بات کسی سے سن چکے تھے۔ والد صاحب کے حاضر خدمت ہوتے ہی فرمانے لگے قاضی صاحب جس کی دستار بندی کرنے کا پروگرام بنایا گیا ہے ذرا اس کو تو میرے پاس لاؤ تاکہ میں دیکھوں۔ والد صاحب فرماتے تھے کہ حضرت بڑے تدبر، باوقار اور نہایت بارعب شخصیت کے مالک تھے کسی کو بات کرنے کی جرات نہ ہوتی اور جب آپ گفتگو فرماتے تو ساری مجلس پر سکوت طاری ہو جاتا۔ استاذ العلماء نے جب بڑے رعب سے دستار فضیلت والے کو اپنے پاس بلانے کو فرمایا تو والد صاحب نے عاجزانہ طور پر عرض کیا کہ حضرت آپ اس کو کیا دیکھیں گے صرف دعا فرمائیں کہ وہ اس قابل ہو جائے اس پر فرمایا اچھا جیسا مناسب ہو کرو۔ پھر والد صاحب بڑی خوشی سے واپس لوٹے اور آ کر باقی بزرگوں کو سارے واقعہ سے آگاہ فرمایا سب بہت خوش ہوئے اور استاذ العلماء خود بھی شریک محفل ہوئے جب علماء جمع ہو چکے تو والد صاحب نے مولوی عبدالغفور صاحب سے فرمایا کہ تم اٹھ کر کوئی سی آیت پڑھ کر اس کے بارے میں دس پندرہ منٹ کچھ بیان کر دو اور کچھ بھی کسی کی پرواہ نہ کرو۔ پہلے تو یہاں کسی کو بولنے کی جرات نہیں اور اگر کوئی بول ہی پڑا تو میں اس کے لئے کافی ہوں۔ تمہیں خیال کرنے کی کوئی ضرورت نہیں۔

والد صاحب فرماتے تھے بڑی مشکل سے میں نے مولوی صاحب کو آمادہ کیا پھر جب یہ بیان کرنے کے لئے اٹھے تو ہیبت مجلس کی وجہ سے پسینہ پسینہ ہو گئے تھے اور تمام جسم پر لرزہ طاری تھا۔ خیر بڑی مشکل سے انہوں نے قرآن پاک کی آیت قل ان کنتم الخ پڑھی۔ پھر اس کے بارے میں چند منٹ کچھ بیان کیا اور میں تسلی اور حوصلہ افزائی کے لئے ساتھ کھڑا تھا جبکہ یہ بیان کر چکے تو حاضرین میں سے پہلے حضرت الاستاذ رحمۃ اللہ علیہ نے دستار بندی کی مبارک رسم ادا فرمائی اور پھر باقی حاضرین نے بھی اس رسم کو پورا کیا۔ پھر سب نے میرے ماموں صاحب بزرگوار کو مبارکباد دی۔ پھر دعا مانگی گئی اور مجلس برخاست ہوئی۔

استاذ العلماء کو حضرت والد صاحب سے بے حد محبت تھی۔ آپ کے تمام شاگردوں میں والد صاحب کو شرفِ امتیاز حاصل تھا۔ جب آپ ریاست مینڈھ (جو ہندوستان ایک ریاست تھی) تدریس کے لئے گئے تو قبلہ والد صاحب کو بھی ساتھ لے گئے۔ وہاں اپنے بچوں کی طرح والد صاحب کو رکھا۔ ہمیشہ کھانا کھاتے وقت ساتھ بٹھاتے اور ہر ہر بات کا خیال رکھتے والد صاحب بھی آپ کا بے حد احترام کرتے تھے یہاں تک کہ جب بعد وصال آپ کا نام لیتے تو کئی بار نام کے ساتھ قدس سرہ العزیز فرماتے اور دوران تدریس اکثر آپ کے علمی مسائل کا ذکر فرماتے اور جب کوئی انوکھی بات بیان فرماتے تو فرماتے یہ میرے حضرت الاستاذ کا فیض ہے ورنہ میں اس قابل کب تھا اور اکثر اپنے گاؤں سے مولانا صاحب کی زیارت کے لئے تشریف لے جاتے اور اپنے مشفق استاذ کو دیکھ کر چین پاتے اور معاملات میں آپ کے مشورہ پر عمل کرتے اور ہر بات میں ادب کا خیال رکھتے۔

۱۹۵۱ھ میں گجرات مدرسہ انجمن خدام الصوفیہ میں قبلہ والد صاحب صدر مدرس تھے کہ ان ہی دنوں میں استاذ العلماء کے وصال پر ملال کی خبر سنی تو آپ کو بے حد صدمہ ہوا اور تمام رات روتے رہے اور اپنے محسن آقا کو یاد کرتے رہے اور اسی موقعہ پر کچھ اشعار بھی وجد واضطراب کی حالت میں قلمبند فرمائے جو کہ یہ ہیں:

ابیات حسرت آیات بروفات علامہ دھر قطب زماں حضرت استاذنا استاذ الکل مولانا

ومولیٰ ومولیٰ الکل جناب مولانا قطب الدین صاحب غورغشتی نور اللّٰہ تعالیٰ مرقدہ الشریف وجعل ماله جنته فردوسا وافاض علینا من برکاته وعلومه وفیوضه وامداده من علمه مادام القمران منیرین بانون والصاد:

آنکہ بودہ قطب عالم علوم انس وجان	فیض او در ہندو کابل بود در عالم رواں
درہزارہ ملک پکھلی ہم چنیں درویشاں	در تناول ہم چکیسر بود در ٹکری رواں
ہم چنیں کونش وہمازی درچغرزی فیض داں	درالائی ملک سمہ ہم چنیں در کوہستاں
در پشاور در دو ابصرہ نیز دربار جوڑ داں	در سوات وملک بنوں ڈیرہ اسماعیل خان
در وزیر وہمند وہم چنیں چترال داں	دربخارا بلخ غزنی ہم چنیں در روس داں
ہم چنیں ہشت نگر در ملک چھاچھی بحرداں	ہم چنیں در کاشکار وملک ترکی فیض داں
ہم چنیں ملک بوچاں نیز در پنجاب داں	در قندھار وخوست کم فیض اوجاری رواں
ہم چنیں درسندھ چنیں در ملک تبت فیض داں	ہم چنیں جہلم کراچی نیز در گجرات داں
مثل او عالم نیامد در علوم عقل کل	در علوم علم حکمت فلسفہ او شاہ کل
او معانی وبیان و در علوم ہندسہ	درکلام بے نظیر ودر علوم فلسفہ
در علوم علم ہیئۃ آمدہ او بے نظیر	در عروض وہم قوافی بود او شاہ کبیر
ہم چنیں علم مناظر ہم چنیں علم اکثر	در مجسطی فیض عالم بود آں شاہ اکبر
ہم چنیں رمل ونجوم وکیمیاء فیض داں	ہیمیا وسیمیاء وریمیا وفیض داں
در علوم علم شرعی بود آں قطب زماں	درتصوف درنصوص ودرفتوح الغیب داں
در علوم علم فقہ بود آں شمس جہاں	در اصول و در حدیث و بود استاذ زماں
در علوم علم عضدی در فرائض فیض داں	در علوم علم قرآن بود آں قطب زماں
کرد رحلت از جہاں فانی جہاں	غورغشتی را رہا کردہ شدہ جنت رواں

کردرحلت از جہانے فانی جہاں	درس او از غور غشتی نقل کردہ در جناں
علم رفت وجہل ماند وشد سیاہ عالم چناں	روز درفت وشب بماند وشد سیاہی آں چناں
طالبان وطوطیان بلبلان فیض او	درفغان وگریہ زاری آہ رفتہ فیض او
ایں غلط مارا تسلی ہست جاری فیض او	دردو عالم فیض جاری فیض جاری فیض او
یاالٰہی روح پاکش راچناں رحمت رساں	تا کہ باشد دردو عالم فیض او جاری رواں
طالبان وطوطیان وبلبلان از فیض او	ہردمے سیراب گشتہ از علوم فیض او
عبد سبحان او غلام خاص وعام فیض او	دائما باشد فیوضش برسرش از فیض او

ضروری نوٹ: تحریر کردہ اشعار سے مندرجہ ذیل امور معلوم ہوتے ہیں:

ا۔موصوف کو اپنے مشفق استاذ کے ساتھ بے حد محبت وعقیدت تھی۔

۲۔تمام علوم میں جناب اپنے محترم استاذ کو یکتائے روزگار سمجھتے تھے۔

۳۔باطنی علوم میں بھی آپ بلند پایہ درجہ پر فائز تھے۔

۴۔اپنے محسن اور نامور استاذ کی جدائی سے قلبی صدمہ ہوتا ہے جو فرماں بردار تلامذہ کی یہی نشانی ہوتی اور یہی فرماں برداراور نافرماں شاگرد میں حدفاصل ہے۔

۵۔استاذ کے قدرواحترام سے شاگرد صادق کا کمال معلوم ہوتا ہے۔شاگرد جتنا مؤدب ہوگا۔اتنا ہی اس میں کمال ہوگا۔اوراسی سے شرافت نفس کا اندازہ ہوتا ہے۔

۶۔جس میں شرم وحیا کی رمق نہیں ہوتی اور کمینہ پن سے بھرا ہوتا ہے۔وہی اپنے محسن استاذ کی مخالفت کرتا ہےاوراستاذ کے حق میں بے وفا نکلتا ہے۔

اس موقع پرحضرت سعدی شیرازی نے کیا خوب فرمایا:

سعدیا شیرازیا سبق مدہ بدذات را بدذات چوں کامل شود دشنام دہد استادرا

اے سعدی شیرازی بدذات کوتعلیم نہ دے کیونکہ بدذات جب کامل ہو جائے گا تو استاد کو گالیاں دے گا یعنی برا کہے گا۔

حضرت مولانا مرحوم سے بے شمار لوگوں نے فیض پایا، چنانچہ آپ کے چند نامور تلامذہ کے نام یہ ہیں:

۱۔حضرت علامہ قاضی صاحب (کھلابٹ)

۲۔پیر طریقت جناب قاضی محمد صدرالدین صاحب (خانقاہ نقشبندیہ مجددیہ ہری پور)

۳۔حضرت مولانا محمد فیروزالدین صاحب (درویش)

۴۔حضرت مولانا محمد عبدالغفور صاحب (وزیرآبادی)

۵۔حضرت مولانا چنبہ پنڈ والے (مولانا عبدالغفور صاحب ہزاروی کے والد صاحب)

۶۔مولانا محمد دین صاحب (بدھووالے)

۷۔حضرت مولانا غلام نبی صاحب (گڈر پور علامہ پکھلی مصنف حاشیہ رفع الاشتباہ بر کتاب حمد اللہ)

۸۔حضرت مولانا عبدالسلام صاحب (قندہاری)

۹۔حضرت علامہ قاضی غلام محمود صاحب ابن حضرت قاضی صاحب مرحوم

۱۰۔ملا کنڑ صاحب

ان کے علاوہ بھی آپ کے بے شمار شاگرد تھے اور ہر علاقہ آپ کے تلامذہ سے بھرا تھا مگر افسوس ان کے نام معلوم نہ ہوسکے۔لہذا ان ہی پر اکتفا کیا جاتا ہے۔

۳۔حضرت مولانا عبدالباقی صاحب رحمۃ اللہ علیہ یہ بھی قبلہ والد صاحب کے استاذ تھے جن دنوں والد صاحب پڑھنے ریاست مینڈھ تشریف لے گئے تھے۔ یہ حضرت وہاں مدرس ثانی تھے اور قبلہ استاذ العلماء کے ماتحت کام کرتے تھے۔کچھ اسباق والد صاحب کے ان کے پاس تھے۔حضرت الاستاذ کے ارشاد فرمانے پر اسباق ان کے پاس رکھ لئے تھے۔والد صاحب فرمایا کرتے تھے کہ یہ نہایت صوفی منش انسان تھے۔ پیکر زہد وعبادت تھے اکثر خاموش رہتے۔ بہت کم لوگوں سے مجلس کرتے۔ اوقات تدریس کے علاوہ احاطہ مدرسہ میں بہت کم دکھائی دیتے۔ مدرسہ کے مقررہ اوقات کے مطابق آکر پڑھانے بیٹھ جاتے۔

والد صاحب فرمایا کرتے تھے کہ مجھے پڑھاتے ہوئے کئی مقامات میں رک جاتے اور میں خداداد ذہانت کی وجہ سے بڑے بڑے پیچیدہ اور مشکل سوالات کر بیٹھتا۔ اور اکثر بڑے پریشان ہوتے میری وجہ سے دوسرے طلبہ کو بھی سوالات کا موقعہ مل گیا تھا چونکہ وہ مجھے مطمئن نہیں کر سکتے تھے اسی وجہ سے بعض اسباق میں نے چھوڑ دیئے تھے۔ جب حضرت الاستاذ کو علم ہوا تو فرمایا مجھے پہلے ہی علم تھا کہ وہ تمہیں نہ پڑھا سکیں گے۔ میرے پاس چونکہ وقت بہت کم ہے۔ تم نسخہ کتاب ان سے سمجھ لیتے اور جو سوال و خدشہ ہوتا مجھ سے آکر پوچھ لیتے تو تمہارے لئے اچھا ہوتا۔ خیر کوئی بات نہیں جو سبق چھوڑ دیئے ہیں وہ مجھ سے پڑھ لیا کرو۔ چنانچہ وہ اسباق حضرت مولانا اوقات فرصت میں والد صاحب کو پڑھا دیا کرتے تھے۔ اور ایک آدھ کتاب مولانا عبدالباقی صاحب سے پڑھ لیا کرتے تھے۔

والد صاحب فرمایا کرتے تھے کہ نو عمر ہونے کی وجہ سے میں ان کے جوہر باطن سے نا آشنا تھا۔ اگر چہ وہ علوم ظاہری میں خاص کمال نہیں رکھتے تھے مگر ان کے صاحب باطن ہونے میں کچھ شک نہ تھا، کشف و کرامت کے مالک تھے ان سے بحث و تکرار کی وجہ سے مجھے بڑا نقصان پہنچا مگر اس کا علم مجھے واپس آجانے کے بعد ہوا۔ چنانچہ میں پھر وہاں گیا اور ان کو تلاش کر کے ناراضی کی معافی مانگی اور ان کو بہت اچھی طرح راضی کیا۔

حضرت فرمایا کرتے تھے، اللہ تعالیٰ ان پر رحمت برسائے بہت ہی شریف النفس، بے طمع اور فرشتہ سیرت انسان تھے۔ اب بھی جب انہیں یاد کرتا ہوں، تو میرے اندر ایک کیف و سرور پیدا ہوتا ہے، جس کو میں بیان نہیں کر سکتا۔

۴۔ **حکیم برکات احمد صاحب ٹونکی رحمۃ اللہ علیہ** یہ بھی والد صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے استاذ محترم تھے۔ جب آپ ریاست ٹونک پڑھنے گئے اور نواب ٹونک کے مدرسہ عالیہ میں داخل ہوئے تو اس مدرسہ اسلامیہ کے نگران اعلیٰ جناب حکیم صاحب تھے اور والی ریاست کے خصوصی معالج بھی تھے۔ ہر روز شاہی سواری پر سوار ہو کر نواب کے پاس جاتے اور اس کی نبض دیکھتے اور کھانا وغیرہ ملاحظہ فرماتے یہ جناب کی خصوصی ڈیوٹی تھی۔

حضرت والد صاحب جب اس مدرسہ میں داخل ہوئے تو جناب حکیم صاحب سے کچھ اسباق پڑھے اور ویسے بھی علمی استفادہ کیا پھر کچھ دنوں بعد وہیں بیمار ہو گئے اور جناب حکیم صاحب ہی کے زیر علاج رہے۔ فرمایا کرتے تھے کہ از راہ کرم آپ ہر روز مجھے بھی دیکھنے مدرسہ میں تشریف لاتے اور بڑے غور و فکر سے مجھے دیکھتے۔ اگر نسخہ میں کوئی تبدیلی کرنا ہوتی تو یہ کام بھی خود کرتے۔ اتنی شفقت کسی مریض پر نہ کرتے تھے جتنی کہ میرے ساتھ کرتے یہ محض آپ کا حسن خلق تھا ورنہ میں اس قابل کہاں تھا یہ بھی سنتے جائیے کہ یہ حکیم صاحب کون تھے۔ اور کتنے بلند پایہ عالم تھے۔ اس کے لئے اتنا ہی کہہ دینا کافی ہے کہ جناب حکیم صاحب مشہور اور نامور فاضل زمانہ حضرت علامہ فضل حق صاحب خیر آبادی رحمۃ اللہ علیہ کے خصوصی شاگرد اور مولانا فضل حق رامپوری کے ساتھ استاد بھائی تھے۔ تمام ہندوستان میں صرف چار خاندان خدمت علم میں مشہور ہوئے جن کو زمانہ جانتا ہے اور ان کی علمی یادگاریں آج تک ان کے فضل و کمال پر شاہد عدل ہیں۔ ان چار میں سے دو خاندان تو معقولات کے امام ہوئے ہیں۔

آیئے آپ کو بتاؤں کہ معقولات کے کون امام ہوئے ایک تو لکھنوی خاندان تھا اور دوسرا خیر آبادی خاندان یہ لوگ فلسفہ و منطق کے موجد ہوئے ہیں اور اس میں جو کمال ان کو حاصل تھا آج تک کسی کو نہ ہو سکا اور منقولات میں سب سے پہلے خادم دین اور خادم حدیث رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم حضرت شیخ اجل شیخ عبدالحق صاحب محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ ہوئے اور دوسرا خاندان حضرت شاہ ولی اللہ رحمۃ اللہ علیہ کا بلند پایہ خاندان تھا۔ آج جتنے بھی عالم دین ہیں، خادم دین متین ہیں سب حضرت شاہ صاحب کے گھر کے خوشہ چین ہیں۔ ایک بھی ایسا عالم دین نہیں جس کو اس گھرانہ کی شاگردی حاصل نہ ہو۔

یہ چار نامور خاندان ہوئے کہ جن کے فیضان علم سے ساری دنیا سیراب ہوئی اور ان کے جام علم سے ہر ایک نے اپنی پیاس بجھائی۔ ان میں خیر آبادی خاندان کے ساتھ علامہ زماں جناب حکیم برکات احمد قدس سرہ العزیز وابستہ تھے۔

حضرت مولانا شیر بہادر مارتونگی رحمۃ اللہ علیہ یہ بھی جناب والد صاحب کے مشفق استاذ تھے۔ حضرت

موصوف نے کچھ اسباق ان سے پڑھے تھے۔ان کو والد صاحب کے ساتھ بے حد پیار تھا اکثر آپ کے پاس آیا کرتے تھے اور آپ کو ساتھ بٹھا کر کھانا کھلاتے یہ مولانا مارتو نگ کے رہنے والے تھے جو کہ پٹھانوں کا علاقہ ہے۔ پرانے عالموں کی طرح نہایت سادہ وضع رکھتے تھے اور سادہ لباس پہنتے تھے۔حضرت مولانا خان بہادر مارتو نگی جو آج کل علاقہ سوات کے مشہور عالم دین اور وہاں کے بڑے مدرسہ اسلامیہ کے شیخ الحدیث ہیں حضرت مولانا ان کے چچا تھے افسوس کہ حضرت مولانا صاحب کے بارے زیادہ تفصیلات کا علم نہ ہوسکا۔اللہ تعالیٰ مرحوم کو اپنے جوار رحمت میں جگہ دے۔

جب والد بزرگوار قرب وجوار سے علم حاصل کر چکے تو زمانہ کے دستور کے مطابق ہندوستان جانے کی فکر ہوئی۔ چونکہ آپ والدہ کی آنکھوں کی ٹھنڈک اور پورے خاندان کے مرکز توجہ تھے۔اس وجہ سے اس قدر دور دراز کے سفر کو گھر والوں میں سے کوئی پسند نہ کرتا تھا مگر دادا صاحب رحمۃ اللہ علیہ کو علمی ذوق اس پر مجبور کرتا تھا بایں وجہ ان کی مرضی ہندوستان بھیجنے کی تھی اس زمانہ میں دو ادارے مشہور تھے اور لوگ تکمیل علم کے لئے وہاں جایا کرتے تھے ایک جگہ رام پور، دوسرا دیوبند، اب یہ خیال پیدا ہوگیا کہ ان دونوں میں سے کس جگہ بھیجا جائے۔اس عقدہ کو حل کرنے کے لئے دادا صاحب رحمۃ اللہ علیہ آفتاب زمانہ حضور قاضی صاحب آوان شریف کی خدمت اقدس میں حاضر ہوئے حضور قبلہ قاضی صاحب سے پہلی ملاقات میں عرض کیا کہ حضور میرا لڑکا تکمیل علم کے لئے ہندوستان جانا چاہتا ہے۔اب فرمایئے کہ کہاں جائے کیونکہ مقام دو ہیں ایک رام پور، دوسرا دیوبند۔اس کے جواب میں حضور نے فرمایا مولوی صاحب جو جگہ قریب ہو وہاں بھیجو صرف اتنا فرما کر آپ خاموش ہوگئے حضور کے ارشاد سے دادا صاحب نے اُس وقت یہ سمجھا کہ دیوبند بھیجنے کا فرمارہے ہیں (کیونکہ یہ رام پور سے قریب ہے) چنانچہ واپس آکر دادا صاحب نے والد صاحب کو دارالعلوم دیوبند بھیج دیا۔ وہاں داخلہ کا امتحان مولانا اعزاز علی صاحب لیا کرتے تھے اور اکثر طلباء اس کے سامنے جانے سے ڈرتے تھے وجہ یہ کہ مولانا امتحان لینے میں بڑی سختی کرتے تھے۔ قبلہ والد صاحب بڑی دلیری سے ان کے سامنے امتحان دینے جا بیٹھے اور کتاب کھول کر ایک ورق

عبارت پڑھ ڈالی اور مطلب بیان کرنے لگے۔ مولانا ان کی قابلیت بھانپ گئے کہنے لگے کتاب بند کردو میں نے تمہاری خداداد قابلیت کا اندازہ کرلیا۔ تم امتحان میں اول نمبر ہو۔ اس پر باقی جتنے طلبہ تھے سب حیران رہ گئے اور کہنے لگے کہ مولانا جس کا امتحان لیں اس کا تو پاس ہونا ہی مشکل ہوتا ہے تم پر خاص اللہ تعالیٰ کا فضل وکرم ہوا ہے۔

دارالعلوم کا انتظام بہت اعلیٰ تھا عمارت عمدہ، کمرے شاندار، درس گاہیں نفیس غرضیکہ جیسا ایک اسلامی دارالعلوم کا انتظام ہونا چاہیئے ویسا ہی اس دارالعلوم کا انتظام تھا۔

حضرت والد بزرگوار نے امتحان داخلہ کے بعد علم معانی کے کچھ اسباق مولانا عبدالسمیع صاحب سے، اور منطق کے کچھ اسباق شیخ المنطق مولانا محمد ابراہیم صاحب سے شروع کئے یہ ان دنوں کی بات ہے کہ جن دنوں مولانا انور شاہ صاحب کشمیری دارالعلوم میں شیخ الحدیث تھے۔ حضرت والد صاحب شاہ صاحب کے درس حدیث میں بھی کبھی جا کر شریک ہوتے تھے فرمایا کرتے تھے کہ شاہ صاحب بخاری شریف پڑھاتے ہوئے نہایت مبسوط تقریر کیا کرتے تھے۔ مگر مجھے اسباق کے سلسلہ میں کسی سے اطمینان نہ تھا اور نہ ہی مجھے کوئی مطمئن کرسکتا تھا۔ اس کی وجہ یہ تھی جو میں پوچھنا چاہتا تھا اس کا کوئی جواب نہ ملتا تھا جس کی وجہ سے میری پریشانی میں اضافہ ہو جاتا تھا۔

یہ بھی میں نے والد صاحب سے سنا کہ ایک دفعہ مختصر المعانی پڑھتے ہوئے میں نے اپنے استاذ سے ایک عبارت کا حل پوچھا جس کا انہوں نے کوئی جواب نہ دیا۔ آخر مجھے ایک بڑے استاذ کے پاس لے گئے۔ انہوں نے بڑی طویل گفتگو فرمائی مگر میرے سوال کا وہ بھی تسلی بخش جواب نہ دے سکے میں جیسا گیا تھا ویسا ہی اٹھ کر آ گیا اور اس پریشانی میں دو تین دن گذر گئے آخر میں نے خود غور کرنا شروع کیا تو اللہ تعالیٰ کے فضل وکرم سے وہ عقدہ حل ہو گیا تب کہیں جا کر میری پریشانی رفع ہوئی۔

مولانا ابراہیم صاحب سے میں حمد اللہ پڑھتا تھا۔ وہ بھی بڑی مبسوط اور طویل تقریر کرتے تھے مگر میری باتوں کا کوئی جواب نہ دیتے۔ جب میں نے دیکھا کہ اسباق میرے حسب

منشانہیں ہوتے تو میں خود غور وفکر سے مطالعہ کرنے لگا اور طرد اللباب جا کر شریک ضرور ہوجاتا مگر اپنی جگہ محنت خود کرنے لگا تا کہ احتیاج ہی نہ رہے۔

دارالعلوم کے باہر کچھ فاصلہ پر ایک مزار تھا میں اکثر کتابیں اٹھا کر وہاں چلا جاتا اور سارا دن وہیں مطالعہ کرتا رہتا اور شام کے وقت واپس آتا ان دنوں میرا یہی شغل تھا اور اسی میں دن گذارے۔

دارالعلوم کے قیام کے دوران میرے ساتھ ہزاروی طلبہ میں سے چندافراد تھے کہ جن کے نام یہ ہیں:

ا۔مولوی محمد اسحاق صاحب ڈسٹرکٹ خطیب ایبٹ آباد

۲۔مولوی غلام غوث صاحب ہزاروی

۳۔مولوی ولی الرحمٰن صاحب کاغانی

اوران کے علاوہ دوسرے علاقوں یاملکوں کے طلبہ تھے۔

ایک دن یہ واقعہ پیش آیا کہ میں طالب علموں میں بیٹھا ہوا تھا کہ مولوی اسحاق صاحب کتاب اٹھائے ہوئے مجلس میں داخل ہوئے کہ آج میں نے نورالانوار پڑھتے ہوئے اپنے استاذ پر نہایت قوی سوال کیا کہ جس کا وہ کوئی جواب نہ دے سکے اور میں نے ان کو لاجواب کردیا۔ دوسرا تو کوئی نہ بولا میں نے کہا اپنے اساتذہ کے بارے میں ایسی بے ہودہ گفتگو تمہیں مناسب نہیں۔ وہ کہنے لگے میں سچ کہتا ہوں اس میں کونسی قباحت ہے میں نے کہا اچھا اعتراض بتاؤ انہوں نے کتاب کھولی اور جس عبارت پر اعتراض تھا وہ بتائی اس سے پہلے میں نے نورالانوار کبھی دیکھی ہی نہ تھی۔ عبارت محل خدشہ یہ تھی کہ مصنف نورالانوار لکھتے ہیں: ''**ان الجزاء اذا وقع مطلقا فی معرض العقوبات**''۔

سوال یہ تھا کہ جزاء کو مطلق کہنا ٹھیک نہیں۔ کیونکہ جزاء بما کی قید سے مقید ہے مطلق نہیں میں نے جواب عبارت اور سوال پرغور کیا تو مولوی صاحب سے کہا کہ یہ تمہارا اعتراض نہیں۔ یہ تو حضرت مولانا عبدالحلیم صاحب لکھنوی کا اعتراض ہے جو کہ حاشیہ کتاب میں لکھا ہوا ہے۔ اس میں تم نے کیا کمال کیا کسی کے اعتراض کو نقل کردینا کوئی کمال کی بات نہیں کمال یہ ہے کہ تم اس کا جواب دیتے

اور پھر یہ کہ تمہارا مصنف کتاب پر اعتراض نہیں بلکہ مذہب حنفی پر اعتراض ہے کیونکہ مصنف اصول احناف کے طور پر کلام فرما رہے ہیں اب بتاؤ کیا تم خود اس کی زد میں نہیں آتے اور پھر میں نے کہا آؤ میں تمہیں اس کا جواب دیتا ہوں چنانچہ میں نے اللہ تعالیٰ کے فضل وکرم سے اعتراض مذکور کے تین جواب دیئے پہلا جواب قواعد نحو کی بناء پر دیا۔ دوسرا جواب اصول فقہ کے قواعد کو ملحوظ رکھتے ہوئے دیا۔ تیسرا جواب قواعد منطق کے مطابق دیا اور یادگار کے طور پر تینوں جواب حاشیہ کتاب پر تحریر کر دیئے جو آج بھی دار العلوم کے کتب خانہ میں محفوظ ہوں گے۔

حضرت والد صاحب فرمایا کرتے تھے کہ دار العلوم میں ان دنوں کسی قسم کا کوئی جھگڑا اور اختلاف نہ تھا میں نے وہاں کسی سے اختلافی ونزاعی مسئلہ نہیں سنا بلکہ مدتوں بعد اس قسم کے اختلافات کا انکشاف ہوا، اور نہ پہلے اختلاف کا کوئی علم نہ تھا اور عدم علم کی وجہ یہ تھی کہ وہاں اس قسم کی کوئی بات نہ ہوتی تھی۔

والد صاحب چھ مہینے دار العلوم میں قیام پذیر رہے۔ مزید کیوں نہ رہے اور وہاں سے کیوں چلے آئے یہ بھی سن لیجئے تاکہ واقعات کی ترتیب اور تکمیل ہو جائے۔ چھ ماہ گذرنے کے بعد واقعہ یہ پیش آیا کہ مولوی غلام غوث ہزاروی نے طلبہ میں سے چند شر پسند افراد کو اپنے ساتھ ملایا اور سب نے مل کر انتظامیہ کے خلاف ایک منصوبہ تیار کیا۔ جس کا پہلا نکتہ یہ تھا کہ دار العلوم کی انتظامیہ کو سرعام مارا پیٹا جائے اور درمیان میں جو آئے اس کی بھی بے حرمتی کی جائے تو اس کا نتیجہ یہ ہوگا کہ وہ لوگ مرعوب ہو کر ہماری حسب منشا کام کریں گے اور ہمارے کسی معاملہ میں مداخلت نہ کریں گے بالآخر انہوں نے اپنے تیار کردہ منصوبہ کی بناء پر ایک دن سرعام دار العلوم کے صحن میں اودھم مچایا اور انتظامیہ پر ہلہ بول دیا اور صحن مدرسہ میدان جنگ نظر آنے لگا۔ جب فتنہ وفساد کی آگ ٹھنڈی ہوئی تو مہتمم مدرسہ کی طرف سے اس فتنہ میں حصہ لینے والے افراد کو دار العلوم سے خارج کرنے کا حکم سنایا گیا۔ مجھے بھی ملکی غیرت کی وجہ سے ساتھ دینا پڑا اور ہم سب اکٹھے نکلے اور سیدھے مدرسہ مظاہر العلوم سہارنپور میں آ گئے اور وہاں سب کی رائے ٹھہرنے کی ہوئی۔ چونکہ تعلیمی سال آدھا گذر چکا تھا جو اسباق شروع تھے ان میں شرکت کئے بغیر کوئی چارہ نہ تھا اور میں مستقل

سبق پڑھنے کا خواہش مند تھا اراکین مدرسہ میری قابلیت کی وجہ سے اس پر بھی رضا مند ہو گئے تھے اور میرے رہنے پر بار بار اصرار کرتے تھے اور اسباب آسائش مہیا کرنے کی تسلی دیتے تھے۔ مگر میرا دل اٹھ گیا کہیں اس خطہ میں رہنا ہی نہ چاہتا تھا تو اس وجہ سے میں سیدھا پنجاب آ گیا اور کہاں ٹھہرا اور کس کے پاس ٹھہرا یہ بھی سنئے۔

پہلے تو گجرات اتر کر حضرت سید کبیر الدین صاحب دریائی گجراتی کے مزار پر انوار پر حاضر ہوا دو تین دن وہیں ٹھہرا اور کسمپرسی اور گم نامی کی صورت میں وقت گذارا اور پھر وہاں سے تحصیل پھالیہ کے ایک گاؤں موضع انہی چلا گیا۔ وہاں ایک مشہور فاضل زمانہ بزرگ تھے ان کے پاس ٹھہر گیا اور ان سے متداول درسی کتاب میر زاہد رسالہ شروع کی مولانا نہایت سادہ اور عام وضع رکھتے تھے ناآشنا آدمی ان کو پہچان نہیں سکتا تھا مگر بڑے پختہ عالم تھے انہیں سبق کا خلاصہ بیان کرنے میں خصوصی کمال تھا میں کتاب کے تین چار ورق پڑھتا تھا کہ جس کا دو تین جملوں میں خلاصہ بیان کر دیتے تھے اور الفاظ بہت سادہ اور عام فہم ہوتے تھے۔

ایک دن حضور غریب نواز حضرت قاضی صاحب آوان شریف کا ذکر چھڑ گیا تو حضرت مولانا نے ان کی بے حد تعریف کی اور اسی دوران فرمایا کہ ایک دفعہ ایک خستہ حال آدمی میرے پاس آیا کہ جس کی بظاہر کوئی پہچان نہ تھی پھر وہ میرے والد بزرگوار کی قبر کے پاس چلا گیا میں بھی اس کے پاس چلا گیا وہ قبر پر جاتے ہی کہنے لگا صاحب قبر بڑے اچھے حال میں ہے کوئی باوقار آدمی معلوم ہوتا ہے اور قبر میں نہایت آرام وچین سے جلوہ فرما ہے میں نے کہا تمہیں کیسے معلوم ہوا اس نے بتایا کہ میں حضور قاضی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا نیاز مند ہوں اور ان کے نیاز مندوں کو اس قسم کے حالات معلوم ہو جاتے ہیں کیونکہ حضور قاضی صاحب آفتاب ولایت اور اصحاب مشاہدہ میں سے ہیں۔ مولانا نے فرمایا اس کے کلام سے مجھے بہت حیرت ہوئی اور میں نے کہا کیا جو لوگ بھی وہاں جاتے ہیں ان کو یہ کمال حاصل ہو جاتا ہے فرمایا ہاں یہ کمال ان کے مریدوں کو ضرور حاصل ہے پھر میں خود حضرت صاحب کی خدمت میں حاضر ہوا اور یہ عرض کی کہ حضور کیا مردے باتیں کر سکتے ہیں اور ان سے کوئی ہم کلام ہو سکتا ہے فرمایا ایسا ہو سکتا ہے پھر آپ نے اپنے ہاتھ سے ایک رقعہ کاغذ پر

ایک سوال عربی میں تحریر فرمایا اور مجھے حضرت پیر لنگر صاحب (یہ اعوان شریف اور حل کے گاؤں کے درمیان ایک مشہور مزار ہے اور حضور نے ہی فرمایا کہ صاحب قبر ولی ہوئے ہیں) کے مزار پر جانے کا حکم دیا اور فرمایا یہ رقعہ ساتھ لے جاؤ اور مزار پر رکھ کر ایک طرف کچھ فاصلہ پر کھڑے ہو جانا پھر کچھ دیر بعد جا کر رقعہ اٹھا لینا اس سوال کا جواب صاحب مزار خود دیں گے میں اگر چہ محو حیرت تھا مگر حسب ارشاد چلا گیا اور رقعہ قبر پر رکھ کر کچھ دور کھڑا ہو گیا پھر جب کچھ دیر کے بعد رقعہ اٹھانے گیا تو کیا دیکھا کہ سرخ رنگ کہ جس میں کسی چمکدار سنہری چیز کی ملاوٹ بھی ہے اس سے جواب نہایت خوشخط لکھا ہوا کہ جس کو دیکھ کر میری حیرت کی کوئی انتہا نہ رہی پھر جب اس کو لے کر حضرت کے پاس آیا تو فرمایا کہ اب تسلی ہوئی کہ نہیں میں نے عرض کیا حضور جب مشاہدہ ہو جائے تو پھر تسلی نہ ہو اس چشم دید واقعہ کے بعد ان باتوں کا دل سے قائل ہو گیا ہوں۔

نوٹ: راقم الحروف سیف الرحمٰن ہزاروی کہتا ہے مجھے اچھی طرح یاد نہیں کہ یہ واقعہ حضرت مولانا کے ساتھ پیش آیا یا اس آنے والے اجنبی آدمی کو پیش آیا ان دونوں میں سے ایک کا تعین نسیان کی وجہ سے مشکل ہو گیا۔ بہر حال اصل واقعہ میں نے والد بزرگوار سے ضرور سنا ہے اس میں کوئی شک نہیں۔

مولانا صاحب انہی والے پاکباز اور زہد وعبادت میں ممتاز شخصیت کے مالک تھے اور احتیاط وتقویٰ وورع میں بے مثال تھے۔ میں نے والد صاحب سے سنا کہ ایک دفعہ اپنے کھیت میں پڑھا رہے تھے۔ اپنے ہاتھ سے کھیت کو پانی چھوڑ رکھا تھا۔ دریں اثناء کوئی طالب العلم پیشاب کے لئے اٹھا اور اس نے فراغت کے بعد دیکھا کہ پانی سے ایک حصہ زمین کا سیراب ہو گیا ہے تو اس نے معمولی کام سمجھ کر پانی کا رخ دوسرے حصہ کی طرف موڑ دیا۔ جب مولانا گئے تو یہ دیکھ کر فرمایا یہ کام کس نے کیا ہے۔ اس نے عرض کیا میں نے کیا ہے فرمایا تم پڑھنے کے لئے گھر سے نکلے ہو یا میرا کام کرنے آئے ہو اور میں نے کئی بار تمہیں کام کرنے سے روکا ہے مگر تم پھر بھی باز نہیں آتے۔ اس کھیت میں گندم تھی جب گندم کاٹنے کا وقت آیا تو اس تمام جگہ گندم کو خیرات کر دیا اور اسے اپنے استعمال میں نہ لائے یہ حضرت مولانا کے کمال احتیاط اور تقویٰ کی روشن دلیل ہے دوسرے اساتذہ

کی طرح حضرت مولانا کو بھی والد صاحب سے بے حد پیار تھا اور انہیں بڑے شوق اور محنت سے پڑھایا کرتے تھے اور فرمایا کرتے تھے کہ میں لائق تلامذہ کے ساتھ بڑا پیار کرتا ہوں۔ حقیقت میں یہی استاذ کے اصل جانشین ہوتے ہیں۔

کچھ مدت رہنے کے بعد گھر سے بکثرت خطوط آنے لگے کہ جن میں اس بات پر زور تھا کہ بہت جلد گھر آ یئے جس کی وجہ سے والد صاحب گھر چلے ائے۔

۹۔ **حضرت مولانا حمید الدین صاحب** رحمۃ اللہ علیہ بزرگ مانسہرہ کے رہنے والے تھے والد صاحب ان سے پڑھتے رہے ان کے حلقہ درس میں سینکڑوں طلباء دور دراز سے آ کر شریک ہوتے مگر کھانے کا کوئی خاص انتظام نہ تھا اس کے باوجود شائقین علم بکثرت ہوتے۔ اس کی وجہ یہ تھی کہ حضرت مولانا علم کے ایک بحر ناپید کنار تھے اور ان کے علم وفضل کی شہرت دور دور تک پھیلی ہوئی تھی۔

حضرت مولانا میں یہ خصوصی کمال تھا کہ بلا مطالعہ ہر کتاب پڑھاتے تھے اور جو بھی کتاب (اگرچہ زندگی میں پہلی بار دیکھی ہو) سامنے رکھ دی جائے بلا جھجک اسے پڑھانا شروع کر دیتے یہ کمال بہت ہی کم لوگوں میں پایا جاتا ہے مگر اللہ تعالیٰ نے حضرت مولانا کو اس کمال سے نوازا تھا۔ یوں معلوم ہوتا تھا کہ شاید آپ اسی کمال کے لئے پیدا ہوئے ہیں اور آپ بہت بڑے ذہین تھے اس دولت سے بھی وافر حصہ پایا تھا کہتے ہیں حضرت مولانا بے حد بردبار تھے آپ کو بالکل غصہ نہ آتا تھا ایک خطیب صاحب آپ کو برسر عام کچھ عرصہ گالیاں دیتے رہے مگر مولانا اس بات کی مطلق پرواہ نہ کرتے تھے۔ اور اکثر نماز جمعہ ان کے پیچھے جا کر پڑھتے آپ کے شاگرد عرض کرتے کہ وہ آپ کو گالیاں دیتے ہیں مگر آپ پھر ان کے پیچھے نماز ادا کرتے ہیں اس کے جواب میں آپ فرماتے ہیں کہ میں ان کے علم کی وجہ سے انہیں کچھ نہیں کہتا اور اسی وجہ سے نماز پڑھتا ہوں جب خطیب صاحب کو اس بات کا علم ہوتا تو پھر گالیاں دیتے غرضیکہ وہ ہمیشہ خرافات بکتے رہتے مگر مولانا ان کے ساتھ حسن سلوک ہی کرتے۔ ایسے لوگ مقتدائے قوم بننے کے قابل ہوتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ ایسے لوگوں پر رحمت کی بارش نازل فرمائے۔

حضرت مولانا محمد خلیل صاحب محدث ہزاروی رحمۃ اللہ علیہ یہ بزرگ قبلہ والد صاحب کے حقیقی چچا اور خُسر بھی تھے والد صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے ان سے حدیث کی کتابیں اور تفسیریں پڑھی تھیں یہ بزرگ فن حدیث اور تفسیر میں بے حد مہارت رکھتے تھے کتب حدیث کا اکثر حصہ ان کو زبانی یاد تھا اور بے شمار تفسیری نکات بھی از بر تھے کہتے ہیں کہ تفسیر روح البیان ان کو زبانی یاد تھی جو کہ بڑی ضخیم آٹھ جلدوں میں ہے۔ پڑھاتے وقت کتاب نہیں رکھتے تھے بلکہ طلبہ کے ساتھ ساتھ زبانی عبارت سے پڑھتے جاتے۔

فقیہ العصر حضرت مولانا محمد مظہر جمیل صاحب رحمۃ اللہ علیہ سے عمر میں چھوٹے تھے زہد وعبادت اور تقویٰ اور ورع میں بے نظیر تھے، ہر وقت ذکر وفکر میں مشغول رہتے لوگوں سے کم میل ملاپ رکھتے۔ بلا ناغہ پچھلی رات اٹھ کر عبادت کرتے ہر روز دس پارے قرآن مجید پڑھتے۔ ہر مہینہ سنت کے مطابق کچھ روزے رکھتے اکثر قرب وجوار کے پہاڑوں میں جا کر عبادت الٰہی کرتے۔ ساتھ کچھ معمولی توشہ لے جاتے پھر اسی پر وقت گزارتے کہتے ہیں کہ آپ پیکر حسن وجمال اور بہت جمیل وخوبصورت تھے جو آپ کو دیکھتا محو حیرت ہو کر سبحان اللہ کہہ دیتا۔ چہرہ کی چمک ودمک اور قدرتی رعب کی وجہ سے کوئی آنکھ اٹھا کر دیکھ نہیں سکتا تھا۔ بڑے ہنس مُکھ تھے اکثر مسکراتے رہتے۔ بہت کم غصہ آتا تھا اور اگر غصہ آجائے تو پھر دیر سے ٹھنڈا ہوتا تھا بے حد فیاض اور مجسمہ جود وسخا تھے۔ بڑے مہمان نواز تھے۔ مہمان آنے پر بہت خوش ہوتے اور ان کی بڑی تواضع کرتے۔ ہر آنے والے سے خندہ پیشانی کے ساتھ ملتے۔ رشتہ داروں کے ساتھ بے حد ہمدردی اور حسن سلوک کرتے تھے۔ آپ کی پانچ بہنیں اور ہر ایک کی اولاد بھی تھی ان سب سے بے حد پیار ومحبت کرتے تھے کئی کئی دن ان کو گھر لا کر رکھتے اور ہر طرح ان کی خدمت کرتے اور پھر ان کو خود جا کر گھر پہنچاتے۔ ہمیشہ آپ کا یہی دستور رہا ہر معاملہ میں ان سے مشورہ کرتے اور پھر ان کی رائے کے مطابق عمل کرتے آپ پیکر شرم وحیا تھے۔ گھر میں اونچی بات کرنا بھی پسند نہ کرتے تھے اور نہ ہی گھر میں زیادہ دیر ٹھہرتے صرف کھانا کھانے آتے یا رات کو آتے اور اکثر اوقات مسجد میں پڑھتے پڑھاتے گذارتے یا کچھ وقت کام کے لئے اپنے کنوئیں پر چلے جاتے اور خود اپنا کام کرتے اس

میں شرم محسوس نہیں کرتے تھے آپ پر تصوف اور روحانیت کا زیادہ غلبہ تھا جوانی کے زمانہ میں ایک دفعہ گھر سے ناراض ہو کر چلے گئے اور مدتوں گم نام رہے۔ کہتے ہیں بارہ سال گم رہے آپ کے بعد والدین بے حد پریشان ہو گئے اور ہمیشہ ان کو یاد کر کے زار وزار روتے والدہ یہ دعا مانگتی کہ یا اللہ ایک دفعہ بیٹا ملا دے کر میں ان آنکھوں سے دیکھ لوں پھر دنیا سے اٹھا لینا کیونکہ جانا یہاں سے تو ضرور ہے کہتے ہیں والدہ کو ان کے ساتھ بے حد پیار تھا جب یہ گم ہو گئے تو وہ روتے روتے بیمار ہو گئیں بہنیں فراق میں ہمیشہ روتیں اور اکثر کھانا چھوڑ دیتیں اور بھائی کے آنے کی نذریں مانتیں غرضیکہ گھر والے قلق واضطراب کی زندگی گذار رہے تھے۔

ادھر حضرت موصوف گھر سے نکلنے کے بعد بنگال (مشرقی پاکستان) چلے گئے وہیں ایک نواب کے پاس ٹھہرے کچھ دنوں کے بعد اس کی لڑکی سے عقد نکاح ہو گیا۔ آرام اور آسائش سے رہنے سہنے لگے۔ ایام زندگی میں کوئی غم نہ تھا، بڑی خوشحال زندگی بسر کر رہے تھے کہ اچانک گھر والوں کا خیال دامن گیر ہوا اور عجیب وغریب خواب آنے لگے اور ایک دم طبیعت اچاٹ ہو گئی اور دل اداس ہو گیا اور ہر وقت گھر کا خیال دل میں چٹکیاں لینے لگا ایک دن کہیں باہر سے گھر آ رہے تھے کہ اچانک اپنی بیوی صاحبہ کو دروازے میں کھڑا دیکھا تو اس سے دل میں شدید نفرت پیدا ہو گئی دوسرے روز صبح سویرے اٹھتے ہی کسی کو اطلاع دیئے بغیر گھر سے نکل کھڑے ہوئے اور عازم وطن ہو گئے جب اپنے گاؤں پہنچے تو نصف رات گذر چکی تھی گھر کے صحن میں دیوار پھاند کر داخل ہوئے پھر مکان کا دروازہ کھٹکھٹایا گھر والے آپ کو بھول چکے تھے وہ حضرت کی زندگی سے ناامید ہو چکے تھے اپنے خیال میں آپ کو مردوں میں شمار کر چکے تھے جب آپ نے دروازہ پر دستک دی اور آواز بھی دی تو گھر والوں نے بڑی تیزی سے دروازہ کھولا اور پھر دیر تک مدتوں کے بچھڑے ہوئے مسافر کے گلے لگ کر روتے رہے۔ تھوڑی دیر کے لئے گھر ماتم خانہ نظر آنے لگا۔ پھر سب نے آپ سے حالات سفر پوچھے اور پھر صبح ہوتے ہیں اللہ تعالیٰ کے اس انعام کے شکریہ میں صدقات بانٹے گئے اور پروردگار عالم کے آستانے پر شکر کے سجدے بجالائے گئے کہتے ہیں کہ حضرت کے آنے کے کچھ دنوں بعد آپ کی والدہ صاحبہ کا انتقال ہو گیا اور ان کا اللہ تعالیٰ کے ساتھ وعدہ پورا

ہو گیا۔

پھر کچھ عرصہ گذرنے کے بعد گھر والوں نے آپ کی شادی کا انتظام کیا۔اس سلسلہ میں کافی کوشش کی گئی آخر گوجرہ علاقہ تربیلا کے مشہور اور مستند عالم دین حضرت مولانا محمد عزیر صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی صاحبزادی سے آپ کی شادی ہوگئی کچھ مدت بعد آپ نے دوسری شادی ڈھینڈ ہ سے کی کہتے ہیں آپ کی دوسری بیوی سے بھی کچھ اولاد ہوئی مگر اس بیوی کا جلد ہی انتقال ہو گیا اور اولاد بھی زندہ نہ رہی۔

پہلی بیوی سے سات لڑکے اور ایک لڑکی پیدا ہوئی۔ چار لڑکے تو بچپن میں ہی وفات پا گئے کہتے ہیں ایک لڑکا چارپائی سے گرتے ہی مر گیا۔ دوسرا ایک دن حضرت موصوف کے پاس کھڑا تھا اور آپ کہیں باہر (غالباً ہمشیرہ کو لینے موضع بھیڈ یاں جا رہے تھے) کہ اس کو بہلانے کی غرض سے آلو بخارے دیئے ایک اس نے منہ میں ڈالا جو گلے میں اٹک گیا اور اس بے چارے کی جان نکل گئی اللہ تعالیٰ کی قدرت دیکھئے کہ ایک لمحہ میں شادی ماتم میں بدل گئی جو ابھی ہنس رہے تھے وہی اب روتے دکھائی دے رہے ہیں اور ایک تھوڑے سے وقت میں بنے ہوئے پروگرام میں انقلاب آ گیا۔ بزرگو۔ دوستو اسی سے مالک الملک کی پہچان ہوتی ہے۔ جناب علی رضی اللہ عنہ نے کیا خوب فرمایا:

''عرفت ربی بفسخ العزائم''۔

ارادوں کے ٹوٹنے سے میں نے پروردگار کو پہچانا۔

مطلب یہ کہ میں سمجھ گیا کہ جو انسانی ارادوں پر قابو رکھتا ہے وہی خدا ہے اور وہی سب کا حاجت روا ہے۔ حضرت موصوف کے دوسرے دو لڑکے بھی کسی معمولی حادثے کا شکار ہو کر دنیا سے چل بسے۔ باقی تین لڑکے رہ گئے بس یہی گھر والوں کی امیدوں کا سہارا تھے اب سنئے ان بے چاروں کے ساتھ کیا ہوا۔

کہتے ہیں یہ تینوں بڑے خوبصورت اور پیکر حسن و جمال تھے جس گلی سے گذرتے تھے۔ لوگ ان کو دیکھنے کے لئے کھڑے ہو جاتے اور ایک دوسرے سے پوچھتے یہ کس کے فرزند ہیں اور

سمجھدار دیکھتے ہی ماشاءاللہ پڑھتے ۔ اُف تقدیر نے ان کے ساتھ یہ کیا کہ جب سرحد جوانی میں داخل ہوئے تو تینوں اچانک مرض چیچک میں مبتلا ہو گئے اور ان کی اکلوتی بہن ان کے ساتھ ہی بیمار ہوئی اور سب کا مرض دن بدن بڑھتا گیا:

مرض بڑھتا گیا جوں جوں دوا کی

آخر صرف ایک ہفتہ میں یہ تینوں دنیا سے چل بسے اور ہمشیرہ صحت یاب ہوگئی۔ جب اس کو افاقہ ہوا تو اس نے کیا دیکھا کہ سارا گھر خالی ہو چکا ہے اور اس کے ناز و ادا والے بھائی عدم کو روانہ ہو چکے ہیں۔ کہتے ہیں کہ حضرت مولانا صبر و استقامت کے پہاڑ تھے اتنا عظیم صدمہ آنے کے باوجود آپ کے پائے استقلال میں ذرا لغزش تک نہ آئی اور اتنے بڑے حادثہ کو خندہ پیشانی سے برداشت کیا اور اس حالت میں بھی کوئی حرف شکایت زبان سے نہ نکلا اور آج تک لوگ بیان کرتے ہیں کہ جتنے صابر حضرت مولانا تھے اتنا صابر کسی کو نہ دیکھا گیا۔ یوں معلوم ہوتا تھا کہ آپ پر کوئی صدمہ پیش آیا ہی نہیں۔ صبر و استقلال اللہ تعالیٰ کے عظیم عطیات میں سے ایک نادر عطیہ ہے۔ بہت تھوڑے لوگوں میں یہ وصف پایا جاتا ہے۔ مگر حضرت موصوف میں یہ نادر وصف بدرجہ کمال موجود تھا اگر آپ کو صبر و استقامت کا معدن کہا جائے تو بجا ہے۔

حضرت موصوف کے گھر میں صرف ایک لڑکی رہ گئی جو سب کی آنکھوں کی ٹھنڈک تھی اور سارے گھر والوں کی نظریں اس پر مرکوز تھیں یہی ان کے لئے راحت جان تھی کچھ دنوں کے بعد حضرت مولانا نے اپنی لڑکی کا عقد نکاح اپنے بھتیجے حضرت علامہ قاضی صاحب سے کر دیا اور یہ اس لئے کیا کہ دونوں گھروں میں پھوٹ پیدا نہ ہو اور دونوں آرام سے زندگی بسر کر سکیں اور پھر آپ نے حرمین الشریفین کا سفر کا ارادہ کر لیا۔ چنانچہ حج کے موقعہ پر تیار ہو گئے۔ جب لوگ آپ کو رخصت کرنے کے لئے جمع ہوئے تو سب آبدیدہ ہو کر عرض کرنے لگے کہ اللہ تعالیٰ آپ کو بخیر و عافیت واپس لائے۔ حضرت مولانا فرماتے یہ دعا نہ کرو بلکہ یوں کہو کہ اللہ تعالیٰ مجھے وہیں موت دے اور اسی پاک زمین پر سلامتی ایمان سے میرا خاتمہ ہو چنانچہ لوگوں سے الوداع کے وقت موصوف نے یہی دعا مانگی پھر آپ رخصت ہو گئے پھر وہاں کیا ہوا یہ بھی سن لیجئے تا کہ واقعات کی

تکمیل ہو جائے۔

حضرت مولانا حالت احرام میں خدا کے گھر داخل ہوئے اور پھر احسن طریق سے مناسک حج ادا کئے ایک دفعہ بیت اللہ کا طواف کر رہے تھے اور یہ جمعہ کا دن تھا اثنائے طواف میں علاقہ تربیلا کی ایک عورت نے آپ کو دیکھ کر پہچان لیا۔(یہ عورت اپنے شوہر کے ساتھ وہیں قیام پذیر تھی) پھر عورت جلدی سے گھر آئی اور خاوند سے کہا کہ آج میں نے اپنے وطن کے نامور عالم دین کو دیکھا جو کہ ہمارے بڑے کرم فرما ہیں اور میں ان کی دعوت کرنا چاہتی ہوں لہذا تم جلدی سے کپڑے بدلو اور وہیں کعبۃ اللہ میں جا کر نماز جمعہ ادا کرو اور نماز پڑھنے کے بعد حضرت مولانا کو اپنے ساتھ لے آؤ یہاں انہیں ایک دو دن ٹھہرائیں گے اور ان کی حسب منشاء خدمت کر کے اپنے اللہ کو راضی کریں گے چنانچہ اس عورت کا خاوند بہت جلدی سے بیت اللہ شریف میں داخل ہوا پھر اس نے باقی لوگوں کے ساتھ نماز جمعہ ادا کی پھر نماز پڑھ لینے کے بعد حضرت مولانا کی تلاش میں ادھر ادھر گھومنے لگا اچانک کیا دیکھتا ہے کہ ایک جنازہ آ رہا ہے اور بکثرت اس کے ساتھ لوگ ہیں اس نے حیران ہو کر پوچھا یہ کس کا جنازہ ہے۔لوگوں نے کہا ہزارہ کے ایک مولوی صاحب کا انتقال ہو گیا ہے یہ ان کا جنازہ ہے جب بتانے والوں نے یہ بتایا تو پوچھنے والا محو حیرت ہو گیا اور کف افسوس ملنے لگا۔کاش میں زندگی میں حضرت کی زیارت کر لیتا اور ان کی خدمت کا کوئی موقع ہاتھ آ جاتا تو کتنا اچھا ہوتا مگر آہ بدقسمتی ہے میں یہ دولت نہ پا سکا پھر اس نے بھی حضرت کی نماز جنازہ پڑھی پھر آہ وزاری کرتا ہوا گھر گیا اور سارا ماجرا اپنی بیوی کو کہہ سنایا وہ بھی سن کر دنگ رہ گئی کہنے لگی قریباً دس بجے میں نے ان کو طواف کرتے ہوئے دیکھا تھا اور اسوقت بظاہر آپ کو کوئی تکلیف نہ تھی پھر وہ عورت زار زار رونے لگی اور آپ کی خدمت نہ کر سکنے کا افسوس کرنے لگی اور آپ کی عجیب وغریب موت پر ہر ایک کو تعجب ہوا دراصل حضرت مولانا کی پروردگار عالم نے دعا سن لی کیونکہ آپ کی دلی تمنا یہی تھی جب لوگ نماز جنازہ پڑھ چکے تو آپ کو مکہ مکرمہ کے مشہور قبرستان جنت معلیٰ میں سپرد خاک کیا گیا۔(انا للہ وانا الیہ راجعون)

آپ کتنے خوش قسمت تھے کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو ہمیشہ کے لئے اپنے گھر میں سلا دیا

اورخاک مکہ (کہ جس کوقرآن نے بلد امین کہا ہے) کو آپ کے مدفن کے لئے منتخب فرمایا۔ کہتے ہیں کہ جاتے وقت علاقہ تربیلا کا کوئی آدمی آپ کے ساتھ تھا وہاں بھی وہی آپ کے ساتھ اور آخری وقت بھی وہی آپ کے پاس تھا آپ نے آخری وقت سارا سامان اس کے حوالہ کیا اور کچھ سونے کے پونڈ بھی اس کو دیئے اور یہ وصیت فرمائی کہ میری کچھ چیزیں یہیں تقسیم کر دینا اور باقی سامان اور پونڈ جب وطن جانا تو میرے بھتیجے کے حوالے کر دینا اور میری موت کی بھی اسے اطلاع دے دینا۔ بڑی سختی سے آپ نے ان باتوں کی اس کو تاکید فرمائی نیز فرمایا کہ اگر تو نے ایسا نہ کیا تو بروز قیامت تو میرا چور ہوگا اس نے وصیت پوری کرنے کا وعدہ کیا میرے (یعنی سیف الرحمٰن) کے قبلہ والد صاحب فرمایا کرتے تھے کہ جب وہ آدمی واپس گھر آیا تو اس کے آنے سے پہلے ہی ہمیں اطلاع ہوگئی تھی۔ مگر ہم مزید تسلی کے لئے اس کی آمد کے منتظر تھے۔ ہر روز اس کا انتظار کرتے آخر وہ کئی دن گذارنے کے بعد میرے پاس آیا پھر اس نے سامان اور پونڈ میرے حوالے کئے۔ جب میں نے پونڈ شمار کئے تو کم تھے۔ یوں معلوم ہوتا تھا کہ کچھ پونڈ اس نے خود رکھ لئے میں نے کہا یہ پورے نہیں۔ کاغذ میں جتنی تعداد لکھی ہوئی ہے اس کے مطابق نہیں بتاؤ باقی پونڈ کہاں ہیں۔ جب میں نے بار بار اصرار کیا تو کہنے لگا راستہ میں بدوؤں نے مجھ سے چھین لئے ہیں۔ اگر میں نہ دیتا تو جان کا خطرہ تھا بایں وجہ کچھ میں نے ان کو دیدئے اور ان سے جان بچائی۔ مگر یہ اس کا جھوٹ تھا چنانچہ میں نے کہا کیا تو اس بات پر قسم کھا سکتا ہے۔ کہ ایسا ہی ہوا۔ اس سے وہ کچھ پھیکا پڑ گیا۔ آخر میں نے کہا۔ لوسن اگر یہ پونڈ بھی تم مجھے نہ دیتے تو کوئی پرواہ نہ تھی۔ جب چچا مرحوم ہی مجھے اکیلا چھوڑ کر دنیا سے رخصت ہو گئے اور ہم سے ہمیشہ کے لیے جدا ہو گئے۔ تو اگر تمام پونڈ مل جاتے تو کس کام کے تھے۔ مگر افسوس تو صرف اس بات کا ہے کہ تم نے ان کی وصیت پوری نہ کی۔ کاش مال کے لالچ میں تم ایسا نہ کرتے۔ تو کیا اچھا ہوتا اچھا کوئی بات نہیں میرے حضرت کو ہمیشہ دعا میں یاد کرنا۔ ان کا تم پر حق ہے اس حق کو نہ بھولنا۔ اللہ تعالیٰ مرحوم پر رحمتوں کی بارش برسائے آمین۔ پھر وہ بعد بخوشی مجھ سے رخصت ہو کر چلا گیا۔ پھر میں نے اپنے تمام رشتہ داروں کو حضرت کی وفات کی اطلاع دی۔ وہ سب آ گئے ان کے علاوہ اور بھی جو سنتا میرے پاس دعا کے لیے آتا کئی دنوں تک یہ

سلسلہ جاری رہا۔ اوران ہی دنوں میں نے حضرت مرحوم کے ایصال ثواب کی خاطر خیرات کی۔ جو سب لوگوں نے کھائی۔ حضرت کی بہنیں اور بھانجے بھانجیاں رونے لگے۔ اور کہنے لگے آج ہماری آمدورفت کا سلسلہ ختم ہوگیا۔ اب ہم کس کے پاس آیا کریں گے۔ تو میں نے سب کو بٹھا کر مؤدبانہ عرض کی۔ کہ میں چچا مرحوم کے مقام کو تو نہیں پہنچ سکتا۔ اور نہ ان کی طرح تمہاری خدمت کر سکتا ہوں۔ مگر میں وعدہ کرتا ہوں کہ زندگی کے آخری دم تک میں تمہارا خادم ہی رہوں گا۔ اور کسی کام میں تم سے سرتابی نہ کروں گا۔ اور آج کے بعد تمہارا آنا جانا میرے ہی گھر ہوگا۔ اور یہ وہی گھر ہے کہ جس میں حضرت مرحوم مجھے بٹھا کر گئے ہیں۔ میں نے اپنے والد بزرگوار کی جگہ چھوڑ دی اور چچا مرحوم کی جگہ رہنا اختیار کیا۔ یہ سب کچھ اُن کی خوشنودی کے لیے کیا ہے۔ اور میں تمہیں بھی ان کی رضا جوئی کے لیے انشاء اللہ خوش رکھوں گا۔ جب میری یہ باتیں سب نے سنیں تو ہر طرف سے شاباش کی صدائیں آنے لگیں اور پھر سب نے میرے حق میں دعا خیر فرمائی۔ اور کہا کہ اللہ تعالیٰ ہمارے خاندان کے سارے بزرگوں کی ہمت اور طاقت تجھے عطا کرے کیونکہ اب تم ہی ان سب کے مسند نشین ہو۔ اور پھر اس کے بعد میں نے اپنی تمام عمر ان کی خدمت کرنے میں گزار دی ہے۔ اور ہر معاملہ میں ان کو خوش رکھا۔

حاذق الحکماء حضرت مولانا قاضی عبدالقیوم صاحب رحمۃ اللہ علیہ یہ بزرگ بھی والد صاحب کے اساتذہ کرام میں سے تھے۔ اوران کے گھر والد صاحب کی پھوپھی صاحبہ تھی۔ میں نے والد صاحب سے سنا کہ میں نے قطبی اور میر قطبی کے کچھ سبق مولانا سے پڑھے تھے کہ اچانک ایک دن کتابیں لے کر ان کے پاس جا بیٹھا۔ تو وہیں حضرت مولانا مجھے پڑھانے لگ گئے۔ یہ ان دنوں کی بات ہے کہ جن دنوں میں نہ کسی مولوی سے پڑھنا پسند کرتا تھا اور نہ ہی مجھے ہر عالم پڑھا سکتا تھا۔ مولانا کی اس جرات سے میں نے اندازہ لگایا کہ آپ اچھے عالم ہیں ورنہ اس وقت حالت یہ تھی کہ میں جس عالم کے سامنے کتاب کھولتا وہ کانپنے لگ جاتا۔ حضرت مولانا کے معلومات وسیع تھے۔ طبیعت آپ کی سادہ تھی اور بھولے بھالے آدمی تھے۔ زیادہ چست مزاج نہ تھے۔ بلکہ ڈھیلا مزاج رکھتے تھے مزاج میں بے حد تحمل تھا۔ چڑ چڑا پن بالکل نہ تھا۔ وجیہ اور پروقار شخصیت کے مالک تھے۔ جب بات

کرتے تو آہستہ اور ٹھہر کر کرتے۔ اور چلتے وقت آہستہ آہستہ چلتے انکو غصہ بہت کم آتا تھا۔ میرے ساتھ بے حد پیار کرتے تھے۔ فرمایا کرتے تھے کہ جو کام بھی ہو مجھے بتایا کرو۔ طب یونانی کے بادشاہ تھے۔ اس میں جو کمال آپ کو حاصل تھا۔ وہ بہت کم کسی میں دیکھا گیا ہے۔

آپ کے زمانہ میں ایک ہندو ڈاکٹر ہری پور میں پریکٹس کرتا تھا۔ مگر اس کے پاس کوئی نہ جاتا تھا۔ وہ اکثر حضرت کے پاس آتا اور اپنے روزگار کی شکایت کرتا۔ اور عرض کرتا کہ آپ لوگوں کو میرے پاس بھیجا کریں۔ اور میری تشہیر کیا کریں۔ تو آپ اس کو جواب دیتے کہ تیرے پاس مریض جا کر کیا کریں گے۔ تشخیص امراض کا تو تجھے کوئی علم نہیں ہاں البتہ تو چیر پھاڑ کا کام کر سکتا ہے۔ اگر اس قسم کا کوئی مریض آیا تو بھیج دیا کروں گا۔ مگر یاد رکھنا کسی کا علاج نہ کرنا اس کی تمہیں کوئی سمجھ نہیں خواہ مخواہ کسی کی جان ضائع کر دو گے۔

اس سے اندازہ ہوتا ہے کہ آپ کو طب میں کتنا کمال حاصل تھا۔ موصوف شاہی حکیم تھے۔ بڑے بڑے رئیس اور راجے آپ کو ڈولی میں بٹھا کر لے جاتے اور بڑی خطرناک اور ہوش ربا بیماریوں کا آپ فراخ دلی سے علاج کرتے۔ اور آپ کے علاج سے ہزاروں مریض شفایاب ہوتے۔

کہتے ہیں ایک دفعہ راجہ کشمیر نے آپ کو بلایا۔ جب آپ اس کے پاس گئے تو اس نے بتایا کہ مجھے کثرت پیشاب کی تکلیف ہے۔ ہزاروں علاج کرنے کے باوجود کوئی آرام نہیں آیا۔ اس کی عادت تھی کہ جس مرض میں خود مبتلا ہوتا اس مرض کے سینکڑوں مریض اپنے پاس رکھتا۔ کوئی بھی حکیم اس کو دوا دیتا۔ تو پہلے وہ ان کو استعمال کراتا اگر فائدہ ہوتا تو خود استعمال کرتا۔ اس کے اس دستور کے مطابق کثرت پیشاب کے سینکڑوں مریض اس کے پاس ٹھہرے ہوئے تھے۔ حضرت قاضی صاحب جب اس کی کیفیت معلوم کر چکے تو فرمایا میرے پاس صرف ایک خوراک دوائی اس مرض کے لیے ہے۔ جو کہ اکسیر اعظم ہے۔ صرف ایک خوراک دے دینا ازالہ مرض کے لیے کافی ہے۔ بہتر ہے کہ تم خود اسے استعمال کرو۔ تا کہ اس مرض سے نجات ہو۔ وہ کہنے لگا پہلے فلاں شخص کو استعمال کراؤ۔ پھر میں کروں گا۔ فرمایا صرف ایک خوراک ہے اور تو ہے ہی نہیں۔ اگر اس کو دے

دی تو یقیناً وہ اچھا ہو جائے گا۔ مگر پھر تمہارا کیا ہوگا۔ دوا تو تین چار مہینے کے بعد تیار ہوگی۔ کیونکہ جس بوٹی سے تیار ہوتی ہے ابھی وہ بوٹی ہی پیدا نہیں ہوئی اور تم ایک ہفتہ تک مر جاؤ گے۔ لہذا اپنی جان پر رحم کر کے خود استعمال کرو۔ اس قدر سمجھانے کے باوجود وہ نہ مانا۔ آخر جناب قاضی صاحب نے دوا مذکور اس کے بتائے ہوئے مریض کو کھلا دی۔ کہتے ہیں اسے رات میں کئی برتن پیشاب آتا تھا۔ مگر وہ صرف ایک خوراک استعمال کرنے سے صبح تک ٹھیک ہو گیا۔ اور اس کی تمام تکلیف رفع ہوگئی جب راجہ کشمیر کو اس کی صحت کا علم ہوا۔ تو حضرت قاضی صاحب سے کہنے لگا۔ خدا کے لیے مجھے بھی وہی دوائی دو۔ فرمایا وہ تو ایک ہی خوراک تھی۔ جو تیرے کہنے پر مریض کو کھلا دی۔ اب وہ تو اچھا ہو گیا اور تیری خیر نہیں۔ کیونکہ مزید دوا میرے پاس ہے نہیں اور اس کے بنانے کا موسم بھی نہیں۔ اب تو موت کے لیے تیار ہو جا۔ تو حضرت کی یہ بات سن کر وہ کف افسوس ملنے لگا۔ اور اپنے آپ کو ملامت کرنے لگا۔ چنانچہ حضرت قاضی صاحب کے بتائے ہوئے وقت کے مطابق وہ ہندو راجہ ہفتہ کے بعد مر گیا۔ اس واقعہ سے جناب قاضی صاحب کے اس کمال پر روشنی پڑتی ہے۔ اور یہ اندازہ ہوتا ہے۔ کہ آپ کو طب قدیم میں کتنی مہارت تھی۔ اور آپ کس قدر لائق تھے۔

مجھے موضع جاگل والے جناب حافظ سید ایوب صاحب نے یہ بتایا کہ جناب قاضی صاحب ڈھینڈہ والے میرے والد صاحب کے گہرے دوست تھے۔ جب میرے والد صاحب انہیں ملنے ڈھینڈہ جاتے تو انہیں رخصت کرنے حضرت قاضی صاحب ان کے ساتھ جاگل آتے۔ بلکہ گھر چھوڑ کر جاتے۔ اس قدر دونوں کا آپس میں پیار تھا۔ ایک دفعہ میرے والد بیمار ہو گئے میں حضرت کے پاس گیا۔ اور بیماری کی کیفیت بتائی۔ فرمایا میں جا کر انہیں دیکھ کر دوائی دیتا۔ مگر میں کھانا کھا چکا ہوں۔ اب نہیں جا سکتا۔

جناب حافظ صاحب نے بتایا کہ ان کی عادت تھی کہ روٹی کھا لینے کے بعد کچھ دیر آرام کرتے تھے۔ کہیں ادھر ادھر نہیں جاتے تھے۔ تو اس وقت خود تو نہ آئے۔ البتہ علامات معلوم کر کے دوائی دے دی۔ جب آ کر والد صاحب کو دوائی کھلائی والد صاحب نے رات آرام سے گذاری۔ اور دوسرے روز ٹھیک ہو گئے۔ جب قاضی صاحب آئے تو ان کو بیٹھا ہوا دیکھ کر بہت خوش ہوئے۔

موصوف کے پاس بے شمار لوگ آیا کرتے تھے اگر زندگی ہوتی تو جس کو آپ دوا دے دیتے اللہ تعالیٰ اس کو شفا دے دیتا۔

ضروری نوٹ: اوپر جن بزرگ لوگوں کا تذکرہ کیا گیا ہے۔ یہ سب ہمارے والد بزرگوار حضرت قاضی محمد عبدالسبحان صاحب کے اساتذہ تھے۔ ان سب سے ہمارے والد صاحب نے علم حاصل کیا اور کما حقہ، ان بزرگوں سے استفادہ کیا۔

وہ مقامات جہاں حصول علم کے لیے حضرت قاضی صاحب تشریف لے گئے:

۱۔	کانڈل	۲۔	پڑھانہ
۳۔	بیل گرہان	۴۔	غورغشی
۵۔	موضع انہی	۶۔	دیوبند
۷۔	سہارن پور	۸۔	ریاست مینڈو
۹۔	ریاست ٹونک	۱۰۔	مانسہرہ
۱۱۔	ڈھینڈہ	۱۲۔	گجرات

اساتذہ کرام کے خصوصی اوصاف وکمالات:

۱۔ حضرت مولانا محمد مظہر جمیل صاحب مرحوم۔ ان کو علم فقہ میں کمال ملکہ تھا ان کے پاس بیٹھنے سے آدمی فقیہ ہو جاتا تھا۔

۲۔ جناب ڈاکٹر عبداللہ خاں صاحب۔ ان کو شعر و شاعری میں کمال حاصل تھا اور بہت سی زبانوں پر بھی کامل عبور تھا اور اخلاقیات میں بھی بے نظیر تھے۔

۳۔ حضرت مولانا عبداللہ صاحب۔ ان کو کتابوں کے رموز و اشارات سمجھنے میں کمال حاصل تھا۔ ان کے فیض صحبت میں طالب العلم کے اندر یہ وصف پیدا ہو جاتا تھا۔

۴۔ حضرت مولانا صاحب گرہاں والے۔ یہ معقولات میں کمال رکھتے تھے اور تکلم میں بے حد ملکہ تھا۔ ان سے پڑھنے والے میں بھی یہ وصف پیدا ہو جاتا تھا۔

۵۔ فاضل زمانہ حضرت مولانا قطب الدین صاحب۔ ان کو بات کی توجیہ کرنے میں بے پایاں

کمال حاصل تھا یہ وصف بہت کم لوگوں میں پایا جاتا ہے۔

۶۔ جناب حکیم برکات احمد ٹونکی۔ یہ بزرگ عقلیات کے مسلم امام تھے۔ تو ان کے شاگردوں کو بھی یہ کمال حاصل ہو جاتا تھا۔

۷۔ جناب مولانا ابراہیم صاحب۔ ان کو مبسوط بیان کرنے پر بڑی قدرت حاصل تھی۔ ذرا سی بات کو بڑی شرح وبسط سے بیان کیا کرتے تھے۔

۸۔ حضرت مولانا صاحب انہی والے۔ ان کو خلاصہ کلام بیان کرنے میں بیحد کمال حاصل تھا۔ کئی صفحات عبارت کا مطلب چند الفاظ میں بیان کر دیتے تھے۔ اگر اس وصف میں ان کو امام الوقت کہا جائے تو بجا ہے۔

۹۔ حضرت مولانا حمید الدین صاحب۔ یہ بزرگ ہر کتاب پڑھانے پر قادر تھے۔ کسی کتاب کے پڑھانے میں ان کو کوئی اندیشہ نہ تھا جو بھی کتاب سامنے رکھ دی جائے بس اسی وقت پڑھانے لگ جاتے۔ یوں معلوم ہوتا کہ اس کو پہلے سے اچھی طرح مطالعہ کر چکے ہیں۔ یہ ایک ایسا وصف ہے جو شاذ و نادر کسی عالم میں پایا جاتا ہے۔ مگر حضرت مولانا اس سے بدرجہ کمال متصف تھے۔

۱۰۔ حضرت مولانا محمد خلیل صاحب محدث ہزاروی۔ ان کو تفسیر وحدیث میں کمال حاصل تھا یہ اپنے دور کے مانے ہوئے محدث ومفسر تھے۔ یہ بزرگ حضرت مولانا احمد حسن صاحب کانپوری علیہ الرحمۃ کے شاگرد تھے حضرت نے ان سے حدیث پڑھی تھی۔

۱۱۔ جناب قاضی عبدالقیوم صاحب ہزاروی۔ ان کو طب یونانی میں کمال حاصل تھا۔ آج تک اس فن میں زمانہ آپ کی نظیر پیش نہیں کر سکا۔ آپ اس فن کے مانے ہوئے امام تھے۔

حضرت علامہ قاضی محمد عبدالسبحان صاحب کے چند تلامذہ اور شاگردوں کے نام:

۱۔ فاضل جلیل حضرت مولانا قاضی حبیب الرحمٰن صاحب آف موضع تھپلہ ہزارہ۔ حال صدر المدرسین مدرسہ جامعہ فتحیہ وخطیب جامع مسجد اچھرہ لاہور۔ موصوف نے علوم وفنون درسیہ کی اکثر کتب حضرت موصوف سے پڑھیں۔

۲۔ شیخ التفسیر والحدیث قاضی ابرار شاہ صاحب آف موضع کیا (دریائے سندھ سے پار) ضلع ہزارہ

سابق مدرس مدرسہ میرٹھ واکوڑہ خٹک ضلع پشاور جنہوں نے اکثر کتب علوم وفنون کی حضرت موصوف سے پڑھی ہیں۔

۳۔قاضی محمد حسین صاحب آف ڈھینڈہ ہزارہ۔

۴۔میاں یحییٰ صاحب آف جوڑا پنڈ۔حال خطیب جامع مسجد موضع کرہیڑیاں ضلع ہزارہ۔

۵۔مولوی سعید الرحمٰن صاحب آف کوٹ نجیب اللہ سابق صدر مدرس مدرسہ رحمانیہ ضلع ہزارہ۔

۶۔مولوی غلام رسول صاحب خطیب جامع مسجد کوٹ نجیب اللہ۔

۷۔مولوی عبدالحکیم صاحب نقشبندی خطیب جامع مسجد کرتار پورہ و مہتمم مدرسہ فرقانیہ مدنیہ راولپنڈی۔

۸۔عالم باعمل مولانا سید احمد صاحب جو علاقہ کونڑ افغانستان کے رہنے والے تھے۔حال مقیم کراچی۔

۹۔مولوی سکندر شاہ صاحب آف سریکوٹ ضلع ہزارہ۔

۱۰۔مولوی رحمٰن صاحب سری کوٹ۔

۱۱۔مولوی فرمان شاہ صاحب (سریکوٹ)

۱۲۔مولوی عبدالحق صاحب (منگل چھائی علاقہ غیر)

۱۳۔مولوی عبدالسلام صاحب (منگل چھائی)

۱۴۔قندہار ملا صاحب۔کہتے ہیں کہ مولوی صاحب ہفتہ میں صرف ایک سبق حضرت سے پڑھا کرتے تھے۔اور بہت لائق تھے۔ان کو پڑھانے کی جرأت ہر عالم نہیں کرتا تھا۔جب شیخ الاسلام نے انکو پڑھانا شروع کیا۔تو مولوی صاحب کو حضرت سے بے حد عقیدت ہوگئی تھی۔

۱۵۔پکھلی ملا صاحب (اصلی نام معلوم نہیں) اسی نام سے وہ درس میں پکارے جاتے تھے۔حضرت سے علم نحو کی انتہائی مشکل کتاب ''متن متین'' پڑھا کرتے تھے۔اور حضرت نے اسی طالب علم کے لیے متن متین پر حاشیہ لکھا تھا۔جواب بھی متن متین کے کنارے پر آپ کے اپنے خط سے مرقوم ہے۔جس سے اصل کتاب کی پوری توضیح ہوتی ہے۔ایک دفعہ مؤلف حالات ابوالفتح سے ان کی

ملاقات لاہور مدرسہ حزب احناف کے اندر ہوئی۔ جب کہ مولف ان دنوں حزب الاحناف میں زیر تعلیم تھا۔ اور پکھلی ملا صاحب اچھرہ میں حافظ صاحب کے پاس پڑھ رہے تھے۔ کہنے لگے۔ حضرت میرے لیے متن متین کا حاشیہ لکھ کر لایا کرتے تھے۔ جس میں کتاب کی پوری وضاحت ہو جاتی تھی۔ حضوررات کو لکھا کرتے تھے۔ پکھلی ملا صاحب نے بتایا تھا کہ اسی حاشیہ کی وجہ سے میں حضرت کا عاشق بن گیا تھا پھر مجھے (ابوالفتح) اپنے ہمراہ مدرسہ اچھرہ میں لے گئے۔ اور مدرسہ دکھایا۔

۱۶۔ تناول ملا۔ (ان کا بھی نام معلوم نہیں ہوسکا) ریاست تناول کے رہنے والے تھے۔ درس کے اندر اسی نام سے پکارے جاتے تھے۔

نوٹ: حضرت کے درس میں جو طالب علم جس علاقہ کا رہنے والا ہوتا تھا۔ اسی علاقہ کے نام سے پکارا جاتا تھا۔

۱۷۔ قاضی عبدالنبی صاحب کوکب لاہور

۱۸۔ صاحبزادہ مسعودالحسن صاحب چورہ شریف۔

نوٹ: مولانا کوکب صاحب نے بتایا کہ حضرت شیخ الاسلام نے معانی الاثارللامام الطحاوی المعروف بہ طحاوی شریف پر قابل قدر حاشیہ لکھا تھا۔ وہ اب صاحبزادہ صاحب کے پاس ہی ہے۔

۱۹۔ مولانا عبدالرازق صاحب آف گوہدو۔ حال مدرس مدرسہ آستانہ عالیہ گولڑہ شریف۔

۲۰۔ مولانا حافظ سید علی صاحب آف لالہ موسیٰ حال خطیب جامع مسجد محلّہ خواجگانہ، شہر گجرات

۲۱۔ مولوی عبدالشکور صاحب آف موضع ساماں ضلع کیمبل پور سابق شیخ الحدیث دارالعلوم راولپنڈی

۲۲۔ مولانا عنایت اللہ صاحب (سانگلا ہل) مشہور مناظر۔

۲۳۔ مولانا حافظ محمد فاضل صاحب ٹنگروٹ والے حال سجادہ نشین درگاہ حافظ صاحب ڈہانگری بالا ضلع میرپور

۲۴۔ مولانا محمد عبداللہ صاحب آف دوگہ ضلع گجرات حال خطیب منگلا کینٹ۔

۲۵۔صاحبزادہ سید حامد علی شاہ صاحب گجراتی حال خطیب جامع سرگودہا۔
۲۶۔حاجی احمد شاہ صاحب صدر مدرس مدرسہ خدام الصوفیۃ گجرات
۲۷۔صاحبزادہ سید محمود شاہ صاحب گجرات
۲۸۔مولوی محمد اسحاق صاحب، ابن مولانا محمد اسماعیل صاحب (مشہور نحوی عالم) آف موضع کوکل ضلع ہزارہ
۲۹۔صاحبزادہ صاحب سجادہ نشین کنگراں شریف ضلع ہزارہ
۳۰۔مولوی گل رحمٰن صاحب آف ٹانڈہ علاقہ پکھلی ضلع ہزارہ۔ حال مدرس مدرسہ محبوب آباد حویلیاں
۳۱۔صاحبزادہ فخر الدین صاحب ابن مولانا نصیر الدین صاحب آف غورغشتی ضلع کیمبل پور۔
۳۲۔سید دلبر شاہ صاحب آف گندپ ضلع ہزارہ
۳۳۔مولانا صاحبزادہ حبیب الرحمٰن صاحب آف صوابی ضلع ہزارہ
۳۴۔مولوی محمد سلیمان صاحب ریاست تناول
۳۵۔مولوی عبدالمالک صاحب لقمانیاں تربیلہ والے
۳۶۔مولوی غلام نبی صاحب
۳۷۔مولوی محمد شاہ صاحب
۳۸۔مولوی غلام ربانی صاحب آف موضع پھرہاڑی حال خطیب جامع مسجد موضع جھاڑ، تربیلہ ہزارہ
۳۹۔مولوی محمد جان علاقہ ایبٹ آباد
۴۰۔مولوی عبدالشکور ابن مولانا عبدالغفور صاحب ہزاروی
۴۱۔مولوی عبداللطیف صاحب کھاریاں
۴۲۔مولوی غلام حسین صاحب تلہ گنگ
۴۳۔مولوی محمد بخش صاحب خطیب جامع مسجد گوجرہ تربیلہ

۴۴۔مولوی حافظ محمد عظیم صاحب حال خطیب منگلا کینٹ

۴۵۔مولوی محمد اسلم صاحب ضلع گجرات

۴۶۔مولوی خلیل الرحمٰن صاحب آف کھمیاں ضلع ہزارہ

۴۷۔مولوی عزیز گل صاحب

۴۸۔مولوی عبدالعزیز صاحب مرحوم خطیب جامع گوجرہ تربیلہ

۴۹۔مولانا عبدالقیوم صاحب آف غازی ضلع ہزارہ

۵۰۔مولوی محمد حسین صاحب آف عمر چک ضلع گجرات حال مدرس ہائی سکول اوکاڑہ وخطیب جامع مسجد لائل پور۔

۵۱۔مولوی محمد افضل صاحب

۵۲۔مولوی اللہ دوست صاحب علاقہ پکھلی ہزارہ

۵۳۔مولوی عبداللطیف علاقہ پکھلی

۵۴۔مولوی محمد یوسف صاحب گجرات

۵۵۔مولوی محمد بشیر صاحب آف دریالہ ضلع جہلم۔مشہور مقرر

۵۶۔مولوی نذیر حسین شاہ صاحب آف بھلوال حال ڈسٹرکٹ خطیب جامع مسجد دربار عالیہ شاہدولہ (صاحب گجرات)

۵۷۔صاحب حق صاحب علاقہ اگرور

۵۸۔مولوی عبدالدیان علاقہ اگرور

۵۹۔علاقہ چغرزئی کے تین چار مولوی صاحبان۔

۶۰۔مولوی صاحب آف بی بی کندیا پشاور۔ان کو شرح جامع اور شافیہ زبانی یاد تھے۔بہت لائق آدمی تھے حضرت کے بہت پیارے شاگرد تھے۔

۶۱۔بادے ملا صاحب (علاقہ غیر)

۶۲۔مولوی محمد یوسف صاحب نقشبندی آف کنہگ شریف ضلع لاہور

۶۳۔مولوی صوفی عبدالغفور صاحب خطیب جامع مسجد میاں سید والی باغبان پورہ لاہور۔سابق شیخ الحدیث جامعہ حضرت میاں صاحب شرقپور شریف

۶۴۔مولوی گل خان صاحب (مردان) عرف پشاوری میں۔حال صدر مدرس جامعہ چنیوٹ

۶۵۔مولوی صاحب ۔۔۔خطیب محکمہ اوقاف چنیوٹ (نام یاد نہیں رہا) علماء سیمینار منعقدہ ۲۴ اگست ۲۹ء لاہور کے موقعہ پر خود انہوں نے بتایا کہ میں حضرت قاضی صاحب سے پڑھتا رہا ہوں۔

۶۶۔مولوی محمد اسحٰق صاحب حال صدر مدرس جامعہ احیاء العلوم بھائی پھیرو ضلع لاہور

۶۷۔مفتی سید مزمل حسین شاہ صاحب صدر مدرس دارالمبلغین شرقپور شریف ضلع شیخوپورہ

۶۸۔مولانا حافظ محمد انور صاحب گجراتی خطیب جامع مسجد دولت نگر و مدرس جامعہ تبلیغ الاسلام ڈوگرہ شریف ضلع گجرات

۶۹۔مولانا محمد یونس صاحب قصور

۷۰۔مولانا عبدالخالق صاحب دربند ریاست تناول

ضـــروری نـوٹ: حضرت والد صاحب کے تلامذہ کافی الواقعہ حد وشمار نہیں۔اور یہ ایک حقیقت ہے کہ حضرت کے شاگردوں کا احصاء ہمارے لئے ممکن نہیں ہے۔ یہ چند نام تو ہزاروں ''مشتے نمونہ از خروارے'' ہیں۔ ہر علاقہ بلکہ پاک و ہند سے باہر کے طلباء نے بھی آپ سے کسب فیض کیا ہے۔مگر اس وقت تمام تر زور تعلیم ومطالعہ پر صرف کیا جاتا تھا۔کتابوں کے مسائل اور عقدے حل کرنے میں کمال پیدا کیا جاتا تھا۔اور طلباء کے ناموں کے اندراج کے لئے رجسٹر نہیں رکھے گئے تھے۔تمام کام محض فی سبیل اللہ اور خالص رضائے الٰہی کے لئے ہوتا تھا۔نہ کوئی جلسہ نہ جلوس۔نہ کوئی اشتہار نہ اخبار۔نہ تشہیر۔نہ اطلاع۔قدرتی طور پر صحیح کام ہوتا۔دیکھ یا سن کر ہر علاقہ سے لوگ کھچے چلے آتے تھے۔اب بھی ہر علاقے میں حضرت کے شاگرد تدریس وتبلیغ دین میں مصروف عمل ہیں۔نامعلوم اور غیر متعارف علماء کے ساتھ ملاقات کے دوران انکشاف ہوتا ہے۔ کہ یہ تو ہمارے حضرت کے شاگرد ہیں۔

وہ علاقے جہاں کے لوگ حضرت قاضی صاحب مرحوم سے پڑھتے رہے:

ا۔ہزارہ	۲۔علاقہ تناول	۳۔علاقہ پکھلی
۴۔علاقہ تکری دندھیاڑ	۵۔علاقہ الائی	۶۔کوہستان
۷۔گلگت وچلاس	۸۔لداخ	۹۔کونش
۱۰۔دیشیان	۱۱۔اگرور	۱۲۔سمرقندوتاشقندوغیرہ
۱۳۔بخارا	۱۴۔بلخ	۱۵۔ماسکودارالحکومت روس
۱۶۔علاقہ چھچھ	۱۷۔علاقہ میانوالی	۱۸۔علاقہ سمہ
۱۹۔ریاست سوات	۲۰۔علاقہ بنیر	۲۱۔کابل وقندہار
۲۲۔علاقہ پشاور	۲۳۔علاقہ بنوں کوہاٹ	۲۴۔علاقہ وزیرستان
۲۵۔علاقہ تیراہ	۲۶۔علاقہ مہمند	۲۷۔علاقہ باجوڑ
۲۸۔کوہستان سوات	۲۹۔پنجاب	۳۰۔مشرقی پاکستان بنگال
۳۱۔علاقہ سندھ		

مندرجہ بالا علاقوں اور ملکوں کے لوگوں نے حضرت مرحوم سے مختلف اوقات میں فیض حاصل کیا۔ آپ کے حلقہ درس میں اندازاً سو کے قریب قریب ہمیشہ طلبہ ہوتے۔گاہے کم وبیش بھی ہو جاتے تھے۔کھانے کا معقول انتظام نہ ہونے کے باوجود طلبہ جانے کا نام نہ لیتے تھے۔اور جو ایک دفعہ آپ سے پڑھ لیتا پھر وہ کسی دوسرے کے پاس جانے کا نام نہیں لیتا تھا۔اور نہ ہی کسی عالم کو تسلیم کرتا تھا۔آپ کے شاگرد دل وجان سے آپ پر فدا ہوتے تھے۔اور آپ کے ساتھ انہیں والہانہ عقیدت ہوتی تھی۔میں نے آپ کے بعض تلامذہ کو دیکھا ہے کہ آپ کی مجلس میں بے وضو نہ بیٹھتے تھے۔اور نہ ہی آپ سے بے وضو ہونے کی حالت میں بات کرتے تھے۔بلکہ جب آپ کے پاس جانا ہوتا یا کوئی بات کرنی پڑتی تو پہلے وضو کر لیتے۔حضرت مرحوم کے شاگردوں کو اس قدر عقیدت تھی کہ جس کی مثال زمانہ پیش کرنے سے عاجز ہے۔

حضرت علامہ کے اوقات تدریس:

آپ سحری کے وقت اٹھتے اور آذان سے کچھ پہلے پڑھانا شروع کرتے اور یہ سلسلہ ظہر

تک جاری رہتا گویا سحری سے لے کر نماز ظہر تک آپ پڑھاتے تھے۔اکثر بیش پچیس اعلیٰ اسباق ہوتے تھے۔گاہے بگاہے تیس تک بھی ہو جاتے تھے۔اسباق چاہے کتنے زیادہ کیوں نہ ہوں آپ ظہر تک پڑھا کر فارغ ہو جایا کرتے تھے۔نماز ظہر کے بعد آپ نے کبھی کسی کو نہیں پڑھایا۔ بلکہ پڑھانے والوں پر تعجب کیا کرتے تھے۔آپ شاگردوں کو مختلف طریقوں سے پڑھایا کرتے تھے۔ اور ہر ایک کی استعداد ولیاقت کے مطابق اسے پڑھاتے۔فرمایا کرتے تھے کہ مطالعہ کرنے کے مختلف طریقے ہیں۔مطالعہ کتب میں حضرت مرحوم کو بے پایاں کمال تھا۔جو آج تک کسی میں نہیں دیکھا گیا۔اور ہمیشہ طلبہ کو مطالعہ کرنے پر آمادہ کرتے تھے۔فرمایا کرتے تھے کہ علم مطالعہ کرنے سے آتا ہے اور کمال اسی سے پیدا ہوتا ہے۔جس شاگرد کو پڑھانا مقصود ہوتا اس کے ساتھ بے حد سختی کیا کرتے تھے۔اور ہر وقت اس کی کڑی نگرانی کرتے ایک لمحہ بھی اس کو آزاد نہ چھوڑتے۔اور اس کو مطالعہ کرنے کا طریقہ بتاتے۔جو کہ یہ تھا۔

کہ اگر کوئی شخص مطالعہ کرنا چاہے تو اسے چاہیے کہ باوضو ہو کر کسی اکیلی جگہ بیٹھے اور منہ قبلہ شریف کی طرف کرلے۔پھر یوں تصور کرے کہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے فیضان بارش کی طرح حضور اکرم ﷺ پر ہو رہا ہے۔اور حضور پاک کی طرف سے میرے استاذ المکرّم پر ہو رہا ہے۔اور ان کی طرف سے مجھ پر ہو رہا ہے۔پھر پوری کوشش و ہمت سے کتاب کھولے اور چند بار درود شریف پڑھے پھر کتاب کے ایک ایک جملہ کو دیکھے اور نحوی طریقہ سے ترجمہ معلوم کرے اگر کوئی رکاوٹ ہو تو اس کو قواعد کی رو سے دور کرلے۔پھر ترجمہ کے بعد ہر جملے کا مطلب و مفہوم ذہن نشین کرلے پھر جتنا سبق پڑھنا ہے۔اس پوری عبارت کے مطلب کو اپنے ذہن میں اچھی طرح جمائے اور ایک بار تصور سے اس کو دہرائے۔ابتدا میں اس طرح کرنے سے کچھ تکلیف ہوگی۔مگر جب ملکہ پیدا ہو جائے گا۔تو پھر کوئی تکلیف نہ ہوگی۔

حضرت والد صاحب مرحوم کا طریقہ یہ تھا کہ لائق شاگرد سے کتاب کی تقریر کرواتے اور خود سنتے اگر کہیں غلطی ہوتی تو اس کی اصلاح فرماتے۔اس طرح کرنے سے تھوڑے دنوں میں شاگرد بڑا قابل ہو جاتا۔اور موصوف کا اپنا طریقہ یہ تھا کہ پڑھاتے وقت کتاب کے کئی صفحات کی

زبانی تقریر کرتے۔ جب بیان کرتے تو یوں معلوم ہوتا کہ سمندر موجیں مار رہا ہے یہ وصف بہت کم لوگوں میں دیکھا گیا ہے۔

مقامات تدریس:

حضور والد صاحب تیرہ سال کی عمر میں علوم سے فارغ ہوئے۔ پھر چالیس سال سے کچھ زیادہ عرصہ اپنے آبائی گاؤں کھلابٹ میں طلباء کو فی سبیل اللہ پڑھاتے رہے بڑے ذہین اور لائق لوگوں نے آپ سے پڑھا۔ ہمیشہ آپ کے حلقہ درس میں شائقین کا ہجوم رہتا۔

۱۹۳۶ء میں مدرسہ بیگم پورہ گجرات میں ایک سال پڑھایا۔ پھر گھر آ گئے۔ پھر ۱۹۴۹ء کے اواخر میں مدرسہ انجمن خدام الصوفیہ گجرات میں بعہدہ صدر مدرس تشریف لے گئے۔ اور تین سال تک طلباء کرام کو پڑھاتے رہے۔ اور پڑھانے کے علاوہ فتاویٰ نویسی کا کام بھی کرتے رہے۔ پورے ضلع گجرات کے مشکل مسائل آپ ہی کے پاس آتے اور آپ ان کا فوری جواب لکھ دیتے۔

۱۹۳۶ء میں آپ نے اپنے مشہور حکیم سید سوہنے شاہ صاحب کے پاس طب یونانی کا مطب بھی کیا۔ اور دو سال شرقپور شریف میں تدریس کا کام کیا۔ اور ایک سال راولپنڈی میں شاہ عارف باللہ صاحب قادری کے مدرسہ احسن المدارس میں تدریس فرمائی۔ پھر ایک سال دار العلوم اسلامیہ رحمانیہ ہری پور ضلع ہزارہ میں طلبائے حدیث کو حدیث رسول ﷺ پڑھائی۔ اور دورہ حدیث پڑھا کر فارغ التحصیل طلباء کی دستار بندی فرمائی اور اسناد فضیلت عطا فرمائیں۔ پھر گھر واپس تشریف لے گئے۔ اور مزید دو سال تک گھر ہی رہ کر شائقین علم کو سیراب فرماتے رہے۔

ملک بھر کے بے شمار مسائل اور فتوے آپ کے پاس آتے اور آپ ان کے تحریری جوابات دیتے۔ اور لوگوں کے تنازعات اور جھگڑوں کا فیصلہ فرماتے۔ ایک ایک دن میں کئی جھگڑے چکاتے۔

حضور قاضی صاحب مرحوم کی تصانیف:

۱۔ ''فائض الانوار شرح معانی الآثار'' یہ طحاوی شریف کی شرح ہے۔

۲۔ مواہب الرحمان فی ردّ جواہر القرآن یہ جواہر القرآن کے اصطلاحی حصہ کی تردید ہے۔

۳۔ الحق المبین فی شرح متن متین یہ متن مذکورہ کی ناقص شرح ہے۔ افسوس کہ مصنف مرحوم پوری

نہ کر سکے۔

۴۔سوی الصراط فی تحقیق حیلۃ الاسقاط ۵۔حاشیہ ہدایہ

۶۔حاشیہ نورالانوار ۷۔حل وجودرابطی حمداللہ

۸۔حاصل الحصول ومحصول شرح جامی ۹۔حل ضابطۃ التہذیب

۱۰۔حاشیہ خیالی ۱۱۔حاشیہ شرح نخبۃ الفکر

۱۲۔حاشیہ شریفیہ علی السراجی ۱۳۔حاشیہ صدرا

۱۴۔حاشیہ مطول ۱۵۔حاشیہ مختصر المعانی

۱۶۔حاشیہ مقامات حریری ۱۷۔حاشیہ السبع المعلقات

۱۸۔حاشیہ جامی ۱۹۔حاشیہ تلویح

۲۰۔ردمنکرین سنت ۲۱۔ردکتاب الوسیلہ ابن تیمیہ حرانی

۲۲۔فتاوی قادریہ ۲۳۔حاشیہ قاضی مبارک

۲۴۔حاشیہ بخاری شریف ۲۵۔حاشیہ مشکوۃ شریف

۲۶۔حاشیہ بیضاوی شریف ۲۷۔انوارالاتقیاء فی حیاۃ الانبیاء

۲۸۔حاشیہ میرزاہد رسالہ ۲۹۔شرح نظم مائۃ عامل

۳۰۔شرح ہدایۃ النحو ۳۱۔محققانہ شرح عبدالرسول

ضروری نوٹ:

ان میں سے زیادہ عربی ہیں اور غیر مطبوعہ ہیں۔مگر یہ تمام تصانیف قابل دید ہیں۔''انوارالاتقیاء اور مواہب الرحمٰن'' حصہ اوّل چھپ چکی ہیں۔

حلیہ مبارکہ:

حضرت والد صاحب رحمۃ اللہ علیہ کو اللہ تعالیٰ نے حسن صورت اور سیرت دونوں سے نوازا تھا۔اور آپ پیکر زہد وعبادت تھے۔اور حسن صورت بھی مرحمت نبوی تھا اور عزم اور استقلال کے تو آپ پہاڑ تھے۔

میانہ قد نہ بہت چھوٹا اور نہ زیادہ اونچا۔شعلہ دار رخسار۔ چمکدار اور کشادہ پیشانی۔ سیاہ اور موٹی آنکھیں۔ باریک ناک۔ باریک گلابی ہونٹ نہایت چمکدار موتیوں کی طرح دانت۔ پتلی کمر۔ کشادہ اور پر گوشت ہاتھ۔سفید بازو۔کشادہ سینہ۔مگر باریک آواز۔ باریک انگلیاں۔گھنی اور دراز داڑھی۔

حالات وفات شریف

(ازقلم صاحبزادہ مفتی سیف الرحمٰن ہزاروی)

والد صاحب مرحوم رمضان المبارک ۱۳۷۷ھ میں حافظ ابن تیمیہ کی مایہ ناز کتاب الموسوم بہ کتاب الوسیلہ کی تردید لکھتے تھے اور کسی دن درسی کتاب نوالانوار کے بعض مقامات پر حاشیہ لکھتے۔ پورا رمضان المبارک آپ نے اسی شغل میں گذارا۔اور عجیب وغریب باتیں محفل کے وقت سناتے کبھی ہنساتے اور کبھی رلاتے۔اور پرانے بزرگوں کے تاریخی واقعات بڑی رنگینی سے پیش کرتے اور ان کے نمایاں کارناموں کو یاد کر کے افسوس کرتے۔الغرض اس طرح سارا ماہ مبارک گذرا۔ پھر رمضان شریف کے بالکل آخری دنوں میں آپ کو شدید بخار ہو گیا۔مگر باہمت ہونے کی وجہ سے گھر والوں میں سے کسی کو سمجھنے نہ دیا۔ پھر آئے دن کمزوری بڑھتی گئی اور اسی کے ساتھ پاؤں بھی دکھ گیا۔تو اس تکلیف کی وجہ سے آپ عید الفطر کی نماز نہ پڑھا سکے۔اور آپ کے حسب ارشاد ناچیز نے پڑھائی۔اور تکلیف کی وجہ سے زیادہ دیر مسجد میں بھی نہ ٹھہر سکے۔اکثر احباب آپ کی ملاقات کے لیے گھر پر ہی حاضر ہوتے اور آپ کی نقاہت اور ضعف کو دیکھ کر آبدیدہ ہو جاتے۔ مگر آپ ان کو تسلی دیتے اور فرماتے گھبراؤ نہیں یوں تو ہوتا رہتا ہے۔ پھر اسی دوران آپ کو پیشاب جلنے کی بیماری بھی شروع ہو گئی جب دو تین بیماریاں اکٹھی ہو گئیں۔تو پھر آپ نے اپنے مخلص دوست ڈاکٹر خواجہ محمد خان مرحوم کو اطلاع بھیجی۔ وہ قریب ہی ایک پھولدار نامی گاؤں میں رہتے تھے۔اطلاع ہوتے ہی آ گئے۔اور پوری کوشش سے آپ کو دیکھا۔اور ایک انجکشن لگایا۔اور کچھ دوا استعمال کے لئے بھی دی۔اور پھر خبر گیری کا وعدہ کر گئے۔مگر حضرت کو کچھ فائدہ نہ ہوا۔ بلکہ تکلیف

میں مزید اضافہ ہو گیا۔ دوسرے روز یہ غالباً شوال المکرّم کی تیسری تاریخ تھی۔ ناچیز کو فرمایا۔ کہ مجھے ہری پور لے جاؤ۔ میں نے عرض کی کہ آپ کس کے پاس جانا چاہتے ہیں۔ فرمایا کہ ڈاکٹر محمد شریف کے پاس جانے کو دل چاہتا ہے۔ (یہ ڈاکٹر صاحب انقلاب کے بعد ہندوستان سے آ گئے تھے۔ اور بڑے مخلص آدمی تھے۔ ان میں بڑی خوبی کی بات یہ تھی کہ پکے سنی العقیدہ تھے۔ ان کے پاس ایک وہابی آیا کرتا تھا جوان کے لڑکے کو پڑھایا کرتا تھا۔ ایک دن آیا۔ تو اس نے ایک اخبار پر یا رسول اللہ لکھا دیکھا۔ تو جل کر خاکستر ہو گیا۔ اور جلدی سے نظر بچا کر اس یا رسول اللہ والے ورق کو الٹا کر رکھ دیا۔ حسن اتفاق سے ڈاکٹر صاحب نے اس کی اس خباثت کو دیکھ لیا تو آپ کو بہت غصہ آیا۔ فرمایا ارے یہ تو نے کیا کیا ہے۔ بس آج کے بعد میرے ہاں نہ آنا۔ پھر اس کو سختی سے روک دیا۔ یہ تھی ڈاکٹر صاحب کی عقیدت۔ ہری پور میں چونکہ وہابیت کا زور ہے۔ اس وجہ سے ڈاکٹر صاحب کسی کے پیچھے نماز نہ پڑھتے تھے۔ والد صاحب ان دنوں فوارہ والی مسجد میں نماز جمعہ پڑھایا کرتے تھے۔ ایک دفعہ ڈاکٹر صاحب نے ان کے پیچھے نماز پڑھی فراغت کے بعد حضرت سے ملاقات کی۔ اور پھر عرض کرنے لگے۔ کہ میں اس شہر کو سنیوں سے خالی سمجھتا تھا۔ مگر آپ کو دیکھ کر یقین ہو گیا۔ کہ ابھی تک شیر موجود ہیں۔ پھر اس کے بعد ہمیشہ ڈاکٹر صاحب وہیں نماز جمعہ پڑھتے رہے۔ اور حضرت کا بے حد احترام کرتے)

ہاں تو میں نے عرض کی بہت اچھا ٹانگہ نہ ملنے کی وجہ سے موضع کانڈل تک میں آپ کے ساتھ پیدل آیا۔ پھر وہیں آ کر ہم رک گئے۔ تھوڑی دیر کے بعد ایک ٹانگہ آیا جس پر حکیم عبد السلام اور مولوی عبد القیوم خطیب ہری پور سوار تھے۔ میں تو کچھ کترایا۔ وجہ یہ تھی کہ وہ لوگ دیوبندی وہابی تھے۔ مگر والد صاحب نے فرمایا کترانے کی کیا بات ہے۔ ہم بھی اسی تانگہ پر بیٹھ جاتے ہیں۔ اور حکیم صاحب نے کہہ بھی دیا کہ آپ بھی آ جائیں۔ چنانچہ ہم اسی ٹانگہ پر بیٹھ گئے۔ راستہ میں حکیم صاحب نے بڑی میٹھی میٹھی باتیں آپ سے شروع کر دیں۔ کہ ہم آپ کی حق گوئی کی داد دیئے بغیر نہیں رہ سکتے۔ اور ہم آپ کے اس فیصلہ پر بے حد خوش ہوئے ہیں۔ جو آپ نے سید محمود شاہ شیعہ کے خلاف حویلیاں جا کر کیا۔ اللہ تعالیٰ آپ کو جزائے خیر عطا فرمائے۔

والد صاحب نے فرمایا حکیم صاحب لو سنو۔ میری محمود شاہ صاحب کے ساتھ دیرینہ دوستی

اور تعلق تھا۔مگر جب وہ راہ حق سے ہٹ گیا۔اور اس نے میلان الی التشیع ظاہر کیا۔تو میں اعلانیہ اس کا مخالف ہو گیا۔ میں ہمیشہ حق کا ساتھ دیتا ہوں۔رجال کو حق کے ذریعے پہچانتا ہوں۔اور حق کو رجال کے ساتھ نہیں پہچانتا۔تو اسی ضابطے کی وجہ سے میں وہابیوں کے بھی خلاف ہوں۔مگر یہ بتاؤ کہ تمہارے مولوی کیا کرتے ہیں۔ یہ دیکھو تمہارا خطیب ہے اور یہ بھی اپنے آپ کو عالم دین سمجھتا ہے۔کہ جس بے چارے کو اتنی سمجھ نہیں۔کہ عالم دین کا طرز عمل کیا ہونا چاہئے اور اکثر غیر مقلد مہدی زمان خان کے پاس جا کر کھاتا پیتا ہے۔ بتاؤ ایک حنفی کو یہ جائز ہے دیکھو وہ خان میرا مقتدی ہے۔مگر فساد عقائد کی وجہ سے میں ہمیشہ اس سے کنارہ کش رہتا ہوں۔

غرضیکہ والد صاحب نے اثنائے راہ میں خطیب کی بے حد بے عزتی کی اور بے حد رد کیا میں نے خیال کیا کہ اب خطیب بھی ضرور گرم ہوگا۔ یا کم از کم کوئی بات تو کرے گا۔مگر خطیب کے جسم میں تو حرکت تک نہ تھی اور پسینہ میں شرابور ہو رہا تھا۔ اور اس انتظار میں تھا کہ کب جان چھوٹے۔ یہ ساتھ والے حکیم عبدالسلام مذکور بھی قابل حکیم تھے۔مگر دیوبندی وہابی ہونے کی وجہ سے آپ نے ان سے علاج نہ کروایا۔ بہر حال والد صاحب کو میں ڈاکٹر صاحب کے پاس لے گیا۔ڈاکٹر صاحب نے بھی ایک انجکشن لگایا۔اور دوا بھی دی۔ پھر آپ گھر واپس آ گئے وہ دن تو آپ نے آرام سے گذارا۔ دوسرے روز پھر آپ کو تکلیف شروع ہوگئی۔اور آئے وقت زیادہ ہوتی گئی۔اسی دوران آپ کے پاس ایک مخلص عقیدت مند آیا۔اس نے عرض کیا کہ میں آپ کو ہری پور سول ہسپتال لے جاؤں فرمایا دیکھا جائے گا۔ پھر مجھے فرمایا کہ ڈاکٹر صدیقی (جو سیمنٹ کمپنی میں مانا ہوا ڈاکٹر تھا) کے پاس جاؤ اور اس کی جتنی فیس ہو دے کر اسے ساتھ لے آؤ۔ میں آپ کے ارشاد کے مطابق ہری پور گیا۔ وہاں سے اسٹیشن پر حضرت قاضی صدرالدین صاحب دامت برکاۃ العالیہ کے پاس چلا گیا۔اور حضرت کے بیمار ہونے کا ذکر کیا۔انہوں نے فرمایا کہ میں ڈاکٹر صادق کو لے جاتا ہوں۔ چنانچہ وہ خود ڈاکٹر کو لے کر وہاں پہنچے۔ میں ڈاکٹر صدیقی کی طرف چلا گیا۔ وہاں مولوی محمد یعقوب صاحب خطیب جامع مسجد واہ سیمنٹ کمپنی کے پاس گیا۔اور مولوی صاحب سے اپنے آنے کی وجہ بیان کی۔ جب ڈاکٹر کا پتہ کرایا تو پتہ چلا کہ وہ کچھ دنوں سے لاہور گیا ہوا ہے۔ خدا جانے کب آئے گا۔تو میں مجبور ہو کر واپس لوٹا۔ پھر دوسرے روز قاضی صدرالدین

صاحب زید مجدہ کے پاس گیا۔ اوران کے ہمراہ سول ہسپتال کے ڈاکٹر کولایا۔ یہ بدھ کا دن تھا۔ اس نے آکر دیکھا تو کہا کہ آپ کو ہسپتال پہنچاؤ۔ وجہ یہ کہ آپ کو پیشاب کی تکلیف زیادہ ہوگئی تھی۔ پھر آپ کو بدھ کی شام کو ہم ہسپتال لے گئے۔ رات آپ وہیں رہے۔ اور جمعرات کا دن بھی وہیں گذارا۔ اور جمعرات کو آپ بے ہوش تھے۔ یہ حالت شدت مرض کی وجہ سے تھی۔ ڈاکٹر بے حد احتیاط اور محبت سے آپ کا علاج کرتا تھا۔ مگر مرض بڑھتا گیا۔ جوں جوں دوا کی کے مطابق آپ کا مرض بڑھتا گیا۔ آخر جمعرات شام کی نماز کے بعد آپ کی روح قفس عنصری سے پرواز کرگئی (انا للہ وانا الیہ راجعون) اور آپ ہمیشہ کے لئے دنیا سے روپوش ہوگئے۔ اور آپ کے وصال سے ایک ایسا خلا پیدا ہوگیا۔ جو آج تک پر نہ ہوسکا۔ حکیم الامت جناب مفتی احمد یار خان صاحب گجراتی نے کیا ہی خوب فرمایا۔ کہ حضرت قاضی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی موت سے دنیائے اہل سنت کو بہت نقصان پہنچا۔ کہ جس کی تلافی ناممکن ہے۔

حضرت والد صاحب کی وفات کی جس نے بھی خبر سنی وہی بے ساختہ رویا۔ مخالفین نے بھی آپ کی تعریفیں کیں۔ پورا علاقہ کچھ دنوں تک ماتم کدہ بنا رہا۔ میں نے مردوں کو واویلا کرتے دیکھا۔ پھر آپ کو اسی وقت گھر لایا گیا۔ ڈاکٹر صاحب نے جب آپ کو دیکھا تو افسوس کرتے ہوئے کہا۔ کہ کاش! میں آپ کی خدمت سے محروم ہوگیا۔ پورے علاقہ میں اطلاع عام دی گئی۔ ملک کے مشہور رسائل واخبارات میں آپ کی وفات کی خبر شائع ہوئی۔ چھ ماہ تک لوگ فاتحہ کے لئے آتے رہے۔ اور ملک بھر سے خطوط بھی آتے رہے۔ پھر نماز جمعہ کے بعد آپ کی نماز جنازہ آپ کے فرزند اکبر حضرت علامہ قاضی غلام محمود صاحب ہزاروی مدظلہ العالی نے پڑھائی۔ اور حیلہ اسقاط حضرت مولانا غلام ربانی صاحب آف چنبہ پنڈ نے کیا (یہ والد صاحب کے ماموں زاد بھائی ہیں) نماز جنازہ مقررہ جنازہ گاہ میں پڑھی گئی۔ پہلے آپ کی قبر وہیں کھودی گئی تھی پھر ابوالفتح غلام محمود صاحب کے کہنے پر مسجد کی بائیں طرف اپنی مملوکہ جگہ میں بنائی گئی۔ اور لکڑی کا صندوق بنوایا گیا۔ اس میں آپ کو سپرد خاک کیا گیا۔ مزار اقدس میں کئی روز تک وہاں قرآن خوانی ہوتی رہی۔ حضرت کی پہلی جمعرات کو قدوۃ السالکین زبدۃ العاشقین الحاج جناب پیر غلام محی الدین شاہ صاحب سجادہ نشین دربار عالیہ گولڑہ شریف فاتحہ خوانی کے لئے تشریف لائے اور بے حد اظہار افسوس کیا۔

انہی دنوں بہت سے لوگوں نے آپ کو خواب میں دیکھا۔ کہ آپ سفید لباس پہنے ہوئے مسجد میں تقریر کر رہے ہیں۔ کچھ دنوں بعد حضرت کی قبر چیپس سے پختہ کرا دی گئی۔ حضرت مرحوم کی تاریخ وصال ۱۲ شوال المکرّم ۱۳۷۷ ے شب جمعہ مطابق مئی ۱۹۵۸ء۔

تاریخ وصال شیخ الاسلام حضرت علامہ قاضی محمد عبدالسبحان صاحب رحمۃ اللہ علیہ

نتیجہ فکر جناب الحاج حکیم مظفر علی صاحب ساکن عمر چک ضلع گجرات زید مجدہ

شد روانہ جانب خلد بریں		آں جناب عبد سبحاں بے مثال
عالم و فاضل فقیہہ بے نظیر		پاک صورت نیک سیرت خوش خصال
شد مُرید غوث اعظم ہم شہاب		مظہر شان محمد لازوال
چوں پپر سیدم زدل تاریخ او		مخزن جو دوسخا گفتا بسال ۱۳۷۷ھ
باز دیگر اے مظفر کن رقم		فخر ملت زاہد سال وصال ۱۳۷۷ھ
یا الٰہی جملہ فرزندان شاں		درحفاظت دار از رنج و ملال

ترجمہ فارسی اشعار: وہ جناب بے مثال عبدالسبحان اونچے بہشت کی طرف روانہ ہو گئے (سدھار گئے) جو عالم و فاضل اور بے مثال فقیہ تھے۔ پاک صورت نیک سیرت اور خوش اخلائق تھے۔ (حضرت) مرید تھے (حضرت) شہاب الدین سہروردی کے اور حضرت نبی کریم ﷺ کی لازوال شان کے مظہر تھے۔ جب میں نے اپنے دل سے ان کی تاریخ وصال پوچھی تو اس نے مخزن جودوسخا سال بتایا یعنی سال ۱۳۷۷ھ دوبارہ لکھا اے مظفر ان کی تاریخ وصال تو فخر ملت زاہد سال وصال ہے۔

تیسری تاریخ وصال:

موت العالم اعلم موت العالم ۱۳۷۷ھ — یونہی عالم کی موت جہاں کی موت ہے

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

تاریخ وصال:

سلطان المناظرین امام المتکلمین غزالی دوراں و عارف باللہ حضرت علامہ قاضی عبدالسبحان قدس سرہ:

مجاہد اہل سنت حضرت پیر ابوالکمال برق صاحب نوشاہی ڈوگہ شریف ضلع گجرات

حسرتا !وا: صدر ارباب عقول		قاضی دیں وا قف فرع و اصول
عبد سبحاں قاضی روشن ضمیر		عارف و سالک فقیہ و بے نظیر
درمعانی و کلام استاد بود		آں بمنطق فلسفہ گوئے ربود
ازخیالی بود وسعت قدر او		زینت صدر از شرح صدر او
آں غزالی عصر را زی زماں		موت عالم موت عالم بے گماں
بود چوں مغفور آں علی نشاں		سال وصلش برق گو مغفور آں

۱۔ افسوس پھر افسوس کہ عقل والوں کے صدر دین کے قاضی فروع واصول کے واقف

۲۔ قاضی عبدالسبحان جو کہ روشن ضمیر۔ عارف، سالک اور بے نظیر فقیہ تھے۔

۳۔ علم معانی وکلام میں استاد تھے۔ منطق اور فلسفہ میں تو تمام علماء پر سبقت لے گئے تھے۔

۴۔ خیالی (کتاب) سے تھی ان کے قدر کی وسعت اور صدرا (کتاب) کی زینت ان کے شرح صدر سے تھی۔

۵۔ وہ زمانے کے غزالی اور رازی تھے۔ فاضل، علامہ اور کامل راز دان تھے۔

۶۔ ان کی روح جنت کی طرف رواں ہوگئی۔ عالم کی موت کو جہان کی موت سمجھیں۔

۷۔ افسوس کہ وہ شیخ القرآن نہ رہے۔ وہ ذی شان محدث عصر نہ رہے

۸۔ اور چونکہ وہ عالی نشان تھے ہی بخشے ہوئے۔ اس لئے ان کا سال وصال

اے برق مغفور۔۔آں ہے۔

۱۳۲۶ ۔ ۵۱

۱۳۷۷

مناظر اسلام حضرت قاضی **محمد عبدالسبحان** ہزاروی کھلابٹ رحمۃ اللہ علیہ

کے عالمانہ مناظروں کی روداد

مناظرہ (نمبر ۱)

روداد مناظرہ چھچھ

علامہ زماں۔ استاذ العلماء شیخ وقت حضرت مولانا قطب الدین صاحب غور غشتی رحمۃ اللہ علیہ حضرت موصوف کے مہربان استاد تھے آپ نے ایک شرعی فیصلہ کیا تھا۔ جس میں مدعی کے گواہ کسی وجہ کی بنا پر رد ہو جانے اور قبول نہ ہو سکنے کی صورت میں آپ نے مدعی علیہ سے حسب قاعدہ حلف لے کر اس کے حق میں فیصلہ دے دیا تھا۔ آپ کے فیصلہ کے بعد مولوی حبیب الرحمان خان آف برہان ضلع کیمبل پور نے آپ کی اس فیصلہ کی بنا پر شدید مخالفت کی۔ اور سنا تھا کہ خان مذکور نے حضرت مولانا پر فتویٰ کفر بھی اسی فیصلہ کی بنا پر دیا تھا۔ العیاذ باللہ۔ اور حضرت کو مناظرے کا چیلنج بھی دیا۔ مولانا گو اپنے دور کے بہت بڑے عالم ہونے کے ساتھ بہت بڑے مناظر بھی تھے مگر آخری عمر میں بڑھاپے کی وجہ سے کمزور ہو گئے تھے۔ اور دوسرا وجہ یہ تھی کہ حضرت کا جواں سال لڑکا انہی دنوں انتقال کر گیا تھا۔ جس کی وجہ سے بہت غمناک تھے۔ اس لئے آپ نے اپنے پیارے اور عقیدت مند شاگرد حضرت والد صاحب (قاضی محمد عبدالسبحان) کو خان مذکور کے ساتھ مناظرے کے لئے کھلابٹ سے غور غشتی بلایا۔ آپ تشریف لے گئے وہاں حضرت مولانا قبلہ کے پاس آپ کے ارادت مند علماء کا بہت اجتماع تھا۔ مولانا نے فرمایا کہ میں چاہتا ہوں کہ اصلی مناظرہ (جو کہ خان صاحب کے ساتھ متعین مقام پر ہوگا) سے پہلے یہاں اپنی جگہ پر نمائشی مناظرہ ہو جائے اور وہ یوں کہ ایک آدمی میری طرف سے وکالت کرے اور دوسرا کوئی آدمی خان کی نمائندگی کرے۔ تا کہ میں اپنی جگہ دونوں کی گفتگو سن کر کچھ اندازہ کر سکوں۔ چنانچہ حضرت کی یہ گفتگو سنتے ہی والد صاحب نے فرمایا کہ میں خان کی طرف سے گفتگو کروں گا۔ تو لیجئے کوئی مولانا کی طرف سے گفتگو کرے۔ مولوی غلام خان حال غلام اللہ خان کیمبل پوری (راولپنڈی) (جو مولانا کے شاگردوں میں داخل تھا۔ اور اس وقت اس کے اس قسم کے عقائد مشہور نہیں ہوئے تھے) ابھی تھوڑے دن ہوئے تھے کہ تحصیل علم کر کے واپس آیا تھا کہنے لگا کہ میں مولانا کی طرف سے بات کروں گا۔ والد

صاحب فرماتے تھے۔ کہ میں بظاہر تو خان کی طرف سے بولنے لگا تھا۔مگر باطن دل وجان سے حضرت مولانا کا شیدائی فریفتہ آپ کا عقیدت منداور صحیح نمائندہ تھا۔اور مجھے اس بات کا بڑا دکھ اور دلی صدمہ تھا۔ کہ خان مذکور نے ہمارے قبلہ وکعبہ پر فتویٰ دیا ہے۔اور وہ شمس العلماء کے مقابلے میں آنے کی جرات کر رہا ہے۔مگر حضرت مولانا کو چند باتیں سنانے کی غرض سے میں نے خان مذکور کی طرف سے بات کرنے کی حامی بھر لی۔اور مولوی غلام خان جو بظاہر مولانا کی طرف سے بولنے کا اعلان کر چکا تھا۔درحقیقت خان کا طرف دار تھا۔اور سنا تھا کہ وہ خان سے اس کی جگہ پر مل کر آیا ہے۔اور مولانا کے پاس ان کے عقیدت مند علماء کے زمرہ میں بیٹھا ہے بہرحال گفتگو شروع ہوئی۔مناظر اسلام (حضرت والد صاحب) نے مولوی غلام خان سے قضا، افتاء، فیصلہ، صورت حال وغیرہا کے درمیان فرق پوچھا تو اس تھوڑی سی گفتگو کے بعد مولوی غلام خان خاموش ہو گئے۔ والد صاحب فرماتے تھے کہ میری گفتگو سن کر اور طرز گفتگو دیکھ کر مولانا قطب الدین صاحب بہت خوش ہوئے۔مولوی غلام خان سے میری گفتگو چھچھ کے علماء کے روبرو ہوئی تھی۔پھر دوسرے دن مولوی غلام خان میرے پاس آیا اور اپنی پگڑی اتار کر میرے پاؤں پر رکھدی اور مجھ سے معافی چاہنے لگا۔اور کہا کہ آپ سے مناظرانہ گفتگو کر کے میں نے بہت غلطی کی۔اور میں بہت شرمندہ ہوں۔میں نے کہا کوئی بات نہیں کیا ہوا۔ جو حضرت مولانا کے ارشاد کے تحت ہم نے آپس میں گفتگو کر لی۔

والد صاحب نے بتایا تھا کہ جس تاریخ کو خان صاحب سے مناظرہ ہونا تھا۔اس سے پہلی رات چھچھ کے علماء فقہ کی کتابوں سے اس قسم کا جزیہ تلاش کر رہے تھے۔ کہ مدعی کے گواہ اگر مسترد ہو جائیں تو مدعیٰ علیہ سے حلف لی جاسکتی ہے۔اور باوجودیکہ مناظرہ تو میں نے کرنا تھا۔مگر میں کتابیں دیکھنے سے بے نیاز و بےفکر بیٹھا تھا۔ بلکہ ان علماء سے بھی کہہ رہا تھا۔ کہ آپ لوگ تکلیف نہ کریں یہاں جزئیہ کی کوئی ضرورت نہیں ہے۔ وہ لوگ کہنے لگے کہ آخر دلیل تو دی جاتی ہے۔تو اس کے لئےفقہی عبارت مفید مدعا کی ضرورت ہوگی۔ میں نے کہا آپ لوگ بےفکر رہیں۔مناظرہ تو میں نے کرنا ہے۔اللہ تعالیٰ سب کچھ مہیا کر دے گا۔

بہر حال وہ علماء عبارت فقہی کی تلاش میں کتب فقہ کی ورق گردانی میں لگے ہی رہے۔اور میں بے فکری میں آرام کرنے لیٹ گیا۔ دوسرے روز میں نے اس موضوع پر جو معمولی سا فکر کیا تو مجھے معلوم ہوا کہ ہماری دلیل کے لئے یہ حدیث پاک ہی کافی ہے۔

''البَيِّـنَةُ على المُدَّعِي واليَمِينُ على مَنْ أَنْكَرَ''۔(جامع الحدیث،قوله باب سؤال الحاكم المدعى هل لك بينة قبل اليمين،جلد،۵،صفحہ،۲۸۳،دارالمعرفۃ بیروت)

یعنی مدعی کے ذمہ گواہ ہیں یعنی گواہوں کا پیش کرنا ہے۔اور قسم منکر پر ہے۔طرز استدلال یہ تھا کہ حدیث پیش نظر کی رو سے مسئلہ یہ نکلا کہ اگر مدعی کے پاس گواہ ہوں اور شرعاً مقبول بھی ٹھہریں۔ جب تو مدعی علیہ سے حلف نہیں لیا جائے گا۔اور اگر مدعی کے گواہ سرے سے ہوں ہی نہیں یا ہوں تو مگر کسی شرعی سقم کی وجہ سے مسترد ہو جائیں تو اس صورت میں بھی ''البَيِّـنَةُ على المُدَّعِي'' صادق نہیں آتا۔''البَيِّـنَةُ على المُدَّعِي''صرف اسی صورت میں صادق آسکتا ہے۔جب کہ مدعی کے گواہ ہوں بھی اور مقبول قرار پائیں۔اور اگر مدعی کے پاس گواہ سرے سے ہوں ہی نہیں ایک صورت اور یا ہوں تو مگر کسی شرعی سقم کی بنا پر قاضی شرع ان کو مسترد کر دے دوسرا صورت ان دونوں صورتوں پر'' واليمين علىٰ من انكر'' صادق ہے۔کیونکہ یہ عام ہے اور اس کے تحت یہ مذکورہ دونوں صورتیں داخل ہیں۔ لہٰذا بمطابق حدیث پاک مدعی کے گواہوں کے مسترد ہو جانے کی صورت میں بھی مدعی علیہ کو قسم بوجہ عموم حدیث دی جائے گی۔ جیسے مدعی کے گواہ بالکل نہ ہونے کی صورت میں دی جائے گا۔اور ان صورتوں کو'' علىٰ من انكر'' کا عموم شامل ہے۔ (فرمایا)

تو بس حدیث پاک سے یہ طرز استدلال سوچ کر میں اپنے دل میں مطمئن ہو گیا۔الغرض معین مقام پر فریقین کے علماء اور دوسرے لوگ جب جمع ہو گئے۔اور خوب اجتماع ہو گیا تو استاذ العلماء مولانا قطب الدین صاحب غورغشتوی نے ابتدا کرتے ہوئے فرمایا کہ مناظرہ نظر سے ہے اور اس کے معنی مساوات کے ہیں۔لہٰذا دونوں مناظرین کا علم میں مساوی اور برابر ہونا شرط ہے۔اور علم کی مساوات معلوم کرنے کے لئے اگر ہم خان صاحب سے یہ پوچھیں۔کہ بسم اللہ الرحمٰن الرحیم کا وزن صرفی کیا ہے؟ اور وزن عروض کیا؟ تو حق رکھتے ہیں۔کہ پوچھیں مگر میں نہیں پوچھتا اور اجازت دیتا

ہوں کہ اصل موضوع پر مناظرہ شروع کیا جائے۔تو میری طرف سے قاضی محمد عبدالسبحان صاحب کھلابٹی ہزاروی گفتگو کریں گے۔اور خان صاحب کو اختیار ہے کہ وہ خود گفتگو کریں یا کسی اور کو اپنا وکیل مقرر کردیں۔

مولانا کا یہ فرمانا ہی تھا کہ شیر اسلام مناظر اہل سنت خان مذکور کے بالکل قریب آبیٹھے۔اور پھر بپھر کر اور گرج کر بولے اور چند ہی منٹوں میں موضوع مناظرہ کے تعین کی گفتگو ہی میں خان پر چھا گئے۔خان کو تو کوئی راستہ دکھائی نہ دیتا تھا۔مولوی محمد اسحٰق صاحب مانسہروی نے (جو کہ خان کی طرف سے آئے بیٹھے تھے) نے جب یہ صورت حال دیکھی۔اور اپنے مناظر کی مجبوری اور بے بسی معلوم کرلی۔تو بیچ میں بول اٹھے اور لگے کوئی بات کرنے مگر ادھر قاضی عبدالسبحان تھے وہ کب ایسی باتوں میں پھنسنے والے تھے۔زوردار لہجہ میں فرمایا کہ مولوی صاحب اگر آپ کا مناظر میرے سامنے بے بس ہے۔اور آپ کو بولنے کا شوق ہے تو مناظر کو ہٹا کر اس کی جگہ آپ آجایئے۔چنانچہ چند باتیں مولوی اسحٰق صاحب کے ساتھ بھی ہوگئیں۔مولوی صاحب کو لینے کے دینے پڑ گئے اور گفتگو کا شوق جو چرایا تھا وہ مہنگا پڑا۔

مناظر اسلام نے فریق مخالف کے مقابلے میں یہی حدیث مذکورہ بالا بڑی شدومد سے پیش کردی۔اور طرز استدلال و بیان دلنواز ایسا مسکت اور مسحور کن تھا کہ فریق مقابل کو بالکل خاموش ہونا پڑا۔اور مجمع میں قاضی ہزاروی زندہ باد۔مولانا زندہ باد کے نعرے بلند ہوئے۔اور یوں مناظر اسلام فاتح کی حیثیت سے واپس تشریف لائے۔مولانا قطب الدین صاحب حضرت والد صاحب کے اس کردار سے بہت خوش ہوئے۔اور دعائیں دی۔

☆☆☆☆ ☆☆☆☆ ☆☆☆☆

مناظرہ (نمبر۲)

روئیداد مناظرہ باہنڈی منیم علاقہ خانپور ضلع ہزارہ

باہنڈی منیم جو حکیم فضل الرحمٰن صاحب (دادا صاحب کے شاگرد) کا گاؤں تھا۔ طلاق کے ایک جھگڑے کے تصفیہ کے لئے حضرت والد صاحب کو مدعو کیا گیا۔ آپ وہاں جا رہے تھے اور مؤلف حالات (ابوالفتح غلام محمود) بھی ساتھ تھا۔ کہ ہری پور میں مولوی عبدالغفور صاحب ہزاروی کے بھائی مولوی غلام ربانی صاحب سے ملاقات ہوگئی۔ حضرت ان کو اپنے ہمراہ لے کر باہنڈی منیم پہنچے۔ دوسرے روز مقدمہ طلاق کا فیصلہ ہونا تھا۔ طلاق کے مدعی فریق کی طرف سے مولوی محمد اسحٰق صاحب مانسہروی راولپنڈی سے وہاں آئے تھے۔ رات کو عشاء کے وقت عبدالقاضی شاہ صاحب (محمود شاہ کے برادر اکبر) ساکن حویلیاں حضرت والد صاحب کے پاس آ کر کہنے لگے۔ کہ آپ بھی میرے مہربان ہیں اور مولانا اسحٰق صاحب بھی۔ مگر میں آپ کی عزت کو ملحوظ رکھتے ہوئے عرض کرتا ہوں کہ آپ مولانا اسحٰق صاحب سے بحث نہ کریں۔ کیونکہ ان کو جزئیات فقہ کی معلومات کافی ہیں۔ اور کتب فقہ سے عبارتوں کی عبارتیں یاد ہیں۔ اس سے بہتر یہی ہوگا کہ آپ ان سے بحث نہ کریں۔ حضرت نے حسب عادت مسکرا کر فرمایا۔ کہ شاہ صاحب آپ بے فکر رہیں۔ خیر ہی ہوگی۔ ہم بھی جزئیات وعبارات فقہ سن لیں گے اور ہمارا مقصد تو صرف یہ ہے کہ فیصلہ حق پر ہو۔ یہ تھوڑا ہی مقصد ہے کہ فلاں فریق کو فائدہ پہنچے یا فلاں کو۔ اور انشاء اللہ یہ مقصد حاصل ہو کر رہے گا۔ باقی رہی بحث اگر اس مقصد کو حاصل کرنے کے لئے بحث ناگزیر ہوئی تو کیا حرج ہے ہونے دو بحث۔

دوسرے روز فریقین گاؤں کی مسجد میں جمع ہوئے۔ سامعین عوام کا بھی ہجوم ہوگیا۔ فیصلہ شرعی کے لئے مناظر اسلام۔ فقیہہ اعظم قاضی محمد عبدالسبحان صاحب کھلابٹی اور مولانا غلام ربانی صاحب ساکن چنبہ پنڈ۔ اور مولانا محمد اسحٰق صاحب مانسہروی اور عبدالقاضی شاہ صاحب ساکن حویلیاں۔ پر مشتمل علماء کی پنچائت بنی۔ واقعہ یہ تھا کہ موضع باہنڈی منیم کی ایک عورت جس کا خاوند کو ہالہ پتن کا

رہنے والا تھا۔اس بات کی مدعیہ تھی کہ میرے خاوند نے مجھ کو طلاق کر دیا ہے۔اس کی طرفداری کرنے والے وہاں کے بڑے چالاک ہشیار اور پیسے والے لوگ تھے۔مگر وہ مرد بے چارہ غریب اور بے کس تھا۔مولانا اسحٰق صاحب اسی طلاق کے مدعی فریق کی طرف سے آئے تھے۔اور اس طلاق کے وقوع کے اثبات میں ایک لمبا چوڑا اشتہار بھی چھپوا چکے تھے۔جیسے کہ عموماً ان کی عادت تھی۔اور گو اس مقدمہ کے شرعی فیصلے کے لئے چار علماء پر مشتمل پنچائیت قائم ہو چکی تھی۔مگر ان باقی علماء پر حضرت مناظر اسلام ایسے چھائے ہوئے تھے۔اور وہ آپ کے خداداد رعب کی زد میں اس طرح آئے ہوئے تھے۔کہ اس منظر کو دیکھ کر ایسا لگتا تھا کہ یہ سب سامعین ہی ہیں۔فیصلہ کرنے والے تو بس صرف آپ ہی ہیں۔اور یہ قدرتی امر تھا کہ ہر مجلس میں آپ کی شان ایسی ہی نرالی ہوتی تھی۔ہاں تو حضرت فقیہہ اعظم نے دریافت فرمایا کہ عورت کی طرف سے کیا کوئی وکیل ہوگا۔یا کیا صورت ہوگی۔بتایا گیا کہ جی ہاں وکیل ہوگا فرمایا۔اچھا عورت کے وکیل کے تقرر کے لئے دو گواہ اس کے پاس جائیں۔چنانچہ مولوی غلام ربانی صاحب اور عبدالقاضی شاہ صاحب اس عورت کے آدمیوں کے پاس اس غرض سے گئے۔واپس آ کر اس عورت کے وکیل مقرر کرنے پر گواہی دینے لگے تو مولوی غلام ربانی صاحب کی شہادت شرعاً صحیح قرار پائی۔اور عبدالقاضی شاہ صاحب جب اپنی شہادت دے چکے تو حضور والد صاحب نے فرمایا کہ شاہ صاحب کی شہادت شرعاً صحیح نہیں ہے۔میں اسے مسترد کرتا ہوں۔اس پر مولوی اسحٰق صاحب نے ذرا چمک کر پوچھا اور وہ کیسے ان کی شہادت شرعاً مسترد ہے۔فقیہہ اعظم نے فرمایا۔کہ شاہ صاحب نے چونکہ ادائیگی شہادت کے وقت اشھد نہیں کہا اس لئے شہادت قابل قبول نہیں ہے۔مولوی اسحٰق صاحب نے اس پر دلیل کا مطالبہ کیا۔کہ کہاں لکھا ہے کہ بروقت ادائیگی شہادت اشھد کہنا ضروری ہے۔حضرت فقیہہ اعظم نے ناچیز ابوالفتح غلام محمود (مؤلف حالات) سے ارشاد فرمایا کہ لاؤ شامی، چنانچہ ردالمختار المعروف بہ شامی پیش کی گئی (جو کہ ہم اپنے ساتھ لے گئے تھے) حضور نے کتاب کھول کر درمختار ردالمختار کی یہ عبارت پڑھی۔''وَرُکْنُهَا لَفْظُ أَشْهَدُ'' (ردالمحتار: الجزالثامن، کتاب الشہادت، صفحہ، ۱۷۴، طبع، دارالعالم لکتب الریاض) یعنی اشھد کہنا شہادت کا رکن ہے۔اس پر مولوی اسحٰق صاحب

خاموش ہوگئے۔اوران گواہوں کودوبارہ شہادت کی ادائیگی کے لئے بھیجا گیا۔اوردوسری بارآکر شاہ صاحب نے اشہد کے ساتھ شہادت دی جومقبول ہوئی۔اورپھر وکیل سے یہ وکالت منظور کرانے کے بعدمقدمہ کی کارروائی شروع ہوئی۔مقدمہ کی کاروائی کی کسی قدرسماعت اوراس کوکچھ آگے چلانے کے بعدپنچائت کے تینوں علمائے محکمین نے اس مقدمہ کی سماعت حضرت فقیہہ اعظم ہی کوتفویض کردی اورآپ پرمکمل اعتمادکرتے ہوئے خودآپ کے حق میں دست بردارہوگئے۔اور تفویض نامے پرسب نے دستخط کردیئے۔

حضرت والدصاحب نے مقدمہ کی سماعت اورتحکیم کومنظورفرمایا۔اورطے یہ ہواکہ فریقین آئندہ حضرت فقیہہ اعظم کے پاس ان کے گاؤں کھلابٹ مقدمہ کے آئندہ فیصلہ کے لئے حاضرہواکریں گے۔اس کے بعدعبدالقاضی شاہ صاحب کویہ کہتے سناکہ تمام عمراشہدکے ساتھ شہادتیں دینے کے باوجوداس موقعہ پرمجھ سے یہ فروگذاشت صرف اس وجہ سے ہوئی کہ میں نے حضرت قاضی صاحب کے مقابلہ میں اس موقعہ پرمولوی محمداسحٰق صاحب کی سائیڈلی تھی۔اوراس کومیں حضرت قاضی صاحب کی کرامت سمجھتاہوں۔پھروہ فریقین کھلابٹ میں حضرت کے پاس مقدمہ کے فیصلہ کے لئے حاضرہوتے رہے۔(ابوالفتح غلام محمود)

☆☆☆☆ ☆☆☆☆ ☆☆☆☆

مناظرہ (نمبر۳)

روئیداد مناظرہ اڈہ دریائے دوڑ کھلابٹ ضلع ہزارہ

راولپنڈی سے مولوی غلام اللہ خان کھلابٹ کے مہدی زمان خان اہل حدیث کی دعوت پر کھلابٹ گیا۔ اوراس کے ڈیرے پر ہی ٹھہرا۔ مناظر اسلام حضرت علامہ قاضی صاحب کو جب اس کی آمد کا علم ہوا۔ تو آپ نے چند آدمیوں کے ذریعہ کہلا بھیجا کہ جب تم یہاں آ گئے ہو تو اب مناظرہ کے لئے تیار ہو جاؤ اور موضوع اور جائے مناظرہ متعین کرو۔ حضرت کی طرف سے یہ پیغام کھلابٹ کے شیر احمد خان مرحوم (حضرت قبلہ پیر جماعت علی شاحب محدث علی پوری کے مرید نیک، نماز اور عقیدت کے بہت پکے آدمی تھے انتقال کر گئے ہیں۔ اللہ بخشے) اور سردار محمد عرف سردارو خان لے کر گئے۔ چند دفعہ آمد و رفت کے بعد موضوع بحث استمداد یعنی رسول اللہ ﷺ سے مدد بایں الفاظ مانگنا کہ ''یارسول اللہ ﷺ میری مدد فرماؤ''۔ مقرر ہوا۔ حضرت نے مولوی غلام خان سے یہ لکھوالیا کہ یہ کہنا کہ یارسول اللہ امدونی فی سبیل اللہ۔ یعنی اے اللہ کے رسول فی سبیل اللہ میری مدد کرو۔ شرک ہے۔ اوراس پر اپنے دستخط کر کے دیدیئے۔ لاشیئ غلام اللہ خان (راولپنڈی) حال کھلابٹ۔ اوراس کے ساتھ یہ بھی لکھوالیا کہ قیامت کے دن نبی کریم ﷺ کی شفاعت حق ہے۔ پھر حضرت نے ان کتابوں کے نام لکھ کر بھیجے۔ جن سے دوران مناظرہ فریقین اپنے مدعا کے اثبات کے لئے حوالے پیش کر سکیں گے۔ اور وہ فریقین کے نزدیک قابل تسلیم ہوں گے۔ اس تحریر پر بھی مولوی غلام خان نے دستخط کر دیئے کہ واقعی ان کتب سے فریقین اپنے مدعا پر حوالے پیش کریں گے۔ اور یہ امر طے پا گیا کہ ان تحریر شدہ و قبل از مناظرہ تسلیم شدہ کتب کے علاوہ کسی دوسری کتاب سے حوالہ تسلیم نہ ہوگا۔ اس کاروائی کے بعد حضرت نے مولوی غلام خان اور مہدی زمان خان کی طرف سے ایک کے ذریعہ یہ کہا بھیجا کہ اب جلدی مناظرہ کے لئے چلے آؤ۔ اور خود حضرت پہلے سے متعین مقام اڈہ دریائے دوڑ کی طرف چل پڑے۔ مناظرے کا وقت دس بجے صبح مقرر ہو چکا تھا۔ جائے مناظرہ پر پہنچ کر کافی انتظار کیا گیارہ بج گئے مگر مولوی صاحب نہ آئے۔ تو

حضرت نے پھر شیر احمد خان اور سردار خان کو بھیجا تا کہ ان کو جلدی باہر نکلنے پر آمادہ کریں۔ اور خود حضرت اڈہ دوڑ کی مسجد کی جنوبی دیوار کے باہر کھلی جگہ پر دھوپ میں بیٹھ گئے۔ سردیوں کا موسم تھا۔ ۱۲ بجے کے بعد وہ لوگ آتے دکھائی دیئے۔ مگر ہم سے گذر کر نیچے چلے گئے۔ حضرت نے پھر ایک آدمی ان کی طرف بھیجا کہ دوڈھائی گھنٹے تمہارا انتظار کرتے گذر گئے اور اب تم کہاں جارہے ہو۔ جلد آؤ تا کہ مناظرہ شروع ہو۔

بہرحال حضرت نے وہیں ظہر کی نماز پڑھائی۔ گردونواح کے لوگوں کا کافی ہجوم تھا۔ پھر وہ لوگ بھی آ گئے اور مناظرہ شروع ہونے لگا۔ مناظر اسلام نے سب سے پہلے مولوی غلام خان سے یہ سوال کیا۔ کہ ''ہم تو پہلے یہاں بیٹھے ہوئے تھے۔ اور تم اوپر سے آئے ہو اور یہاں صرف میں اکیلا ہی نہیں۔ بلکہ یہ اتنے مسلمان یہاں پہلے سے موجود تھے۔ مگر تم نے مسلمانوں کو سلام نہیں کیا اس کی کیا وجہ ہے''۔ مولوی غلام خان اس سوال کو پی گیا۔ اور اس کا کوئی جواب نہ دیا۔

پھر آپ نے مولوی غلام خان کی وہ تحریر پڑھ کر سنائی جس میں اس نے لکھا تھا کہ ''حضور ﷺ سے مدد مانگنا شرک ہے''۔ اور پھر اس سے پوچھا کہ کیا یہ تمہارا اپنا ہی لکھا ہوا ہے۔ اس نے اقرار کیا کہ ہاں یہ میرا ہی لکھا ہوا ہے۔

پھر آپ نے فرمایا کہ کون سی استمداد شرک ہے۔ مطلق استمداد یا استمداد مطلق اور بالضرورۃ یا بالدوام شرک ہے۔ مناظر اسلام کے اس سوال پر مولوی غلام خان شور مچانے لگا اور چیخ اٹھا کہ دیکھو قاضی صاحب نے موضوع چھوڑ دیا ہے۔ آپ نے فرمایا میں نے موضوع چھوڑا نہیں بلکہ موضوع کا تعین تم سے کروا رہا ہوں کہ تم کون سی استمداد کو شرک بتاتے ہو۔

مولوی غلام اللہ خان: میں نے بھی ''حمد اللہ'' پڑھی ہے (علم منطق کی ایک کتاب ہے)

مناظر اسلام: میں نے کب کہا کہ تم نے نہیں پڑھی۔ مگر میں نے جو بات پوچھی ہے اس کا جواب تو دو، پڑھا جو ہے۔

مولوی غلام اللہ خان: مطلق شی اور شے مطلق میں کیا فرق ہے۔

مناظر اسلام: مجھ سے الٹا یہ پوچھتے ہو بفضل اللہ تعالیٰ میرے گھر کے تو چھوٹے بچے بھی یہ بتا دیں

گے۔ کہ مطلق شے موضوع قضیہ مہملہ قد مائیر کا ہے اور شے مطلق موضوع قضیہ طبعیہ کا۔ حضرت کی اس تفصیل کے بعد مولوی غلام اللہ خان نے پھر اس بحث کو نہیں چھیڑا۔

مولوی غلام اللہ خان: مناظر اسلام کے سوال کے جواب سے گریز کرتے ہوئے عاجزانہ لہجے میں کہنے لگا کہ میں اپنے مدعا پر آیت پڑھتا ہوں۔

مناظر اسلام: آپ نے جب دیکھا کہ یہ میرے سوال کا جواب دینے سے عاجز ہے تو ارخاء عنان (ڈھیلی رسی دینے) کے طور پر جیسے کہ متبحر علماء کا طریقہ ہوتا ہے۔ فرمایا۔ چلیئے آیت ہی پیش کیجئے۔ دیکھیں کون سی آیت ہے۔

مولوی غلام اللہ خان: قرآن مجید مترجم ہاتھ میں لے کر پڑھنے لگا۔

''یَوْمَ یَجْمَعُ اللّٰہُ الرُّسُلَ فَیَقُوْلُ مَاذَآ اُجِبْتُمْ قَالُوْا لَا عِلْمَ لَنَا اِنَّکَ اَنْتَ عَلّٰمُ الْغُیُوْبِ''۔

جس دن اللہ جمع فرمائے گا رسولوں کو پھر فرمائے گا تمہیں کیا جواب ملا عرض کریں گے ہمیں کچھ علم نہیں بے شک تو ہی ہے سب غیبوں کا خوب جاننے والا۔ (المائدہ:۱۰۹)

دیکھو اس آیت سے ثابت ہے کہ رسولوں کو علم غیب نہیں ہوتا۔ یہ صرف خاصہ اللہ ہے۔

مناظر اسلام: ابھی تم کہہ رہے تھے کہ قاضی صاحب نے موضوع چھوڑ دیا ہے حالانکہ میں تو موضوع کا تعین کروا رہا تھا جو کہ ضروری ہوتا ہے۔ اور اب واقعی تم خود موضوع چھوڑ بیٹھے ہو کہ موضوع مناظرہ تو استمداد مقرر ہے۔ مگر تم نے جو آیت پڑھی ہے۔ اس سے خود تم نے یہ نتیجہ نکالا کہ رسولوں کو علم غیب نہیں ہوتا۔ مسئلہ استمداد الگ موضوع ہے اور مسئلہ علم غیب الگ موضوع۔ اور اگر تم مسئلہ استمداد پر جو اس وقت موضوع بحث مقرر ہے۔ گفتگو کرنے سے عاجز ہو تو اپنی عاجزی کا اعلان کرو۔ پھر شوق سے علم غیب کے موضوع پر ابھی گفتگو شروع کرو۔

مولوی غلام اللہ خان: اچھا میں دوسری آیت پڑھتا ہوں۔

مناظر اسلام: اس طرح تو میں دوسری آیت نہیں پڑھنے دوں گا۔ جب تک کہ تم یہ اعلان نہ کرو کہ مجھ سے غلطی ہوئی ہے۔

مولوی غلام اللہ خان: میرا مدعا میری اس پیش کردہ آیت سے صریحاً ثابت نہیں

مناظراسلام: تمہارا مدعا اس آیت سے صریحاً ثابت نہیں۔تو کیا ضمناً ثابت ہے۔ بتاؤ ضمناً کیسے ثابت ہے۔ جب تک یہ صاف اعلان نہیں کرو گے کہ مجھ سے اس آیت کے پیش کرنے میں غلطی ہوئی ہے تو میں تمہیں نہیں چھوڑوں گا۔

مولوی غلام اللہ خان: اچھا مجھ سے اس آیت کے پیش کرنے میں غلطی ہوگئی ہے۔

حاضرین: اس موقعہ پر حاضرین نے خوب خوب اور واہ واہ کے نعرے لگائے

مناظراسلام: اچھا چلئے دوسری آیت پڑھئے۔

مولوی غلام اللہ خان: قرآن مجید ہاتھ میں اٹھا کر پڑھنے لگا۔

''**قَالُوْٓا اَیْنَ مَا کُنْتُمْ تَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ ۙ قَالُوْا ضَلُّوْا عَنَّا وَ شَهِدُوْا عَلٰٓى اَنْفُسِهِمْ اَنَّهُمْ كَانُوْا كٰفِرِيْنَ** ۔تو اس سے بڑھ کر ظالم کون جس نے اللہ پر جھوٹ باندھا یا اس کی آیتیں جھٹلائیں انہیں ان کے نصیب کا لکھا پہنچے گا یہاں تک کہ جب ان کے پاس ہمارے بھیجے ہُوئے ان کی جان نکالنے آئیں تو ان سے کہتے ہیں کہاں ہیں وہ جن کو تم اللہ کے سوا پوجتے تھے کہتے ہیں وہ ہم سے گم گئے اور اپنی جانوں پر آپ گواہی دیتے ہیں کہ وہ کافر تھے۔''۔(اعراف:۳۷)

دیکھئے اس سے صاف ثابت ہے کہ نبی ولی قیامت کے دن کسی کی کچھ مدد نہ کرسکیں گے۔

مناظراسلام: تم خود یہ لکھ کر دے چکے ہو کہ قیامت کے دن حضور نبی کریم ﷺ کی شفاعت حق ہے۔ اور اب کہہ رہے ہو کہ وہ گم ہو جائیں گے۔ (گرج کر فرمایا) بولو کیا شفیع المذنبین (معاذ اللہ) گم ہو جائیں گے یا کہ شفاعت فرمائیں گے۔

اس موقعہ پر حاضرین پہ بہت اثر ہوا۔ چنانچہ ان کی آوازوں سے ایک شور مچ گیا۔

اپنی پیش کردہ آیت میں تم نے ''**کنتم تدعون**'' کا ترجمہ کیا ہے۔جن کو تم پکارا کرتے تھے۔اور یہ غلط ہے کیونکہ تمام مفسرین کرام نے اپنی تفسیروں میں اس کی تفسیر لکھی ہے۔**تعبدون** جس کا مطلب یہ ہوا۔ کہ جن کی تم عبادت و پرستش کیا کرتے تھے۔

مولوی غلام اللہ خان: شاہ عبدالقادر صاحب دہلوی نے یہی ترجمہ کیا ہے۔اور پھر قرآن مجید مترجم آپ کو دکھانے ایک آدمی کے ہاتھ بھیج دیا۔

آپ نے قرآن مجید ہاتھ میں لے کر فرمایا۔اللہ کا شکر ہے۔کہ قرآن پاک تو ہمارے ہاتھ میں آ گیا ہے۔اس بات پر حاضرین بھی ہنسے اور کافی محظوظ ہوئے۔پھر فرمایا۔

شاہ عبدالقادر صاحب کا ترجمہ ان کتابوں کی فہرست میں شامل نہیں ہے۔جن کے متعلق ہم دونوں تحریر کر چکے ہیں۔کہ مناظرہ کے دوران اپنے مدعا کے اثبات کے لئے صرف انہی مسلم عند الفریقین کتابوں سے حوالہ دیا جائے گا۔اور جن تفاسیر کے نام مسلمہ عندالفریقین فہرست کتب میں شامل ہیں۔ان میں سے کسی کا حوالہ دو اور کوئی ایک پیش کرو۔

مناظر اسلام کی اس معقول بات پر مولوی غلام اللہ خان خاموش ہو گیا۔اور کوئی معتبر تفسیر نہ دکھا سکا۔

حاضرین: اس موقعہ پر حاضرین میں سے مشہور جرگہ باز مرزا خان آف کھلابٹ بولے اور حضور سے عرض کیا کہ مولوی غلام اللہ خان تو خاموش ہو گئے ہیں۔اور کوئی کتاب نہیں دکھا سکتے۔اب اپنے مدعا کی تائید میں آپ ہی تفسیریں دکھا دیں۔ان کی اس بات پر حضرت علامہ نے مؤلف حالات (ابوالفتح غلام محمود) سے ارشاد فرمایا کہ ادھر لاؤ تفسیریں۔چنانچہ اس ناچیز نے تفسیر بیضاوی اور تفسیر جلالین اور کچھ دوسری تفسیریں جو اس وقت موجود تھیں سے حوالے نکال کر حضرت مناظر اسلام کو پیش کئے۔آپ نے عبارتیں پڑھ پڑھ کر ان سے سنائیں جن میں بالاتفاق ''تدعون'' کی تفسیر ''تعبدون'' سے کی گئی تھی۔اب اس معتبر تفسیر کی روشنی میں پیش نظر آیت کا مطلب یہ ہوا کہ اللہ تعالیٰ قیامت کے دن بت پرستوں سے فرمائے گا کہاں گئے وہ تمہارے بت اور جھوٹے معبود جن کی تم دنیا میں پوجا پاٹ کیا کرتے تھے اور وہ کہیں گے کہ اب ہم سے وہ گم ہو گئے ہیں۔

مناظر اسلام نے یہ بھی فرمایا کہ یہ آیت اور اس قسم کی دوسری آیت تو بتوں کے بارے میں ہیں۔ اور یہاں بات ہو رہی ہے سرکار دوعالم ﷺ کی ذات گرامی والا صفات کی۔

اور بت کی تو توہین ضروری ہے اور نبی اللہ کی تعظیم ضروری۔اب تم بتاؤ کہ یہ آیت حضور سرکار مدینہ ﷺ پر بھلا کیسے چسپاں ہو سکتی ہے۔

مولوی غلام اللہ خان: لفظ ''کنتم تدعون'' کا ترجمہ ''جن کو پکارتے تھے'' ہی صحیح ہے۔اور آپ نے جو کتب تفسیر کی عبارتیں پڑھ کر سنائی ہیں۔بے شک مفسرین تدعون کی تفسیر تعبدون ہی سے

کرتے ہیں۔مگر وہ تفسیر ہے،ترجمہ نہیں،اور ہم ترجمہ کرر ہے ہیں۔اور ترجمہ وہی ہے جو میں کر چکا ترجمہ اور ہے تفسیر اور دونوں میں فرق ہے۔(نوٹ) مولوی صاحب کا یہ آخری سوال تھا۔

مناظر اسلام: قرآن مجید کی آیات کا بالخصوص عقائد و احکام میں لغوی ترجمہ معتبر نہیں ہوتا۔ بلکہ ترجمہ اصطلاحی معتبر ہوا کرتا ہے۔اور ترجمہ اصطلاحی وہی ہے۔ جو مفسرین کرام نے کیا ہے۔یعنی **تعبدون** ۔اور اگر بالفرض عقائد واحکام کی آیات کا لغوی ترجمہ معتبر قرار پائے جیسا کہ تمہارا خیال ہے۔تو پھر قرآن مجید سے ارکان اسلام بھی ثابت نہ ہوسکیں گے۔ کیونکہ صلوۃ کا ترجمہ لغوی دعا ہے۔ یاتحریک صلوین۔اور دعا کا ترجمہ لغوی پکار ہے۔تو اب اس سے نماز کیسے ثابت ہوگی۔ یونہی زکوۃ کا ترجمہ نماونمود ہے۔تو اب اس سے زکوۃ کا مخصوص معنی کیسے ثابت ہوگا۔ یونہی صوم کا لغوی معنی امساک اور بندش ورکاوٹ ہے۔تو اب اس سے روزہ کا مفہوم کیسے ثابت ہوگا۔ یونہی حج کے معنی قصد اور ارادہ کے ہیں۔اور اس لفظ سے حج کا مخصوص مفہوم کیسے ثابت ہوگا۔اور اسی طرح جہاد کے لغوی معنی مشقت اور محنت کے ہیں۔اب اس سے جہاد کا شرعی مفہوم کیسے معلوم ہوگا۔اس لئے صحیح یہی ہے۔کہ آیات بالخصوص عقائد واحکام کی آیات کے اصطلاحی شرعی مفہوم معتبر ہوتے ہیں۔نہ کہ لغوی۔تو یونہی یہاں ''تدعون'' کا اصطلاحی مفہوم جو کہ مفسرین کرام نے پیش کیا ہے وہی معتبر ہے۔

حضرت مناظر اسلام کی اس تقریر پر مولوی غلام اللہ خان جواب نہ دے سکا اور بالکل خاموش ہوگیا اس موقعہ پر نعرہ تکبیر اور نعرہ رسالت بلند ہوئے۔

لوگ جن کے ہاتھوں میں بڑی بڑی لاٹھیاں تھیں مولوی غلام اللہ خان کو مارنے پیٹنے کے لئے آگے بڑھے۔مگر حضرت کی دانش مندی کے قربان جایئے اپنی جگہ سے اٹھ کر مولوی غلام اللہ خان کو ایک تانگہ میں بٹھا کر ہری پور شہر کے لئے روانہ کردیا۔اور یوں مولوی صاحب بچ گئے۔ مناظر اسلام کو فلک شگاف نعروں کی گونج میں جلوس کی شکل میں واپس کھلابٹ لایا گیا۔ ہر آدمی خوش نظر آرہا تھا۔اور کئی دنوں تک لوگ مبارک باد پیش کرتے رہے۔

☆☆☆☆ ☆☆☆☆ ☆☆☆☆

مناظرہ (نمبر۴)

روداد مناظرہ کولیاں علاقہ پنج کٹھ ضلع کیمبل پور

موضع پڈہانہ نزد کھلابٹ تحصیل ہری پور کے ملک صاحبان اور حضرت والد صاحب میں گہرے تعلقات تھے۔ یہ ملک صاحبان ہر نماز جمعہ کھلابٹ جا کر پڑھا کرتے تھے۔ان ملک صاحبان، ملک سوار دین وغیرہ نے ایک دفعہ حضرت کی خدمت عرض کی۔ کہ موضع کولیاں علاقہ پنجکٹھہ میں ہماری رشتہ داری ہے۔اور وہاں پر ہمارے بعض رشتہ دار وہابی ہو گئے ہیں۔آپ مہربانی کر کے ہمارے ساتھ وہاں تشریف لے جائیں۔ وہاں پر وعظ وتقریر فرما کر ان کی اصلاح کریں۔ چنانچہ حضرت نے قبول فرمالیا۔اور مع مؤلف ناچیز (ابوالفتح) کے ان ملک صاحبان کے ہمراہ تشریف لے گئے۔ رات کو موضع کولیاں میں حضرت کی تقریر ہوئی۔عوام حضرت کی فاضلانہ، عشق ومحبت میں ڈوبی ہوئی تقریر سے بہت محفوظ ہوئے مگر وہابی جل اٹھے۔ان میں پڈہانہ والے ملک صاحبان کا ایک رشتہ دار ملک محمد فرید یہاں کے وہابیوں کا سرخیل اور مولوی غلام اللہ خان راولپنڈی والے کا معتقد تھا۔ چنانچہ اس نے حضرت کی تقریر سن کر رات ہی کو راولپنڈی کی طرف شد رحال (سفر) کیا۔

دوسرے روز حضرت نے حسب پروگرام واپس ہونا تھا۔مگر یہ معلوم کر کے کہ ملک فرید راولپنڈی مولوی غلام خان کو یہاں لانے گیا ہوا ہے۔حضرت نے واپسی کا ارادہ ملتوی کر دیا اور وہیں ٹھہر گئے۔ شام کو قاضی غلام یحیٰ صاحب بلبل ہزارہ خطیب ہری پور بھی آ گئے۔ موصوف بہترین خوش گلو اور اہل سنت کے کامیاب واعظ تھے۔ نماز مغرب کے تھوڑی دیر بعد چند مولوی صاحبان مسجد میں داخل ہوئے۔ ہم لوگ حضرت مناظر اسلام کی معیت میں مسجد ہی میں بیٹھے ہوئے تھے۔ہم میں سے کسی نے ان کے ایک مولوی سے (جو کہ مولوی مسکین تھا) پوچھ لیا کہ یہ مولوی صاحبان کون اور کہاں سے آئے ہیں۔اس نے ذرا چمک کر جواب دیا۔ کہ جی شیخ القرآن مولانا غلام اللہ خان صاحب ہیں۔اور یہ دوسرے قاری عبدالسمیع صاحب ہیں۔اور میرا نام محمد مسکین ہے اور ایک دو نام اور بھی لئے کہ یہ فلاں صاحب ہیں۔اور یہ فلاں صاحب۔ پھر کہنے لگا

کہ اچھا ہے کہ روز روز کے اختلافات اور جھگڑوں کا ایک ہی دن فیصلہ ہو جائے۔ اور فیصلہ کرنے ہی آئے ہیں۔ دیکھئے کل سب مسائل کا فیصلہ ہو جائے گا۔

نماز عشاء کے بعد حضرت مناظر اسلام کی صدارت میں جلسہ شروع ہوا۔ حضرت کے حکم سے بلبل ہزارہ قاضی غلام یحییٰ صاحب تقریر کر رہے تھے۔ انہوں نے آغاز تقریر میں آیت ''اَلَآ اِنَّ اَوْلِيَآءَ اللّٰهِ لَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُوْنَ''۔ (یونس:۶۲) پڑھی تھی۔ ان کی تقریر جاری تھی کہ مولوی مسکین (راولپنڈی والا) چند آدمیوں سمیت آ کر ممبر کے قریب پہلی صف میں بیٹھ گیا۔ وہ ایک منصوبے کے تحت شرارت کی غرض سے آیا تھا۔ چنانچہ قاضی غلام یحییٰ صاحب کی تقریر کے دوران ہی بول پڑا۔

مولوی صاحب آیت کا ترجمہ غلط کر رہے ہو۔ صحیح ترجمہ کرو قاضی غلام یحییٰ صاحب نے جواب دیا کہ ترجمہ تو میں صحیح کر رہا ہوں۔ مگر مولوی مسکین نے تکرار شروع کر دیا۔ اس کی غرض یہ تھی۔ کہ سامعین ان کی تقریر سے متاثر نہ ہو جائیں۔ اس کے تکرار کی گفتگو کو سن کر حضرت مناظر اسلام خود کھڑے ہو گئے۔ اور قاضی غلام یحییٰ صاحب کو خاموش کر کے خود تقریر شروع کر دی۔ اور مولوی مسکین کو خوب جلال میں آ کر چیلنج کیا۔ اگر تمہارے اندر ہمت اور سکت ہے تو آؤ مجھ سے بات کرو میں تمہیں ترجمہ سکھا دیتا ہوں مگر مولوی مسکین میں اتنی سکت کہاں تھی وہ فوراً بھاگ کھڑا ہوا اور مسجد سے نکل گیا۔ ایسا معلوم ہوتا تھا کہ وہ کوئی بحث کرنے نہیں آیا اور نہ ہی وہ کوئی علمی گفتگو کر سکتا تھا بس صرف شرارت کی غرض سے وہ آیا تھا اور مسجد سے چلا بھی گیا مگر حضرت پورے جوش کے ساتھ تقریر کر رہے تھے۔ اس دن آپ کا جلال بس دیکھنے ہی والا تھا اور آپ نے خود ارشاد بھی فرمایا تھا کہ میں تو نرم طبیعت کا آدمی ہوں مگر ایسے شیطانوں کے داؤ کو چلنے نہیں دیتا، ایسے مواقع پر مجھ سے زیادہ سخت کوئی نہیں ہوتا۔

اگلے روز حضرت مناظر اسلام نے غلام اللہ خان کے پاس آدمی بھیج کر اس کو مناظرہ کا چیلنج کیا اور فرمایا کہ اس سے کہہ دینا کہ مناظرہ کے لئے جلدی تیار ہو جاؤ اور جائے مناظرہ کا تعین کرو۔ اگر مسجد میں آ جاؤ تو بہتر ورنہ ہم ادھر تمہارے پاس آنے کو تیار ہیں۔

یادرہے کہ موضع کولیاں میں ایک ہی مسجد تھی۔ پہلے تو وہابیہ نے مناظرہ کرنے سے گریز کی راہ اختیار کی۔اور بار بار ادھر ادھر پیغام لانے، لے جانے والے آدمی آجا رہے تھے۔ وہابیہ ٹال مٹول کرر ہے تھے۔اور سیدھی طرح مناظرہ کے لئے تیار نہ ہوتے تھے۔مگر آخرالامر حضرت کی جلالی مگر دانش مندی پر مشتمل دوٹوک بات پر لوگوں سے شرم کے مارے میں وہابیہ کو بھی ہاں کرنا پڑی۔اور پھر مناظرہ کرنے کی حامی بھرنے کے بعد آنے میں دیر کردی۔ بالآخر آہی گئے۔حضرت کے شاگرد مولوی عبدالرزاق صاحب حال مدرس مدرسہ گولڑہ شریف کا گاؤں موضع گوہد وقریب ہی تھا وہ بھی پہنچ آئے اور مولوی غلام ربانی صاحب ساکن چنبہ پنڈ اور مولوی گل اکرام صاحب کیمبل پور حال خطیب جامع مسجد صدرراولپنڈی شاگرد حضرت مناظر اسلام اور کچھ دوسرے علماء کرام بھی مناظرہ کے موقع پر آگئے۔

موضع کولیاں سے آستانہ عالیہ چشتیہ گڑھی افغاناں قریب ہی ہے یہاں چشتیہ کی بڑی پرانی گدی ہے۔اور بہت بڑی لائبریری ہے۔نایاب کتب بھی وہاں مل جاتی ہیں صاحب مزار حضرت محمد فاضل صاحب رحمۃ اللہ علیہ حضرت شاہ سلیمان تونسوی رحمۃ اللہ علیہ کے خلیفہ تھے۔وہاں سے پچاس آدمی مسلح ہوکر وہابیوں کی خبر لینے آپہنچے۔مگر فساد کے خطرے کے پیش نظر حکمت عملی سے ان کومسجد کے کمرے میں بٹھا کر باہر سے دروازہ بند کردیا گیا۔اس دروازے کے ساتھ مسجد کے برآمدے میں مناظر اسلام تشریف فرما تھے۔فریق مخالف بھی اسی برآمدے میں بیٹھا تھا۔

الغرض مناظرہ کا موضوع مسئلہ استمداد (یعنی کہ انبیاء علیہم السلام یا اولیا کرام سے مدد مانگنا شرعاً جائز ہے یا کہ شرک) مقرر ہوا۔اور ہر مناظر کی تقریر کا ٹائم دس دس منٹ رکھا گیا۔

مناظر اسلام کی پہلی تقریر:

”بسم اللہ الرحمن الرحیم ، نحمدہ و نصلی علی رسولہ الکریم“۔

ہمارے مدمقابل نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور دوسرے انبیاء علیہم السلام و اولیا کرام سے مدد چاہنے کو شرک بتایا ہے۔ چونکہ یہ شرک کے مدعی ہیں۔ازروئے قاعدہ دلیل پیش کرنا تو ان کے ذمہ ہے۔ اپنے وقت میں یہ بتائیں گے کہ اس ادعائے شرک کے کیا دلائل ہیں۔اور دلائل بھی قطعی ہوں

کیونکہ اس کے بغیر تو شرک وکفر کا دعویٰ ثابت نہیں ہوسکتا۔ اپنے وقت کے اندر میں صرف اپنے مسلک پر روشنی ڈالتا ہوں۔ استعانت۔ استمداد، طلب مدد۔ طلب معونت، طلب نصرت۔ توسل، استغاثہ امداد اعانت۔ امداد معونت۔ نصرت مدد، وسیلہ، توجہ، تجوہ، شفاعت وغیرہ الفاظ متحد بالذات ومغائر بالاعتبار ہیں۔

ان میں سے ایک کا جواز دوسروں کے جواز اور ایک کا شرک یا کفر ہونا دوسروں کے شرک یا کفر ہونے کو مستلزم ہے۔ اس تمہید کے بعد یہ سمجھئے کہ قرآن پاک سے غیر اللہ سے استغاثہ کا (طلب فریاد)صواب ثابت ہے۔ چنانچہ یہ ارشاد ہے: ''**فَاسْتَغَاثَهُ الَّذِىْ مِنْ شِيْعَتِهٖ عَلَى الَّذِىْ مِنْ عَدُوِّهٖ**''
یعنی فریاد چاہی اس نے جو اس کی جماعت سے تھا۔ دشمن کے مقابلہ میں۔ (القصص:۱۵)
دوسری جگہ پر قرآن پاک میں ہے! ''**وَالَّذِيْنَ اٰوَوْا وَّنَصَرُوْٓا**''۔ (الانفال:۷۲،۷۴)
یعنی وہ لوگ جنہوں نے مہاجر مسلمانوں کو ٹھکانا دیا اور مدد کی۔ وغیر ہا بہت سی آیات ہیں۔
جن سے انبیاء علیہم السلام اور اولیاء کرام سے مظہر عون خدا سمجھ کر مدد طلب کرنا جائز معلوم ہوتا ہے۔
مولوی غلام اللہ خان نے اپنے وقت میں ایسی آیات قرآن کی تلاوت اور ساتھ ترجمہ شروع کر دیا۔ جن کا موضوع سے کوئی تعلق نہ تھا۔ چنانچہ اس کو ٹوکا گیا اور اس دانستہ غلطی پر متنبہ کیا گیا۔ مگر مولوی غلام اللہ نے کہا کہ موضوع سے متعلق آگے آیت آرہی ہے۔ ان سے کہا گیا کہ صرف متعلقہ آیت ہی پڑھ دو۔ مگر وہ غیر متعلقہ آیات پڑھتا اور ترجمہ کرتا چلا گیا۔ آخر پر یہ آیت پڑھی:
''**قُلْ لَّآ اَمْلِكُ لِنَفْسِىْ نَفْعًا وَّلَا ضَرًّا اِلَّا مَا شَآءَ اللّٰهُ**''۔ (اعراف:۱۸۸) یعنی کہہ دیجئے اے محبوب میں مالک نہیں ہوں اپنی جان کے لئے نفع کا اور نقصان کا۔ مگر جو اللہ چاہے۔
دیکھئے اس آیت میں فرمایا جارہا ہے۔ کہ پیغمبر اپنی جان کے لئے بھی نفع اور نقصان کے مالک نہیں چہ جائیکہ دوسروں کے لئے کچھ اختیار رکھتے یا ان کی مدد کر سکتے ہوں۔ تو پھر یہ عقیدہ کہ پیغمبر دوسروں کو نفع پہنچا سکتے ہیں۔ اور ان سے مدد مانگنا جائز ہے قرآن کے خلاف ہے۔
مناظر اسلام: میرے مد مقابل کی پیش کردہ آیت میں ذاتی ملکیت۔ اور بغیر عطائے رب تعالیٰ اختیار کی نفی فرمائی گئی ہے۔ کیونکہ **"لَآ اَمْلِكُ"** سے اختیار کی نفی اور ''**اِلَّا مَا شَآءَ اللّٰهُ**'' سے

اثبات ہوتا ہے۔اب یہ تو ہر طالب علم پر واضح ہے۔کہ ایک ہی شے کی نفی اور اثبات بھی تو نہیں ہو سکتی۔معلوم ہوا کہ نفی ایک شے کی ہوگی۔تو اثبات کسی اور شے کا۔اور یہ بھی ہوسکتا ہے کہ ایک ہی شے کی نفی اور اثبات ہو۔اور وہ یوں کہ نفی کسی ایک حیثیت سے ہوتو اثبات کسی دوسرے حیثیت سے۔اور یہاں پر آیت کریمہ نظر میں یہی بات ہے۔کہ ذاتی ملکیت کی نفی اور عطائے رب سے جو اختیار حاصل ہواس کا اثبات ہے۔اور یہ تو کسی مسلمان کا عقیدہ نہیں ہے۔کہ بغیر عطائے خداوند تعالیٰ کوئی کسی شی کا مالک ومختار ہوتا ہے۔بلکہ اہل سنت کا عقیدہ تو یہی ہے۔کہ حضور ﷺ اللہ تعالیٰ کی عطا سے مالک ومختار ہیں۔اب اس وضاحت وتشریح کے بعد یہ واضح بات ہوگئی کہ یہ آیت تو ہماری دلیل ہے۔نہ کہ ملکیت مصطفیٰ کے منکر کی۔ہاں البتہ اس آیت سے ان لوگوں کی ضرور تردید ہوتی ہے۔جو کہ کسی مخلوق کے لئے بغیر عطائے رب تعالیٰ ذاتی اور بلاواسطہ ملکیت کے قائل ہوں۔ بہرحال یہاں اس موقع پر ہمارے خلاف اس آیت کو پیش کرنا مسلک اہل سنت سے ناواقفیت یا عدم امتیاز مسلک کی بنیاد پر ہے۔میں اپنے مدمقابل سے زور دے کر کہتا ہوں کہ وہ وقت ضائع کئے بغیر کوئی ایسی آیت پیش کرے۔جس سے ملکیت اور اختیار عطائی کی نفی ہوتی ہو۔مگر میں یقین سے کہہ سکتا ہوں کہ وہ ایسا کبھی نہ کر سکے گا۔

مولوی غلام اللہ خان نے اپنے وقت میں چند آیات وہ پڑھیں جو بتوں کے بارے میں ہیں جن میں، یدعون، تدعون وغیرہا وارد ہیں۔اوران کا ترجمہ نہایت ڈھٹائی سے وہ پکار ہی کرتا رہا۔(کچھ وقت تو اس میں صرف کیا) مزید یہ حدیث پیش کی:

''**الدُّعَاءُ هُوَ الْعِبَادَةُ** ''(سنن ابی داؤد: باب الدعا) اور ''**الدُّعَاءُ مُخُّ الْعِبَادَةِ**''(ترمذی: باب فضل الدعا) جو نبیوں اور ولیوں کو پکارتے رہتے ہو۔حدیث کی رو سے یہ ان کی عبادت ہے اور غیر خدا کی عبادت کرنا شرک ہے۔لہٰذا نبیوں اور ولیوں کو پکارنا شرک ہوا۔میں نے آیات اور احادیث پیش کی ہیں۔اب میرے مدمقابل کو بھی چاہئے کہ وہ بھی اپنے مدعا پر آیات قرآنی پیش کریں۔

مناظر اسلام: میرے مقابل نے جو آیات پڑھی ہیں ان کے اندر وارد الفاظ یدعون، تدعون کا ترجمہ اصطلاحی اور تفسیر مقبول یعبدون اور تعبدون ہے۔جس کا مطلب یہ ہوتا ہے کہ غیر خدا کی

عبادت جائز نہیں اور یہ بالاتفاق مسلم ہے اور اس پر زور دینا فضول ہے کیونکہ کوئی مسلمان بھی غیر اللہ کی عبادت نہیں کرتا اس سے قبل کھلا بٹ کے قریب اڈہ دوڑ کے مناظرہ میں مولوی صاحب ان بزعم خویش دلائل کے جوابات مجھ سے سن کر خاموش ہو چکے ہیں۔ اب انہیں آیات کو بار بار دہرانا کوئی علمی ثبوت مہیا نہیں کرتا۔ اب رہیں میرے مقابل کی پیش کردہ حدیثیں۔ سو بحمد اللہ ان سے ہماری تائید ہوتی ہے۔ ابھی اس وقت بھی تو ہم یہی کہہ رہے تھے۔ کہ جن آیات کے اندر لفظ دعا کے مشتقات وارد ہیں وہ عبادت کے معنی میں ہیں۔ مگر ہمارا مخالف اس بات کو تسلیم نہیں کرتا تھا۔ مگر اب خود ہی ایسی حدیث پیش کر دی ہے جس سے ثابت ہوتا ہے کہ دعا ہی عبادت ہے۔ دوسرا جواب اس کا یہ ہے کہ حدیث میں الدعاء مسند الیہ معرف باللام ہے۔ اور العبادۃ مسند بھی معرف باللام ہے۔ اور علامہ تفتازانی نے مختصر المعانی میں لکھا ہے کہ مسند الیہ و مسند جب دونوں معرف باللام ہوں اور بیچ میں ضمیر فصل آئی ہو تو حصر مسند الیہ کا مسند میں نہیں ہوتا۔ بلکہ حصر مسند کا مسند الیہ میں ہوتا ہے۔ اور ہمارے مخالف کا مدعا جب ثابت ہو کہ مسند الیہ یعنی الدعا کا حصر مسند یعنی العبادۃ میں ہوں۔ مگر یہ قاعدہ کے خلاف بات ہے۔ تو اس حدیث سے یہ ثابت نہ ہوا کہ ہر دعا یعنی پکار عبادت ہے۔

میرے مقابل نے مجھ سے آیات کا مطالبہ کیا ہے یہ اصول کے خلاف ہے۔ کیونکہ شرک کا مدعی میرا مقابل ہے اور دلائل کا پیش کرنا قواعد کی رو سے مدعی کے ذمہ ہوتا ہے۔ مگر اپنے مقابل کو مایوس نہ کرتے ہوئے اور مقابل کو محظوظ کرنے اور ان کی معلومات میں اضافہ کرنے کی غرض سے چند آیات قرآنی اپنے مدعا پر پیش کر رہی دیتا ہوں۔ تو لیجئے سنیے۔ اللہ تعالیٰ قرآن پاک میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا قول نقل کرتے ہوئے فرماتا ہے۔

''قَالَ مَنْ اَنْصَارِیْٓ اِلَی اللّٰہِ قَالَ الْحَوَارِیُّوْنَ نَحْنُ اَنْصَارُ اللّٰہِ''۔ (آل عمران:۵۲)

یعنی حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے فرمایا کہ کون ہے میرا مددگار اللہ کے دین میں۔ حواریوں نے کہا کہ ہم ہیں اللہ کے دین کے مددگار۔

دیکھئے اس آیت سے معلوم ہوا۔ کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے مدد مانگی تھی اور قرآن نے اس کو نقل فرمایا

(۲) یونہی حضرت سکندر ذو القرنین کا قول قرآن نقل کرتا ہے۔ کہ انہوں نے فرمایا تھا: ’’ فَاَعِيْنُوْنِىْ بِقُوَّةٍ ‘‘۔ یعنی تم لوگ طاقت سے میری مدد کرو۔ (الکھف: ۹۵)

’’وَاسْتَعِيْنُوْا بِالصَّبْرِ وَالصَّلٰوةِ ‘‘۔ (البقرۃ: ۴۵) یعنی مدد مانگو صبر اور نماز سے۔

آیت میں صبر اور نماز سے مدد مانگنا سکھایا گیا ہے۔ اور صبر و نماز بھی تو غیر اللہ ہیں۔ اور ہمارا اصل نزاع و اختلاف اسی میں ہے کہ غیر اللہ سے حقیقی نہیں مجازی مدد مانگنا جائز ہے۔ اور یہ بھی خیال میں رہے کہ صبر و نماز اعراض وصفات ہیں۔ ان کا وجود بغیر جوہر کے ممکن نہیں۔ کیونکہ یہ غیر مستقل وجود رکھتے ہیں۔ اور جب اعراض وصفات سے مدد لینا جائز ٹھہرا۔ تو پھر جواہر یعنی نمازی اور صابر انسانوں سے مدد لینا کیوں ناجائز ہوگا۔

مولوی غلام اللہ خان: میرے مدمقابل نے جو قاعدہ مختصر المعانی سے نقل کیا ہے عبدالحکیم نے مطول کے حاشیہ میں اس قاعدہ کی تردید کی ہے۔ اور میرے مقابل نے اپنے مدعا پر جو آیات پیش کی ہیں۔ وہ زندہ انسانوں سے مدد مانگنے کے بارے میں ہے۔ اور اس کو ہم بھی جائز کہتے ہیں۔ اور جو یہ آیت پیش کی گئی ہے:

’’‘‘۔ تو اس کی تفسیر قرآن پاک میں دوسرے مقام میں یوں فرمائی گئی ہے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے بنی اسرائیل سے فرمایا تھا: ’’وَاسْتَعِيْنُوْا بِالصَّبْرِ وَالصَّلٰوةِ ‘‘۔ یعنی مدد تو اللہ سے مانگو اور صبر کرو۔ اور میرے مدمقابل نے میری پیش کردہ آیات کے جواب میں جو یہ کہا ہے کہ یہ آیات بتوں کے بارے میں ہے۔ قرآن مجید سے اس خیال کی تردید ہوتی ہے۔ دیکھئے اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

’’اِنَّ الَّذِيْنَ تَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ عِبَادٌ اَمْثَالُكُمْ فَادْعُوْهُمْ فَلْيَسْتَجِيْبُوْا لَكُمْ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ ‘‘۔ (اعراف: ۱۹۴) بے شک جن کو تم پکارتے ہو اللہ کے سوا وہ تو تمہاری طرح بندے ہیں۔ تم ان کو بلا تو دیکھو چاہئے کہ وہ تمہیں جواب دیں۔ اگر تم سچے ہو۔

دیکھئے اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ اللہ کے سوا جن کو تم پکارتے ہو۔ وہ تو تمہاری طرح بندے ہیں۔ معلوم ہوا کہ یہ آیات بندوں کی پکار کے بارے میں ہیں۔ نہ کہ بتوں کے بارے میں۔ جیسا کہ میرے مدمقابل نے کہا ہے۔

مناظر اسلام: یہ غلط بیانی ہے کہ آفتاب پنجاب فاضل لاہوری نے مطول کے حاشیہ میں میرے پیش کردہ قاعدہ کے خلاف لکھا ہے۔ اگر اس حوالہ میں کچھ سچائی ہے۔ تو لاؤ اصل کتاب پیش کرو۔ چلئے میں اسی بات پر مناظرہ کی کامیابی کا دارومدار رکھ دیتا ہوں۔ کہ میرا مقابل اصل کتاب سے یہ حوالہ دکھادے۔

مولوی غلام اللہ خان: اس وقت میرے پاس کتابیں نہیں۔ کتابیں تو راولپنڈی میں ہیں۔

مناظر اسلام: جب مناظرہ کے ارادے سے آئے تھے تو کتابیں بھی تو ساتھ لائے ہوتے۔ اچھا چلئے سچ اور جھوٹ کی ابھی تمیز ہو جاتی ہے۔ میں ایک ہفتہ کی مہلت دیتا ہوں، نہیں بلکہ ایک مہینہ کی۔ اتنی مدت میں کتاب پیش کرنے کا وعدہ کرو۔ اس پر مولوی غلام اللہ خاں بالکل خاموش ہو گیا۔

ابو الفتح غلام محمود: قاعدہ مذکورہ بالا کی تردید خود علامہ تفتازانی نے مطول میں اور شیخ رضی شرح کافیہ میں الکرم ھو التقوی کی مثال سے کی ہے۔ اور لکھا ہے کہ دیکھئے اس مثال میں مسند الیہ اور مسند دنوں معرف باللام ہیں اور بیچ میں ضمیر فصل اس کی ہے۔ مگر یہاں حصر اس قاعدہ مبینہ کے برعکس مسند الیہ کا مسند میں ہے۔ ویسے مولوی غلام اللہ خان کا عبدالحکیم کے حاشیہ کا حوالہ دینا جان بوجھ کر دھوکہ دینا تھا۔ مناظر اسلام جیسی حافظ کتب علمی شخصیت اس کے اس دھوکے میں کیسے آسکتی تھی۔ (انتھی) اور یہ تردید مناظر اسلام کی نظر میں تھی۔ جو آپ نے ہی ناچیز ابوالفتح (مؤلف حالات) کو دکھائی اور سکھائی تھی۔ مگر تشحیذاً للذھن، امتحانی طور پر مولوی غلام خان سے بیان کر دی۔ اور اس کو خاموش کر ہی دیا ویسے اس حدیث سے آپ کے جوابات یا مسلک کا انحصار صرف اسی جواب پر نہیں ہے۔ اور بھی کئی جوابات ہیں اور آپ نے موقعہ پر دیئے بھی۔ جو صحیح ہیں اور مسکت ثابت ہوئے۔

مناظر اسلام: کی تقریر جاری تھی فرمایا! میں اپنے مقابل کی ایک ایک بات کا جواب دوں گا۔ اس کی طرح نہیں کہ میری ایک بات لے لی اور میری کئی دوسری باتوں کا اپنے وقت میں ذکر تک نہیں کیا۔ ہاں تو میرے مقابل کی دوسری بات کہ جو آیات میں نے پیش کی ہیں یہ زندہ انسانوں سے

مدد مانگنے کے بارے میں ہیں اور اس قسم کی مدد مانگنا جائز ہے۔ میں تو مولوی غلام اللہ خان سے ببانگ دُہل پوچھتا ہوں:

۱۔ کہ بقول تمہارے جن آیات و دلائل سے غیر اللہ سے مدد مانگنا شرک معلوم ہوتا ہے۔ ان میں زندہ مردہ کی کوئی تفریق ہے، ہرگز نہیں۔

۲۔ دوسرے یہ کہ انبیاء واولیا بھی زندہ ہیں اور انکی زندگی اس زندگی سے کہیں اعلیٰ ہے۔

۳۔ تیسرے یہ کہ مولوی غلام اللہ خان میری ایک بات ہمیشہ یاد رکھیں۔ کہ جو شرک ہے وہ ہر جگہ ہر آن، زندہ ہو کہ مردہ، قبر سے باہر ہو، یا قبر کے اندر نبی ہو کہ ولی انسان ہو کہ فرشتہ شرک شرک ہی ہوگا۔ یہ نہیں کہ اس زندہ سے مدد مانگو تو جائز ہو۔ اور اللہ کے نبیوں اور ولیوں سے مدد مانگنا شرک ٹھہرے۔ یہ شرک کے مفہوم کو صحیح طور نہ سمجھنے کا نتیجہ ہے۔

مولف: استعینوا باللّٰہ واصبروا کی تشریح اور عباد امثالکم سے استدلال کا جواب:

ہمارے مقابل نے جو یہ کہا ہے کہ ''وَاسْتَعِيْنُوْا بِالصَّبْرِ وَالصَّلٰوةِ'' کی تفسیر ''اسْتَعِيْنُوْا بِاللّٰهِ وَاصْبِرُوْا'' ہے۔ جس سے معلوم ہوا کہ مدد بہر حال اللہ ہی سے مانگی جائے گی۔ اس صورت میں مطلب یہ ہوگا۔ کہ اللہ تعالیٰ سے مدد مانگنے کی صورت یہ ہے کہ صبر اور نماز سے مانگو اور صبر اور نماز سے مدد مانگنا درحقیقت اللہ تعالیٰ سے مدد مانگنا ہے۔ اور پھر ہم کہیں گے کہ صابر و نمازی آدمی سے مدد مانگنا درحقیقت اللہ تعالیٰ ہی سے مدد مانگنا ہے۔ کیونکہ مجوزین استمداد کے عقیدہ اور خیال میں اولیاء اللہ کو مظہر عون الٰہی سمجھ کر ہی اس سے مدد کی درخواست کی جاتی ہے یعنی مدد در صل اللہ تعالیٰ ہی کی طرف سے ہوگی۔ مگر وہ ظاہر ان اللہ تعالیٰ کے محبوبوں کے ذریعہ ہوتی ہے۔ اور آخر اس ادعا کی کیا دلیل ہے۔ کہ ''اسْتَعِيْنُوْا بِاللّٰهِ وَاصْبِرُوْا'' ہی ''وَاسْتَعِيْنُوْا بِالصَّبْرِ وَالصَّلٰوةِ'' کی تفسیر ہے۔ اور برعکس نہیں ہے۔ نیز ان دونوں آیتوں میں کوئی تضاد بھی نہیں ہے۔ اس میں اللہ تعالیٰ سے حقیقی مدد مانگنے کا ارشاد ہے اور دوسری میں نماز روزہ سے مجازی مدد مانگنے کا۔ **۔ عباد امثالکم** الایۃ سے استدلال۔ سو اس کا جواب یہ ہے کہ یہ آیت سورہ اعراف: ۱۹۴ کی ہے اور اس کے متصل بعد یہ ارشاد ہے!

''اَلَھُمۡ اَرۡجُلٌ یَّمۡشُوۡنَ بِھَاۤ اَمۡ لَھُمۡ اَیۡدٍ یَّبۡطِشُوۡنَ بِھَاۤ اَمۡ لَھُمۡ اَعۡیُنٌ یُّبۡصِرُوۡنَ بِھَاۤ اَمۡ لَھُمۡ اٰذَانٌ یَّسۡمَعُوۡنَ بِھَا قُلِ ادۡعُوۡا شُرَکَآءَکُمۡ ثُمَّ کِیۡدُوۡنِ فَلَا تُنۡظِرُوۡنِ''۔(اعراف:۱۹۵)

کیاان کے پاؤں ہیں جن سے چلتے ہیں۔یاان کے ہاتھ ہیں جن سے حملہ کرسکتے ہیں۔یاان کی آنکھیں ہیں جن سے وہ دیکھتے ہیں یاان کے کان ہیں جن سے وہ سنتے ہیں۔آپ(یہ بھی)فرما دیجئے کہ اپنے سب شرکاءکو بلالوپھرمیری ضرررسانی کی تدبیرکروہ پھرمجھ کوذرامہلت دو۔

اب دیکھئے کہ اس آیت کے اندروارد''اَلَھُمۡ''میں استفہام انکاری ہے۔یعنی نہ توان کے پاؤں ہیں جن سے یہ چل سکیں۔اورنہ ان کے ہاتھ ہیں جن سے وہ تھام سکیں۔اورنہ ان کی آنکھیں ہیں جن سے یہ دیکھ سکیں۔اورنہ ہی انکے کان ہیں جن سے یہ سن سکیں۔تواب آپ خودغور کریں کہ ایسے کون سے انسان ہوتے ہیں جن کے ہاتھ پاؤں۔آنکھ کان ہی کام کے نہ ہوں۔تووہ بت ہی توہیں۔معلوم ہوا کہ ہمارے مدمقابل کی پیش کردہ آیت **عباد امثالکم** الآیۃ بھی بتوں کے بارے میں ہے۔اور **عبادامثالکم** والی آیت سے اگلی آیت نے خوداس کی تفسیرفرمادی ہے۔جس سے واضح ہوگیاہے۔کہ ہمارے مخالف کی پیش کردہ آیت بتوں کے بارے میں ہےاور ''**عبادامثالکم**''والی آیت کے ترجمہ میں خودشاہ عبدالقادرصاحب تفسیرموضح القرآن میں فرماتے ہیں۔تحقیق جن بتوں کی بندگی کرتے ہوتم سوائے اللہ کے۔

اوراس کی تفسیرمیں تفسیرمعالم التنزیل ۲/ ۲۶۸میں ہے۔یعنی الاصنام مراداس سے بت ہیں۔اور تفسیرابن جریر۹/ ۹۵میں اس کی تفسیرمیں بتایا۔''**من الاصنام**''۔

یعنی یہ آیت بتوں کے بارے میں ہے۔اس مناظرہ میں مولوی غلام اللہ خان نے مافوق الاسباب اورماتحت امورکےفرق کابھی سوال کیاتھا۔جس کاجواب حضرت نے اسی وقت دے دیاتھاجس کا ذکراسی کتاب کےص۱۶۰پرکیاگیاہےوہاں دیکھ لیاجائے۔(ابوالفتح)

مؤلف حالات (ابوالفتح غلام محمود)موضع کولیاں کےاس مناظرہ کےموقعہ پربھی حضرت کے ساتھ اوربوقت ضرورت کتابوں سے حوالے نکال کردینے کی خدمت اس فقیرکے ہی ذمہ تھی۔ جب گفتگویہاں تک پہنچی تومولوی غلام خان مناظراسلام کےقریب ہوکرکہتاہے''حضرت صاحب

دن کا ایک بجنے کو ہے۔اب اجازت دیجئے تا کہ ہم کھانا کھالیں۔اور نماز بھی کہیں اور جا کر ادا کر آئیں۔ کیونکہ اس مسجد میں تو آپ پڑھنے نہیں دیتے۔آپ نے فرمایا کہ نہیں اس موضوع پر مناظرہ ختم کر کے اٹھو پہلے یہ گفتگو ختم کرو پھر کھانا کھالینا۔

مگر مولوی غلام اللہ خان نے عاجزانہ طور پر کہا کہ حضرت صاحب میں ابھی نماز ظہر کے بعد آپ کی خدمت میں حاضر ہوتا ہوں۔اس کے اصرار پر آپ نے نماز ظہر تک کے لئے مناظرہ کے التوا کی اجازت دیدی۔اور ساتھ ہی فرمایا۔کہ نماز ظہر کے متصل بعد آجانا۔اس نے کہا ''جی بہت اچھا'' بہر حال مجلس برخاست ہوگئی اور مناظرہ کے بارے میں اعلان کر دیا گیا۔کہ دوبارہ مناظرہ اسی مقام پر ابھی ابھی نماز ظہر کے بعد ہوگا۔

مولوی غلام اللہ خان اور اس کے ساتھی تو چلے گئے۔مگر حضرت اِسی مسجد میں تشریف فرما رہے عرض کیا گیا کہ آپ کھانا تناول فرمانے اور کچھ آرام کرنے کے لئے قیام گاہ پر تشریف لے چلئے مگر آپ نے فرمایا کہ میں یہیں رہوں گا۔ چنانچہ آپ مسجد کے اندر ہی رہے اور نماز ظہر کے بعد مولوی غلام اللہ خان کا انتظار کرنے لگے۔اور جب کچھ دیر ہوگئی اور وہ نہ آیا تو آدمی بھیجا کہ مولوی صاحب کو جلد بلاؤ کہ مناظرہ شروع ہو۔مگر اس آدمی نے واپس آکر بتایا کہ مولوی غلام اللہ خان کافی دیر ہوگئی ہے یہاں سے چلا گیا ہے۔اور وہ اب ٹیکسلا کے قریب پہنچنے والا ہوگا۔حضرت نے یہ بات سن کر اس کی دروغ گوئی پر تعجب کیا۔ پھر آپ آنے والی رات وہیں ٹھہرے۔اور ایک کاغذ پر مولوی غلام اللہ خان اور اس کے پیرؤوں کے بارے میں یہ حکم شرعی لکھ کر مسجد کے اندر چسپاں کرا دیا۔

حکم شرعی:

مولوی غلام اللہ خان اور اس کے ہم عقیدہ لوگ چونکہ اہل اسلام کو کافر ومشرک سمجھتے ہیں۔اس لئے وہ مطابق حدیث صحیح بخاری میں ''**مَنْ قَالَ لِأَخِيهِ الْمُسْلِمِ يَا كَافِرُ فَقَدْ بَاءَ بِهَا أَحَدُهُمَا**''۔(بخاری شریف،باب **من کفر اخاہ بغیرتاویل فھو کما**)

یعنی جو شخص اپنے کسی بھائی کے بارے کافر کہے۔تو وہ کلمہ کفران دو میں سے ایک کی طرف رجوع

کرے گا۔یعنی اگر وہ آدمی جس کے بارے میں کافر کہا گیا ہے۔واقعی کافر نہ ہوتو وہ کافر والی بات کہنے والے پر چسپاں ہوجائے گی۔

یعنی خود کافر ہیں ان سے میل ملاپ کھانا پینا سلام وکلام حجرہ ومسجد کا اشتراک سب شرعاً ناجائز ہے۔ (انتہی)اور جب یہ حکم مسجد کے اندر چسپاں کرایا تو وہاں کے ملک فرید وغیرہ نے اس کو پڑھ کر بہت سیخ پا ہوئے۔اور پڑہانہ کے ملک سوار دین اور دوسرے ملک صاحبان نے آپ کی منت سماجت کی کہ یہ لوگ ہمارے قریبی رشتہ دار ہیں۔آپ اس قدر سخت حکم نہ لگائیں مگر آپ نے فرمایا کہ اگر رشتہ داری اسلام سے مقدم تھی تو ہمیں نہ بلایا ہوتا۔پھر کسے جرأت تھی جو بات کرتا۔اور آپ یوں ایک فاتح کی حیثیت سے واپس تشریف لائے۔

مناظرہ (نمبر۵)

روداد مناظرہ کدہر تحصیل پھالیہ ضلع گجرات

حضرت مناظر اسلام کی خدمت میں مولانا غلام علی اوکاڑوی صاحب مہتم مدرسہ اشرف المدارس اوکاڑہ۔ اور مولانا جلال الدین شاہ صاحب بھکھی شریف والے آئے۔ ان دنوں والد صاحب گجرات مدرسہ انجمن خدام الصوفیہ میں پڑھایا کرتے تھے۔ اور ان حضرات نے آکر بیان کیا کہ موضع کدہر میں سارے اکابر وہابیہ مثلاً مولوی غلام خان۔ عنایت اللہ شاہ گجراتی اور مولوی سلطان محمود کٹھیالہ والا۔ مولوی ولی اللہ موضع انہی والا آئے ہوئے ہیں۔

مولوی غلام خان سنیوں کو چیلنج کر رہا ہے کہ کوئی میرے سامنے آئے اور دوسطریں حمد اللہ کی پڑھے۔ تو پھر میں دیکھوں کہ کون عالم ہے۔ والد صاحب نے فرمایا میں چند دنوں سے بیمار ہوں۔ مگر جب مولوی صاحب نے مجبور کیا تو فرمایا اچھا میں جانے کے لئے تیار ہوں۔ پھر حضرت چند شاگردوں کے ہمراہ وہاں تشریف لے گئے۔ اور جاتے ہی یہ اعلان کرا دیا۔ کہ مولوی غلام اللہ خان آکر میرے سامنے شرح مائۃ عامل اور ہدایۃ النحو جیسی معمولی کتابوں کی ایک دوسطریں پڑھے۔ تو اس کی علمیت کا پتہ چل جائے گا۔ اور کہا گیا کہ مولوی مذکورہ مناظرہ کے لئے بھی تیار ہو جائے۔ میں اس کے ساتھ مناظرہ کرنے آیا ہوں۔

کہتے ہیں کہ جب حضرت مرحوم پہنچے تو اس وقت عنایت اللہ شاہ گجراتی اپنے اسٹیج پر تقریر کرنے کھڑا ہوا تھا۔ یہ وہی گجراتی ہیں جو مولوی غلام خان سے بھی وہابیت میں کچھ آگے ہیں اور گھنٹوں تقریر کرتے ہیں۔ مگر اس دن گجراتی صاحب پر کچھ ایسا رعب چھایا کہ صرف چند منٹ تقریر کر کے اسٹیج سے اتر آئے اور مولوی غلام خان نے روبرو ہو کر مناظرہ کرنے سے انکار کر دیا۔ گاؤں کے ذمہ دار لوگوں نے کہا دونوں الگ الگ جگہ بیٹھو درمیان میں لاؤڈ سپیکر لگاؤ۔ اور ہر ایک اپنے وقت پر تقریر کرے۔ اور فتنہ فساد کے بھی ہم ذمہ دار ہیں الغرض مولوی صاحب پر ایڑی چوٹی کا زور لگایا گیا۔ مگر مولوی صاحب سامنے آکر مناظرہ کرنے پر تیار نہ ہوئے۔ جب یہ معلوم ہو گیا کہ مولوی صاحب

کسی صورت نہیں مانتے۔تو والد صاحب نے فرمایا کہ پھر کہو کہ یہاں سے چلے جائیں۔ پھر رات کو والد مرحوم نے تقریر کی۔اور لوگوں کو مکائد وہابیہ سے آگاہ فرمایا۔ پھر سویرے وہابی مولویوں کا پتہ کروایا گیا تو علم ہوا کہ وہ تو رات ہی کو یہاں سے چھوئی چلے گئے ہیں۔ چھوئی موضع کدہر سے پچیس میل کے فاصلہ پر ایک گاؤں ہے۔اللہ تعالیٰ کے فضل وکرم سے وہابیوں کی پوری فوج راتوں رات بھاگ گئی۔اور حضرت والد صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے طفیل اللہ تعالیٰ نے اہل سنت کو فتح ونصرت عطا فرمائی۔

ضروری نوٹ: مولوی غلام خان طالب العلمی کے زمانہ میں کھلابٹ پڑھنے آیا۔اور کچھ دن ٹھہرا چونکہ یہ مستقل اسباق پڑھنا چاہتا تھا کہ جن کی گنجائش نہ تھی۔اس وجہ سے یہ والد صاحب سے نہ پڑھ سکا۔مگر اس وقت حضرت صاحب کے شاگرد مولوی عبدالشکور چھاچھی سے کھلابٹ میں رہ کر پڑھتا رہا ہے۔

بہر حال آپ موضع کدہر سے کامیاب اور فاتح کی حیثیت سے واپس آئے۔اتنا ہی واقعہ قاری محمد علی صاحب گجراتی کی زبانی بھی معلوم ہوا ہے۔قاری صاحب نے بتایا کہ مولوی غلام خان وہاں پر مناظرہ سے بھاگ گیا تھا۔اور اس بات کو حضرت شاہ صاحب بھکھی والوں نے اپنے جلسہ منعقدہ ۱۹۶۹ء میں کئی سالوں بعد ابھی ابھی پھر سنایا ہے۔حضرت شاہ صاحب بھکھی والے حضرت علامہ کے اس تشریف لے جانے کو یاد کرتے رہتے ہیں۔اور فرماتے ہیں کہ اس علاقہ میں ایک حضرت قاضی صاحب اور دوسرے مولانا سردار احمد صاحب (فیصل آباد) والوں کی وجہ سے وہابیت کا زور کم ہوا ہے ورنہ پہلے بہت زور تھا۔

☆☆☆☆ ☆☆☆☆ ☆☆☆☆

مناظرہ (نمبر ٦)

روداد موضع درگڑی تحصیل ہری پور ضلع ہزارہ

کھلا بٹ کے اڈہ دوڑ کے مناظرہ کے بعد (جس کی روداد بتفصیل پہلے اس کتاب میں آ چکی ہے) اس علاقہ کے وہابی بہت ذلیل ہو گئے۔ تو ان سب نے مل کر اپنی ساکھ بحال کرنے کو دوبارہ مولوی غلام اللہ خان کو موضع دوگڑی بلانے کا پروگرام بنایا۔ اور پھر اس کو بعض خوانین نے دعوت دے دی۔ حضرت چونکہ اپنے علاقہ پر کڑی نظر رکھتے تھے اور آپ کو یہ بات کسی صورت بھی نہیں بھاتی تھی۔ کہ آپ کے علاقے میں کوئی بدعقیدہ اور بدمذہب آئے تو جب حضرت کو مولوی غلام اللہ خان کے موضع درگڑی آنے کا علم ہوا۔ تو آپ مع اپنے رفقاء اور علمی کتابوں کے موضع درگڑی تشریف لے گئے اور موضع درگڑی کے کچھ لوگ آپ کو وہاں لے جانے کا باعث بھی تھے۔ آپ کے تشریف لے جانے کے بعد مناظرہ کی وجہ، موضوع اور وقت طے کرنے کے لئے آدمیوں کی ادھر ادھر آمد و رفت کا سلسلہ شروع ہو گیا۔ بالآخر مناظرہ کے لئے صبح دس بجے کا ٹائم اور جائے مناظرہ مسجد مقرر ہوئی۔ مگر موضوع مناظرہ مقرر نہ ہو سکا۔ دوسرے روز وقت مقرر پر حضرت صاحب پہلے ہی مسجد میں جا بیٹھے۔ اور پھر مولوی غلام اللہ خان اور اس کے ساتھی بھی آ گئے۔ ان کے آگے آگے مولوی محمد دین ساکن درگڑی اس کی کتابیں اٹھائے آ رہا تھا۔ جب بیٹھ گئے تو۔

مناظر اسلام: نے مولوی غلام اللہ خان کو مخاطب ہو کر فرمایا۔ کہ یہاں پر عام مسلمانوں کی جماعت بیٹھی تھی۔ مگر تم نے اسلام علیکم نہیں کہا اس کی کیا وجہ ہے۔

مولوی غلام اللہ خان: چونکہ ہمارا اور آپ کا کفر و اسلام کا جھگڑا ہے اس لئے میں سلام نہیں دے سکتا اور قاضی صاحب یہ کھلا بٹ نہیں درگڑی ہے۔

حضرت مناظر اسلام: عوام سے مخاطب ہو کر سن لیا نا بھائیوں تم نے اب تو واضح ہو گیا ہے کہ یہ لوگ اس عقیدہ کے مسلمانوں کو مسلمان نہیں سمجھتے۔ حضرت کی اس بات کا عام لوگوں پر کافی اثر ہوا۔ پھر مولوی غلام اللہ خان سے مخاطب ہو فرمایا۔ کہ پہلے نبی کریم ﷺ کی ذات ستودہ صفات سے

مدد مانگنے پر گفتگو ہوئی تھی آج بھی اسی مسئلہ پر مناظرہ ہو جائے۔

مولوی غلام اللہ خان: آج نذر و نیاز کے مسئلہ پر گفتگو ہوگی۔ آپ لوگ گیارہویں والے پیر کی نذر مانتے ہیں۔ اور کوئی کس کی نذر مانتا ہے پھر بکرے چھترے چڑھاوے بطور نذر دیتے ہو۔ اور یہ حرام ہے۔ کیونکہ عبادت سوائے اللہ تعالیٰ کے کسی کی جائز نہیں۔

یہ دیکھئے میرے ہاتھ میں بحر الرائق فقہ حنفی کی معتبر کتاب ہے۔ اس میں لکھا کہ نذر عبادت ہے اور یہ سوائے اللہ تعالیٰ کے اور کسی کے لئے جائز نہیں ہے۔ اب میں دیکھوں گا۔ آپ اس کا کیا جواب دیتے ہیں۔

مناظر اسلام: بحر الرائق کے مصنف علامہ ابن نجیم مصری واقعی بڑے فقیہہ تھے مگر طبقات فقہاء میں ان کا کوئی مقام نہیں ہے اس کے مقابلہ میں قاسم بن بطلو غا جو کہ طبقات میں بڑا مقام رکھتے ہیں۔ کہ ان کا تعلق طبقۃ ثالثہ مجتہد فی المسائل سے ہے۔ یہ صاحب قاضی فخر الدین المعروف بہ قاضی خان صاحب فتاوی اور امام ابو اللیث الثمر قندی۔ اور صاحب خلاصۃ الفتاویٰ وغیرہم کے ہم پلہ ہیں۔ ان سے علامہ ابن عابدین المعروف بہ علامہ شامی نے نذر کی دو قسمیں نقل فرمائی ہیں۔ نذر بمعنی عبادت اور نذر بمعنی نذرانہ و ہدیہ۔ تو نذر کی یہ دوسری قسم اولیاء اللہ کے واسطے بہ نیت ایصال ثواب جائز ہے۔

دوسرا جواب: صاحب بحر الرائق کا کلام نذر یعنی عبادت کے متعلق ہے۔ جو کہ غیر اللہ کے لئے ناجائز ہے۔

نذر کی دوسری قسم کے بارے میں نہیں ہے۔ کیونکہ وہ تو بلاشبہ جائز ہے۔ اور یہ بات فقہاء کے اپنے کلام میں تطبیق کے طور پر کہنی پڑے گی۔ ورنہ تو کلام فقہا آپس میں متضاد ہوگا۔

چونکہ ہمارے مقابل نے نذر اولیا کے ناجائز ہونے کے ادعا پر صرف فقہا کے کلام سے بزعم خویش دلیل پیش کی تھی۔ اس لئے ہم بھی فقہا ہی کا کلام اس کے مقابلے میں پیش کرتے ہیں۔ ورنہ نذر اولیاء کے جائز ہونے پر بحمد اللہ کافی دلائل موجود ہیں۔

مولوی غلام اللہ خان: اولیاء اللہ کے لئے نذر و نیاز کا جائز ماننا کافرانہ عقیدہ ہے مسلمانوں کا یہ

عقیدہ نہیں۔

حضرت مناظر اسلام: مولوی یا تو اپنے عقیدے پر کوئی قطعی دلیل پیش کرو یا فوراً اپنے ان الفاظ کو واپس لو۔ اور خبردار کہ آئندہ بلا دلیل یونہی اہل ایمان کے بارے میں تمہاری زبان سے کافرانہ کلمہ نکلے۔

مولوی غلام اللہ خان: میں نے صحیح کہا ہے کہ بزرگان دین کے لئے نذریں اور منتیں ماننے والے اور ان کے چڑھاوے دینے والے کافر ہیں۔

مؤلف حالات ابو الفتح: مولوی غلام اللہ خان کا یہ کہنا تھا کہ لوگ سمجھ گئے کہ حضرت مناظر اسلام کی ضرب کاری کی تاب نہ لا کر یہ مولوی بدحواس ہو گیا اور بوکھلا گیا ہے۔ اب اس سے کوئی جواب یا دلیل تو بن نہیں رہی اور بس کافر کہہ رہا ہے۔

چنانچہ باوجود ہمارے سمجھانے کے لوگ مشتعل ہو گئے اور مسجد کے برآمد سے اٹھا کر دھکے دیتے ہوئے اس کو مسجد باہر نکال آئے۔

بعد میں حضرت صاحب ہنس کر فرمانے لگے۔ کہ مولوی غلام اللہ خان نے یہاں کہا تھا کہ قاضی صاحب یہ کھلا بٹ نہیں درگڑی ہے۔ اس کا مطلب یہ تھا کہ یہاں میری جماعت زیادہ ہے۔ مگر خدا کی شان کہ کھلا بٹ میں تو ہمارے بچاؤ کی وجہ سے بچ گیا تھا اور یہاں پٹ گیا۔

☆☆☆☆ ☆☆☆☆ ☆☆☆☆

مناظرہ (نمبر ۷)

روداد مناظرہ کالرہ متصل شہر گجرات

جن دنوں حضور مدرسہ زیر اہتمام انجمن خدام الصوفیہ میں پہلی مرتبہ صدر مدرس تھے۔ یہ ۱۹۳۶ء کی بات ہے۔ تو ان دنوں رہائش مسجد بیگم پورہ (جو کہ حضرت شاہ دولہ صاحب کے مزار کے جانب جنوب واقع ہے) میں تھی۔ اور مغرب کے بعد شہر میں کسی مقام پر درس قرآن دینے تشریف لے جایا کرتے تھے۔ چنانچہ ایک دن آپ بعد از مغرب حسب معمول درس قرآن پاک دینے تشریف لے گئے ہوئے تھے۔ کہ انجمن خدام الصوفیہ کے سیکرٹری احمد دین صاحب کی طرف سے اچانک ایک آدمی آ کر کہنے لگا۔ کہ کالرہ میں ایک مرزائی مناظر آیا ہوا ہے۔ اور ہمیں مناظرہ کا چیلنج دے رہا ہے۔ لہٰذا وہاں حضرت صاحب کو لے جانا ہے۔

چنانچہ حضرت کو اطلاع دینے ایک آدمی بھیجا گیا۔ حضرت اطلاع پا کر فوراً تشریف لے آئے۔ حضرت کی ان دنوں عادت مبارکہ یہ تھی کہ مغرب کے بعد درس قرآن پاک دینے تشریف لے جایا کرتے تھے۔ پھر وہاں سے واپس لوٹ کر کھانا تناول فرمایا کرتے تھے۔ مگر اس روز واپس آ کر فرمایا کہ اب کھانا نہیں کھاؤں گا۔ مناظرہ پہلے ہوگا۔ چنانچہ مع چند ساتھی طلباء کے موضع کالرہ تشریف لے گئے۔ ناچیز ابوالفتح ان دنوں چھوٹا ہی تھا اور حضرت کے زیر سایہ رہ کر وہیں گجرات میں زیر تعلیم تھا۔ تو یہ ناچیز بھی اس روز آپ کی معیت میں کالرہ گیا۔ وہاں پہنچ کر ایک بیٹھک میں مناظرہ کا اہتمام کیا گیا۔ وہ کمرہ لوگوں سے کھچا کھچ بھرا تھا۔ عشاء کے بعد مناظرہ شروع ہونے لگا۔ حضرت نے فرمایا۔ کہ قلم و دوات اور کاغذ کا انتظام کر دو۔ تاکہ احمد مناظر کی طرف سے جو دلائل بزعم ان کے پیش ہوں وہ نوٹ کر لئے جائیں۔ اور پھر اپنے وقت میں ان کا جواب دینے میں مجھے آسانی ہو حضرت کی بات سن کر جسیم وجیم وشحیم مرزائی چلا کر بولا کہ لاؤ قلم و دوات۔ ٹوٹ جائے گی۔ یہاں مرزا غلام احمد قادیانی کا پیرو (اپنا نام لے کر کہنے لگا) کھڑا ہے۔ اس کے دلائل لکھنے کی کون تاب لا سکتا ہے۔ قلم و دوات ٹوٹ جائے گی۔ سنا تھا کہ وہ شخص احمدیوں کا مشہور مناظر ہے اور تین صد روپیہ

ماہوار مرکز سے اس کو ملتے ہیں۔اور یہ کئی عیسائیوں کو احمدی بنا چکا ہے۔ بڑا ہوشیار، چالاک، تیز زبان، موٹی آواز والا، گرج کر بولنے والا، فرفر، آئتیں اور حدیثیں اپنے مفید مطلب پڑھنے والا آدمی تھا۔اور حضرت بالکل سادہ وضع میں تھے۔ بہر حال حضرت کے لئے قلم و دوات و کاغذ کا انتظام کر دیا گیا۔ ہر مناظر کے لئے پندرہ پندرہ منٹ ٹائم مقرر ہو گیا۔موضوع مناظرہ ختم نبوت تھا۔احمد مرزائی مناظر نے یہ ثابت کرنا تھا کہ حضور نبی کریم ﷺ کے بعد بھی نبی پیدا ہو سکتا ہے۔ اور حضرت مناظر اسلام کے ذمہ اس کے دلائل کی تردید اور یہ دکھانا تھا۔ کہ نبوت حضور محمد مصطفیٰ ﷺ پر ختم ہو چکی ہے۔اور آپ کے بعد کوئی نیا نبی پیدا نہیں ہو سکتا۔ چنانچہ پہلی تقریر مرزائی مناظر کی تھی۔

مرزائی مناظر: نے اپنی پہلی تقریر میں ۱۷ آیتیں اور غالباً ۳۶ حدیثیں اس بات کے ثبوت میں پڑھیں۔کہ جناب محمد مصطفیٰ ﷺ کے بعد بھی نیا نبی پیدا ہو سکتا ہے فقیر ابوالفتح کو اس کے دلائل میں سے یہ ایک دلیل یاد پڑتی ہے کہ اس نے ''**اِهْدِ نَا الصِّرٰطَ الْمُسْتَقِيْمَ**'' کو بھی بطور دلیل پڑھ کر کہا تھا۔ کہ ہم اللہ سے صراط مستقیم کی ہدایت ہر نماز میں پانچوں وقت طلب کرتے ہیں۔اور یہ ہدایت اللہ سے ہر زمانہ میں بذریعہ نبی ہی ملے گی۔

لہٰذا ہر زمانہ میں نبی کا پیدا ہونا کوئی بعید و غیر ممکن نہیں۔ بلکہ وہ اس ہدایت ہی کے لئے پیدا ہو گیا جو کہ ضروری ہے۔مرزائی نے بہت دھواں دھار گرج کر تقریر کی۔ ۱۵ منٹ تقریر کے بعد مرزائی مناظر بیٹھ گیا۔

حضرت مناظر اسلام: اس کی تقریر کے دوران کچھ نوٹ لگاتے رہے تھے اب آپ کی باری تھی آپ کھڑے ہو گئے۔اور بغیر کسی کتاب کی موجودگی کے اور بغیر کسی نئے مطالعہ کے اپنے فہم خداداد سے اس کے پیش کردہ دلائل کا ردّ بلیغ کرنا شروع کیا۔۱۵ منٹ کے ٹائم میں آپ نے اس کے سطحی دلائل کی دھجیاں اڑا کر رکھ دیں۔اس کی پیش کردہ دلیل ''**اِهْدِ نَا الصِّرٰطَ الْمُسْتَقِيْمَ**'' کے بارے میں فرمایا کہ صراط مستقیم کی طرف ہدایت حقیقی ہو تو ہادی حقیقی یعنی اللہ تعالیٰ کی طرف سے عطا ہو گی۔ اور ظاہری طور پر ہدایت کرنے والے اللہ تعالیٰ کے آخری نبی جناب محمد رسول اللہ ﷺ کے دین

کے عالم اور آپ کی امت کے اولیاء ہوں گے۔ یہ کیا ضروری ہے کہ ہر زمانہ میں ہدایت نیا نبی ہی آ کر کرے۔ اور یہ بات اس آیت سے کیسے ثابت ہو سکتی ہے۔ آپ نے اس کے دلائل کی مکمل تردید کے بعد آپ نے خاتم النبین کو بھی اپنی طرف سے بطور دلیل پیش کیا۔ آپ کی تقریر دلپذیر سے اس کی تو کمر ٹوٹ گئی۔

مرزائی مناظر: جب اس کے بولنے کا وقت آیا۔ تو اسے اٹھنے کو کہا گیا۔ مگر اس میں اٹھنے کی سکت نہ تھی۔ لڑکھڑاتا ہوا اٹھا اور دس منٹ بول کر بیٹھنے لگا پھر اس کو متنبہ کیا گیا کہ ابھی تمہارا ٹائم ۵ منٹ باقی ہے۔ جھنجھلا کر بولا اچھا۔ پھر اٹھا اور صرف ۳ منٹ بول کر بیٹھ گیا۔ اس نے اپنی تقریر میں خاتم النبین کا ترجمہ افضل نبی کیا اور اس پر کسی قدر بولا تھا۔

حضرت مناظر اسلام: کی پہلی تقریر سے ہی اس کی کمر ٹوٹ گئی تھی اور مرزائی منظر کو اپنا بھاؤ معلوم ہو چکا تھا۔ دوسری تقریر میں آپ نے رہی سہی کسر بھی پوری کر دی۔ اور خاتم النبین کا ترجمہ آخری نبی کر کے اس پر کافی روشنی ڈالی۔ مرزائی مناظر سر نیچا کئے چپکے سے دبا بیٹھا سنتا رہا۔ جب اس کے بولنے کی باری آئی تو کہنے لگا اب کافی دیر ہو گئی ہے۔ اور میں نے بہت سفر کیا ہے تھکا ہوا ہوں اس لئے اب مناظرہ صبح سات بجے یہیں ہوگا۔ حضرت نے زور دیا کہ مناظرہ ابھی ہو یا کم از کم یہ ایک بار تو بولے۔ مگر مرزائی نے انکار کر دیا۔ بہر حال اس وقت مناظرہ ختم کر دیا گیا۔ اور حضرت مناظر اسلام کی تقریر کا جواب مرزائی مناظر کے ذمہ صبح پر اٹھا رکھا گیا۔ اور جب صبح ہوئی تو کچھ انتظار کے لئے کہا گیا۔ اس نے کہا کہ میں کوئی مناظرہ کے لئے تھوڑا ہی آیا تھا۔ میں تو صرف اپنے مرزائیوں کو تبلیغ کرنے آیا ہوں۔ میں مناظرہ نہیں کروں گا۔ اس پر مناظرہ کے لئے زور دیا گیا مگر وہ زمین پکڑ بیٹھا۔ بالآخر حضرت مناظر اسلام کی کامیابی اور فتح کا اعلان کر دیا گیا۔ اور کالرہ کے لوگوں نے مناظر اسلام کے حق میں فاتح مرزائیت کے نعرے لگائے۔ اور آپ فاتح کی حیثیت سے واپس گجرات تشریف لائے۔

نوٹ: اس مناظرہ کی روداد بہت دلچسپ تھی۔ مگر افسوس کہ اس وقت ضبط نہیں ہو سکی۔ اور اب پورے طور پر یاد نہیں رہی۔

(مناظرہ نمبر ۸)

قدم شماری کے مسئلہ پر مناظرہ کی روداد

مولوی عبدالمجید غیر مقلد اہل حدیث ڈھینڈہ ضلع ہزارہ کے ساتھ حضرت علامہ کا مناظرہ کھلابٹ میں غلام حیدر خان مرحوم کے حجرہ میں لوگوں کے کافی اجتماع میں جنازہ کے ساتھ قدم شماری (جو اس علاقہ میں مروج ہے) پر ہوا۔ ہر مناظر کے لئے دس دس منٹ ٹائم مقرر کیا گیا۔ حضرت فرماتے تھے کہ پہلے میں نے اس کو قدم شماری کے موضوع پر پکا کرنے کے لئے یونہی کہا۔ کہ مناظرہ تقلید کے مسئلہ پر ہوگا۔ پھر میں تقلید کے مسئلہ پر مناظرہ کے لئے اصرار کرتا رہا۔ اور وہ قدم شماری کے مسئلہ پر۔ جب اسی اصرار و تکرار پر کچھ وقت لگ گیا تو حاضرین مجھ سے کہنے لگے کہ حضرت آپ ہی قدم شماری کے موضوع کو مان لیں۔ تب میں نے کہا اچھا اگر حاضرین کی یہی خواہش ہے تو میں اسی موضوع کو مان لیتا ہوں۔ میری اس بات سے حاضرین پر یہ اثر ہوا کہ انہوں نے شروع سے سمجھ لیا کہ مقابل مولوی کمزور ہے اور ہر موضوع کو نہیں چھیڑ سکتا۔ اور مولوی عبدالمجید نے بھی اپنی اس کمزوری کو محسوس کیا۔

حضرت مناظر اسلام کی پہلی تقریر:

فقہائے احناف کی کتب فقہ حنفی میں لکھا ہے کہ اٹھانے والے جنازہ کو ہر جانب سے دس دس قدم اٹھائے۔ علامہ حلبی کبیر شرح منیہ میں فرماتے ہیں! **ولیستحب ان یحملها من کل جانب عشر خطوات۔**

اور پھر آگے چل کر فرماتے ہیں! **وینبغی ان یبدء مقدمها فیضعه علی لیمینه ثم مئوخرها کذلك ثم مقدمها علی یساره ثم مئوخرها کذلك**۔ یعنی اٹھانے والا پہلے جنازہ کا اگلا حصہ اپنے داہنے کندھے پر اٹھائے پھر اس کا پچھلا حصہ اپنے داہنے کندھے پر اٹھائے۔ پھر اس کا اگلا حصہ اپنے بائیں کندھے پر اٹھائے پھر پچھلا حصہ اپنے بائیں کندھے پر اٹھائے۔

اب دونوں عبارتوں کو ملانے سے نتیجہ یہ نکلا کہ جنازہ کو ہر جانب سے دس دس قدم بمطابق اس

طریقہ کے اٹھائے اور یہ قدم شماری ہے۔

مـــــؤلف :مذکورہ بالا دونوں عبارتیں کبیری شرح منیہ کے ص ۵۴۶ پر مرقوم ہیں۔اور فتاویٰ عالمگیری مطبوعہ کلکتہ جلد نمبرا کے ص ۶۲۶ پر لکھا ہے۔کہ جنازہ کو اٹھانے میں ایک تو ہر طرف سے علیٰ طریق تعاقب دس دس قدم اٹھایا جائے۔اور کمال سنت وہ طریقہ ہے۔جو ابھی ابھی حلبی سے نقل کیا گیا ہے۔اور فتاویٰ قاضی خان میں ہے!

''ثـم السـنة فـی حـمل الجنازة عندنا أن يحملها أربعة نفر من جوانبها الأربع يطوف كـل واحد منهم على جوانبها الأربع يضع مقدمها على يمينه ثم مؤخرا على يمينه ثم مقدمها على يساره ثم مؤخرها على يساره روى أبو يوسف عن أبی حنيفة رحمه اللّٰه تـعـالـى أنـه فعل كذلك (انتهى) ''۔(فتاوی قاضی خان:الجزالاوّل،صفحہ۱۹۰،طبع الکبری الامیریہ مصر۱۳۱۰ھ)

اس عبارت سے بھی قدم شماری کا پورا مروجہ طریقہ جس کا ذکر پہلے ہو چکا ہے۔معلوم ہوتا ہے۔

مـولـوی عبدالـمجید اهل حدیث: آپ نے اپنے وقت میں صرف فقہ حنفی کی کتابوں سے حوالے دیئے ہیں۔مگر یہ کوشش بے سود ہے کیونکہ فقہ کی کتابوں کی عبارتیں کوئی شرعی دلیل نہیں ہے۔آپ کے پاس اس مسئلہ پر اگر کوئی حدیث ہے تو اس کو پیش کریں۔اور پھر اس قسم کی باتوں میں اپنا وقت پورا کر دیا۔

مـنـاظـر اسلام: میں نے کتب فقہ حنفی کی معتبر کتب سے قدم شماری کا مروجہ طریقہ دکھایا ہے۔اب میرے مدمقابل کے لئے دو ہی صورتیں ہیں کہ یا تو اس کو تسلیم کرے اور یا پھر مجتہدین کے اجتہاد کے دلیل شرعی ہونے اور مسئلہ تقلید پر بحث کرے۔یہی وجہ تھی کہ میں نے اس مسئلہ کو پہلے منتخب کیا تھا۔

مـؤلف: حضرت فرماتے تھے کہ میں نے کچھ وقت حدیث کے پیش کرنے میں ٹال مٹول سے گذار دیا۔اور وہ ہر بار حدیث پیش کرنے کا مطالبہ کرتا اور میں صرف فقہاء کی عبارات پیش کر دیتا۔اور میں نے اپنے مقابل کو ذرا جوش دلانے اور یہ باور کرانے کے لئے کہ میرے پاس اس مسئلہ پر کوئی

حدیث نہیں ہے۔ کچھ وقت اور گذار دیا۔ اور ساتھ ہی اس کا حال لینے کو یہ بھی کہہ دیا کہ آپ کے نزدیک تو حدیثیں صرف بخاری و مسلم یا صحاح ستہ میں منحصر (بند) ہیں۔

مولوی عبدالمجید اھل حدیث: نے جب یقین کرلیا۔ کہ میرے پاس کسی قسم کی کوئی حدیث نہیں ہے۔ کیونکہ اگر کوئی حدیث میرے علم میں اس مسئلہ پر بطور دلیل پیش کی جاسکتی ہوتی تو ٹال مٹول میں اتنا وقت صرف نہ کرتا۔ تو اس نے جوش میں آ کر کہہ دیا۔ کہ کوئی حدیث پیش کرو چاہے کسی کتاب کی ہو خواہ فقہ ہی کی کسی کتاب سے نکالو مگر ہو حدیث تو میں فوراً مان جاؤں گا اور مناظرہ ختم کر دوں گا۔ لوگو! ان کے پاس کوئی حدیث ہے ہی نہیں۔

مناظر اسلام: نے جب مقابل کا مطالبہ حد کو پہنچا ہوا دیکھا تو جھٹ نصب الرایہ فی تخریج الھدایہ" للعلامتہ الزیلعی کا نام لیا کہ اگر اس کتاب سے اس مسئلہ پر حدیث دکھا دوں تو مان جاؤ گے۔ تو وہ بولا ہاں کیوں نہیں علامہ زیلعی تو بڑے پایہ کے محدث تھے۔ تو مناظر اسلام نے کتاب مذکور سے یہ حدیث پڑھ کر سنائی۔ "مَنْ حَمَلَ جِنَازَةً أَرْبَعِينَ خُطْوَةً كَفَّرَتْ عَنْهُ أَرْبَعِينَ كَبِيرَةً" یعنی جو شخص چالیس قدم جنازہ اٹھا کر چلے تو اللہ تعالیٰ اس کے چالیس کبیرہ گناہ معاف کر دے گا۔

طرز استدلال: فرمایا حدیث میں جب چالیس قدم جنازہ اٹھانے پر چالیس کبیرہ گناہوں کا معافی کا وعدہ فرمایا گیا ہے۔ تو یہ کیسے معلوم ہوگا۔ کہ اب چالیس قدم ہو گئے ہیں۔ ظاہر ہے کہ یہ تو قدم شماری کرنے سے ہی معلوم ہو سکتا ہے۔ اور یہی قدم شماری ہے۔

حضرت کی اس تقریر کے بعد اہل حدیث مولوی خاموش ہو گیا۔ اور لوگوں نے آپ کی فتح کی خوشی میں نعرے بلند کئے۔ اور یوں آپ کو اللہ تعالیٰ نے فتح مبین عطا فرمائی۔ وللہ الحمد علی ذلک

مؤلف ابو الفتح: علامہ حلبی نے بھی اس حدیث کو بحوالہ ابوبکر البخاری کبیری شرح منیہ میں نقل فرمایا ہے۔ (کبیری ص ۵۴۶)

☆☆☆☆ ☆☆☆☆ ☆☆☆☆

مناظرہ (نمبر۹)

قاضی یوسف علی خانپوری سند یافتہ نجد مسئلہ تقلید شخصی

قاضی یوسف علی برادر عبدالاحد خانپوری ۔ یہ وہی مولوی عبدالاحد خانپوری ہے جو غوث زماں قبلہ عالم پیر سید مہر علی شاہ صاحب گولڑوی رحمۃ اللہ علیہ کے ساتھ مسائل میں الجھتا رہا اور ہمیشہ ناکامی کا منہ دیکھتا اور ندامت و ذلت کا سامنا کرتا تھا۔ جو کہ نجد سے سند حدیث لے کر آیا تھا۔ یعنی صحیح نجدی تھا۔ اور اپنے آپ کو اہل حدیث کہلواتا تھا۔ مہدی زمان خان اہل حدیث ساکن کھلابٹ کی دعوت پر مسئلہ تقلید پر مناظرہ کے لئے کھلابٹ پہنچا۔ اور جامع مسجد کھلابٹ کے اندر درخت بوہڑ کے نیچے عام اجتماع میں اس سے مسئلہ تقلید شخصی پر گفتگو ہوئی۔

قاضی یوسف علی اہل حدیث: آپ حنفی لوگ قرآن وحدیث کو چھوڑ کر اماموں کے اجتہاد اور قیاس کے پیچھے پڑ جاتے ہیں۔ حالانکہ حدیث میں ہے کہ اول من قاس ابلیس۔ یعنی سب سے پہلے ابلیس نے قیاس کیا۔

مناظر اسلام: بے شک ہم احناف شرعی دلیلیں چار مانتے ہیں۔ قرآن، حدیث، اجماع، قیاس۔ مگر اصول حنفی یہ ہے کہ قرآن پاک سب سے مقدم ہے۔ اور پھر اس کے بعد حدیث ہے۔ سو جب قرآن وحدیث سے کوئی حکم ملے گا اجتہاد و قیاس کی طرف نہیں جائیں گے۔ اجتہاد تو صرف اسی صورت میں قابل قبول ہوگا کہ قرآن وحدیث میں کوئی حکم صراحۃً مذکور نہ ہو اور اس پر اجماع بھی نہ ہو۔ اور علماء اصول نے صاف تصریح فرمائی ہے کہ قرآن وحدیث کے مقابلہ میں کوئی اجتہاد و قیاس قبول نہیں ہوگا۔ اور اجتہاد و قیاس کی حجت شرعی ہونے کی دلیل حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ والی حدیث ہے کہ: ''جب حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان کو یمن کا قاضی بنا کر بھیجنا چاہا۔ تو ان سے دریافت فرمایا کہ تم وہاں جا کر لوگوں کے جھگڑوں کے فیصلے کس طرح کرو گے انہوں نے عرض کیا اللہ تعالیٰ کی کتاب یعنی قرآن کے مطابق۔ فرمایا اگر تمہیں قرآن میں کوئی حکم نہ ملے۔ تو عرض کیا پھر اللہ کے رسول کی سنت کی روشنی میں فیصلہ کیا کرونگا فرمایا اگر کوئی حکم تمہیں سنت رسول میں بھی نہ

مل سکے تو پھر کیا کرو گے۔عرض کیافــاجتهد بــرای۔پھرایسی صورت میں اجتہاد کروں گا۔اس پر نبی کریم ﷺ خوش ہوئے اوران کو گلے سے لگایا۔اورفرمایا کہ اللہ کاشکر ہے جس نے اپنے رسول کے قاصد کوراہ راست کی طرف رہنمائی فرمائی''(الحدیث)۔

اس حدیث سے اجتہاد کے حجت شرعی ہونے کا ثبوت ملتا ہے۔اب رہی تمہاری پیش کروہ روایت کہ''سب سے پہلے ابلیس نے قیاس کیا تھا''۔لہٰذا قیاس براہے اس کا جواب یہ ہے کہ ابلیس کا قیاس اللہ تعالیٰ کے امر کے مقابلہ میں تھا۔کہ اللہ تعالیٰ نے تو حضرت آدم علیہ السلام کے واسطے سجدہ کرنے کا حکم دیا تھا۔اب اس حکم کی تعمیل میں شیطان کو چاہئے تھا کہ وہ حضرت آدم کو فرشتوں کی طرح سجدہ کردیتا۔مگر بجائے سجدہ کرنے کے اس نے اپنی طرف سے قیاس کیا۔کہ اے اللہ تونے اس کومٹی سے اور مجھ کوآگ سے پیدا کیا ہے۔مٹی نیچے رہتی ہے۔اورآگ کے شعلےاوپرکو جاتے ہیں۔اس لئے میں آدم سے بہتر ہوں۔اور بہتر ہوکر پھراس کوسجدہ کیسے کروں۔تو یہ تھا شیطان کا قیاس جوکہ اللہ تعالیٰ کے امر کے مقابلہ میں تھا۔اور میں پہلے کہہ چکا ہوں کہ مجتہد کے قیاس کے مقبول ہونے کے لئے علمائے اصول نے چندشرطیں لگائیں ہیں۔جن میں پہلی شرط یہ ہے کہ وہ قیاس قرآن وحدیث کے مقابلہ میں نہ ہو۔

قاضی یوسف علی اہلحدیث: اس وقت مناظرہ تقلید کے مسئلے پر ہے۔پہلے آپ تقلید کی تعریف کریں۔

مناظر اسلام: کون سی تقلید کی تعریف کروں

خانپوری: کیا تقلید کی بھی قسمیں ہوتی ہیں۔

مناظر اسلام: ہاں ہاں کیوں نہیں ہوتیں۔

خان پوری : کچھ دیر خاموش رہا۔

مناظر اسلام : نے اس کوخاموش وحیران دیکھ کرخود ہی فرمایا کہ کون سی تقلید کی تعریف پوچھتے ہو۔ تقلیداصولی یاتقلید منطقی کی اب اسے تقلید کی قسموں کا پتہ چلاتو بولا کہ تقلیداصولی کی تعریف کیجئے۔

حضرت مناظر اسلام: لغت میں تقلید کے معنی ہیں''و قلادہ در گردن انداختن''یعنی کسی

کا پٹہ اپنے گلے میں ڈال لینا اور علمائے اصول کی اصطلاح میں تقلید کی تعریف یہ ہے۔ "**العمل علی قول الغیر بلا اظہار دلیل**" یعنی کسی دوسرے کی بات پر دلیل کے اظہار کے بغیر عمل کرنا۔

قاضی یوسف علی: جھلا کر بولا۔ یہ (بلا اظہار) کی قید کہاں سے آپ نے نقل کی ہے۔ عموماً اصول فقہ کی کتابوں میں تو تقلید کی تعریف "**العمل علی قول الغیر بلا دلیل**" کی گئی ہے۔

مؤلف ابو الفتح: حضرت فرماتے تھے کہ تقلید کی تعریف پوچھنے سے اس کا مقصد یہ تھا۔ کہ میں تقلید کی تعریف وہی کروں گا جو عموماً اصول فقہ کی کتابوں میں لکھی ہوئی ہے اور پھر وہ اعتراض کرے گا۔ کہ دیکھو یہ ہے تمہارا مذہب کہ تم اللہ اور اللہ کے رسول کے علاوہ دوسروں کی بات پر بلا دلیل شرعی آنکھیں بند کر کے عمل کرتے ہو۔ لیکن میں نے اس کو یہ اعتراض کرنے کا موقعہ نہیں دیا میں نے پہلے ہی تقلید کی تعریف میں بلا اظہار دلیل کی قید لگا دی۔ جس کا مطلب یہ ہوا کہ جس امام اور مجتہد کی ہم تقلید کرتے ہیں دلیل تو ان کے پاس اس مسئلہ میں ہوتی ہے۔ مگر یہ ضروری نہیں کہ دلیل کو صرف ظاہر ہی کیا جائے۔ اب اس بات سے اہل حدیث مولوی کو اعتراض کرنے کا موقعہ ہی نہ ملا۔ تو وہ حیران ہو کر پوچھنے لگا کہ تم نے یہ قید کہاں سے نقل کی ہے۔

مناظر اسلام کا جواب: یہ قید بلا اظہار دلیل مولانا عبدالحلیم صاحب لکھنوی نے قمر الاقمار حاشیہ نور الانوار میں لکھی ہے۔

مناظر اسلام کا استفسار: حضرت نے اہل حدیث مولوی سے موضوع کا تعین کراتے ہوئے پوچھا۔

نوٹ: حضرت فن مناظرہ میں بہت ماہر تھے۔ اور رشیدیہ وغیرہ کتب علم مناظرہ کے مبینہ قواعد کا اجراء کرنا خوب جانتے تھے۔

فرمایا کرتے تھے کہ اصل مناظرہ مخالف سے موضوع بحث کا تعین کرانا ہی ہوتا ہے۔ تعین موضوع ذرا مشکل کام ہے۔ اس کے بعد مناظرہ تو اتنا مشکل نہیں ہوتا۔ چنانچہ آپ نے پوچھا۔ کہ:

آپ تقلید شخصی کو شرک اور کفر یا حرام یا مکروہ، کیا کہتے ہیں؟

قاضی یوسف علی اہلحدیث: مجھ سے تقلید کے بارے میں قرآن کا ارشاد سنیئے، دیکھئے! اللہ

تعالیٰ فرماتا ہے!''فَاِنْ تَنٰزَعْتُمْ فِیْ شَیْءٍ فَرُدُّوْہُ اِلَی اللّٰہِ وَالرَّسُوْلِ''۔(النساء:۵۹) پھر اگر تم جھگڑ پڑو کسی چیز کے بارے میں تو اس کو اللہ اور اس کے رسول کی طرف لوٹاؤ۔

یعنی متنازعہ امور کا فیصلہ قرآن وحدیث کی ہدایات کے موافق کرو۔ دیکھئے اس میں اللہ تعالیٰ نے مجتہد اور امام کی طرف جانے کو نہیں فرمایا۔ بلکہ صرف دو ہی چیزیں ہدایت کی بتائی ہیں۔ ایک قرآن اور دوسرا حدیث رسول مگر تم لوگوں نے ساتھ اماموں کا قیاس اپنی طرف سے ملا لیا ہے۔ اور مجتہدوں کی تقلید کرنے لگ گئے۔ یہ قرآن کی ہدایت وارشاد کے خلاف ہے۔

مناظر اسلام: میں نے تو آپ سے یہ پوچھا تھا۔ کہ آپ تقلید شخصی کو کیا کہتے ہیں۔ حرام یا مکروہ، یا اور کچھ مگر بجائے اس کے کہ آپ یہ بتاتے آپ نے قرآن پڑھنا شروع کر دیا۔

اھل حدیث مولوی: تو قرآن نہ پڑھوں تو کیا پڑھوں

مناظر اسلام: ہاں بے شک قرآن پاک پڑھئے اور ضرور پڑھئے گا مگر میری گذارش تو یہ ہے کہ آپ ذرا پہلے یہ بتا دیں کہ آپ تقلید کو سمجھتے کیا ہیں شرک وکفر یا حرام ومکروہ۔ بس اتنی سی بات بتانے کے بعد آپ بڑے شوق سے قرآن پڑھیں اور دلیل دیں۔ دیکھئے نا دلیل تو ہوتی ہے۔ دعوے کے بعد۔ ابھی تو آپ نے تقلید شخصی کے بارے میں دعویٰ ہی نہیں کیا۔ پھر دلیل کاہے کی پیش کر رہے ہو۔

مؤلف حالات ابو الفتح: حضرت فرماتے تھے کہ میں تو اس سے یہ پوچھتا رہا اور وہ جب بھی بولتا تو قرآن ہاتھ میں لے کر تقلید کے خلاف بزعم خویش آیات پڑھنے اور ان کا ترجمہ کرنے لگ جاتا بہت مشکل یہ بنی کہ وہ تقلید کا حکم نہیں بتاتا تھا۔ پرانا تجربہ کار بوڑھا تھا۔ بہرحال میں نے بھی تنگ کرنا شروع کیا۔ تاکہ یہ تقلید کا اپنے خیال کے مطابق حکم بتائے۔ تاکہ مناظرہ آگے چلے۔ کیونکہ اس کے بغیر مناظرہ آگے چل نہیں سکتا تھا۔ آخر کافی دیر کے بعد اس نے جھنجھلا کر کہا کہ تقلید شخصی حرام ہے۔ حرام ہے۔ حرام ہے۔ میں نے کہا الحمد اللہ اب ٹھیک ہے۔

حضرت فرماتے تھے کہ میری اس گفتگو کے دوران حضرت مولانا سکندر علی صاحب موضع شاہ محمد والے بھی تشریف لے آئے تھے۔ اور میری اور اس کی گفتگو سنتے رہے میرے دل میں مولانا کا احترام تھا۔ کیونکہ مہمان اور ہم مسلک عالم تھے۔ اور میں چاہتا تھا کہ اہل حدیث کے ساتھ ان کو

گفتگو کرنے کا موقعہ دوں۔ مگر میرا خیال یہ تھا کہ پہلے اس سے موضوع کا تعین کروا لوں۔ تا کہ مولانا کے لئے اس سے گفتگو کرنا آسان ہو جائے۔ کیونکہ مولانا صاحب ایک اچھے عالم تو تھے اور بحث تو کر سکتے تھے۔ مگر تعین موضوع کے بغیر اس اہل حدیث کا قابو آنا مشکل تھا۔ اور مولانا کے لئے اس سے موضوع کا تعین کرانا آسان نہ ہوتا۔

بہر حال جب موضوع متعین ہو گیا۔ اور اس نے تقلید کو حرام حرام کہہ دیا۔ تو پھر میں نے مولانا کو اس سے گفتگو کا موقعہ دیا۔ مولانا نے بہت اچھی اور کامیاب گفتگو فرمائی۔ مولانا نے اس کے مقابلہ میں یہ آیت پڑھی: ''**اَطِيْعُوا اللّٰهَ وَاَطِيْعُوا الرَّسُوْلَ وَ اُولِی الْاَمْرِ مِنْکُمْ**''۔ (النساء:۵۹) یعنی اللہ کی اطاعت کرو اور اس کا کہنا مانو اور رسول کا کہنا مانو اور اولی الامر کا کہا مانو۔

فرمایا تم تو کہہ رہے تھے کہ اللہ اور اس کے رسول کے علاوہ کسی کی طرف جانے سے قرآن روکتا ہے مگر یہاں تو قرآن اللہ اور اس کے رسول اور اس کے بعد اولی الامر کی طرف بھی بھیج رہا ہے۔ اب بتاؤ کیا کہتے ہو۔

مؤلف: مولانا کی اہلحدیث مولوی سے اچھی خاصی اور کامیاب گفتگو ہوئی مگر افسوس کہ وہ پوری معلوم نہیں ہو سکی۔ بہر حال اتنا معلوم ہوا کہ مولانا نے اس سے کلام اللہ کے بارے میں ایک علمی سوال کیا تھا۔ جو کہ کلام اللہ کے لفظ یا معنی کے قدیم اور ازلی ہونے کے بارے میں تھا۔ سوال دقیق اور علمی تھا۔ قاضی یوسف علی اس کا جواب نہ دے سکا۔ اور بالکل خاموش ہو گیا۔

حضرت والد صاحب فرماتے تھے کہ جب قاضی یوسف خاموش اور ناکام ہو گیا۔ تو ہمارے مدرسہ کے ایک طالب علم نے اٹھ کر رومال سے اس کا چہرہ یہ کہتے ہوئے صاف کیا کہ چہرے پر گرد پڑ گئی ہے ذرا صاف تو کر دوں۔ والد صاحب فرماتے تھے۔ کہ اس کی اس حرکت سے میں ناراض ہوا۔ اور اس کو ڈانٹا کہ آخر یہ مہمان مولوی ہے۔ اختلاف مسلک اور چیز ہے۔ مگر تم یہ گستاخانہ حرکت کر رہے ہو۔ میرے کہنے سے وہ باز آ گیا۔ ورنہ خدا جانے کوئی اور حرکت بھی کر گزرتا۔ بہر حال اللہ تعالیٰ نے ہمیں نمایاں کامیابی عطا فرمائی۔ اور لوگوں نے مبارک باد پیش کی۔

امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ کی روح پر فتوح کی برکت سے ہمیں فتح جلیل حاصل ہوئی۔ فالحمد للہ علی ذلک۔

مناظرہ (نمبر ۱۰)

روداد مناظرہ پنیاں ضلع ہزارہ

موضع پنیاں کے عبدالغفور خان صاحب حضرت والد صاحب کے دوست تھے موصوف اور چند دوسرے اصحاب موضع کھلابٹ میں حضرت والد صاحب کی خدمت اقدس میں حاضر ہو کر عرض کرنے لگے کہ موضع پنیاں کا مولوی عبدالرحمٰن وہابی عقیدہ رکھتا ہے۔ اس کے ساتھ اختلافی مسائل پر بات کرنی ہے۔ اس لئے آپ مہربانی فرما کر ہمارے ساتھ تشریف لے چلیں۔ حضرت نے منظور فرما لیا۔ اور پھر چند کتابیں اور مؤلف ناچیز کو بھی ساتھ لے کر پنیاں تشریف لے گئے۔ مولوی عبدالرحمٰن کو مناظرہ کے لئے بلایا گیا۔ مگر وہ پہلے تو انکار کرتا رہا۔ بالآخر لوگوں کے مجبور کرنے پر آیا۔ یہ مولوی عبدالرحمٰن پورے علاقہ میں مانا ہوا عالم تھا۔ مگر عقیدہ وہابی تھا۔ مولوی عبدالرحمٰن کو نداء یا رسول اللہ سے انکار تھا۔ ظہر کے وقت اس کے ساتھ وہاں کی ایک مسجد میں مندرجہ ذیل گفتگو ہوئی۔

مناظر اسلام: مولوی صاحب آپ کس مسلک سے منسلک ہیں۔

مولوی عبدالرحمن: جی میں حنفی المذہب ہوں۔

مناظر اسلام: پھر آپ یا رسول اللہ کہنے سے انکار کیوں کرتے ہیں۔

مولوی عبدالرحمن: اس لئے کہ اس کا کوئی ثبوت نہیں۔

مناظر اسلام: مگر آپ یا رسول اللہ کہنے کو سمجھتے کیا ہیں۔

مولوی عبدالرحمن: ناجائز سمجھتا ہوں

مناظر اسلام: ناجائز کی قسموں سے کون سی قسم سمجھتے ہیں۔

مولوی عبدالرحمن: جی بس ناجائز کہتا ہوں۔

مناظر اسلام: آخر تفصیل بھی کیجئے نا۔ کہ آیا آپ شرک سمجھتے ہیں۔ یا کفر جانتے ہیں یا حرام کہتے ہیں۔ یا مکروہ سمجھتے ہیں۔

مولوی عبدالرحمن: جی حرام سمجھتا ہوں۔ اگر آپ کے پاس اس کو جائز سمجھنے کے کچھ دلائل ہیں تو آپ بیان کریں میں سنوں گا اگر ٹھیک ہوئے تو میں مان لوں گا۔

مناظر اسلام: مولوی صاحب حنفی مذہب کے اندر اصل اشیاء میں اباحت یعنی مباح ہونا ہے۔ علامہ شامی کے استاذ علامہ عبدالغنی النابلسی علیہ الرحمہ کتاب "**الصلح بین الاخوان**" میں فرماتے ہیں: "**ولیس الاحتیاط فی الافتراء علی اللّٰہ تعالیٰ باثبات الحرمته و الکراھة الذی لابدلھما من دلیل بل فی الاباحیة التی ھی الاصل** ۔انتھیٰ"۔ ترجمہ: یہ احتیاط نہیں کہ بلا دلیل اپنے پاس سے کسی چیز کو حرام یا مکروہ کہہ دیا جائے۔ کیونکہ یہ تو اللہ تعالیٰ پر افتراء ہے۔ اس لئے کہ حرام یا مکروہ ثابت کرنے کے لئے کسی خاص دلیل کی ضرورت ہے۔ بلکہ احتیاط تو اس میں ہے کسی چیز کے ناجائز ہونے کی دلیل نہ ملنے کی صورت میں اس کو مباح (جائز) سمجھا جائے۔ کیونکہ اصل یہی مباح سمجھنا ہے۔

لہٰذا فقہاء احناف کی اس تصریح کے مطابق تو یارسول اللہ کہنے کے جائز ہونے کے لئے اتنا ہی کافی ہے۔ کہ آپ کے پاس اس کے حرام ہونے کی کوئی دلیل نہیں ہے۔

مولوی عبدالرحمن: قرآن وحدیث سے اس کے جائز ہونے پر اگر آپ کے پاس دلائل ہوں تو بیان کریں۔

مناظر اسلام: جی ہاں قرآن وحدیث بارش کی طرح اس کے جائز ہونے پر برس رہے ہیں۔ تو لیجئے سنیے۔

اللہ تعالیٰ قرآن پاک میں سورہ نور میں ارشاد فرماتا ہے:

"**لَا تَجۡعَلُوۡا دُعَآءَ الرَّسُوۡلِ بَيۡنَكُمۡ كَدُعَآءِ بَعۡضِكُمۡ بَعۡضًا**"۔ (النور:۶۳) تم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے بلانے کو ایسا مت سمجھو۔ جیسا تم میں ایک دوسرے کو بلا لیتا ہے۔

شاہ عبدالقادر صاحب دہلوی تفسیر موضح القرآن میں اس آیت کی تفسیر میں فرماتے ہیں "تو پکارنا تمہارا خاص رسول اللہ کو چاہئے کے ہووے۔ جیسے کہ یارسول اللہ۔ یا نبی اللہ" اس واسطے کہ خدا نے سب پیغمبروں کو ساتھ نشان ندائے اسما خطاب کیا ہے۔ اور حبیب اپنے کو ساتھ ندائے کرامت

کے۔

یا آدم است با پدر انبیاء خطاب　　　　یا ایھا النبی خطاب محمد است

دیکھئے یہ وہی شاہ عبدالقادر صاحب دہلوی ہیں۔ جن کو تمہاری برادری کے دیوبندی بھائی بہت بڑا مانتے ہیں:

۲۔ درس نظامی کی مشہور تفسیر، تفسیر جلالین میں اس آیت کی تفسیر میں فرمایا:

"بِأَنْ تَقُولُوا يَا مُحَمَّد بَلْ قُولُوايَا نَبِيَّ اللّٰه يَا رَسُولَ اللّٰه فِي لِين وَتَوَاضُع وَخَفُض صَوُت" (تفسیر جلالین: تفسیر سورہ نور آیت: ۶۳، صفحہ ۳۵۹)

نرمی، عاجزی اور لطیف آواز میں یا نبی اللہ یا رسول اللہ کہو۔

۳۔ اور تفسیر ابن کثیر میں ہے:

قال الضحاك عن ابن عباس كانوا يقولون يا محمد ا باالقاسم فنهاهم اللّٰه عزوجل من ذلك اعظاماً لنبيه ﷺ قال فقولوا يا نبى اللّٰه يا رسول اللّٰه و هذا قال مجاهد و سعيد بن جبير۔ حضرت ابن عباس سے مروی ہے کہ لوگ یا محمد یا ابا القاسم کہہ کر پکارا کرتے تھے۔ اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی کی تعظیم کے پیش نظر ان کو ایسا کرنے سے روک دیا اور فرمایا کہ یا نبی اللہ، یا رسول اللہ کہا کرو۔ یونہی حضرت مجاہد (تابعی) اور سعید بن جبیر سے منقول ہے۔

(تفسیر ابن کثیر۔ الجزالسادس مطبوعہ مطبعۃ المنار مصر ص۱۵۲ سطر ۶)

ان تفاسیر کے علاوہ تفسیر خازن جلد ۵ مطبوعہ مصر ص ۶۷ سطر ۱۰۔ اور تفسیر معالم التنزیل برحاشیہ تفسیر خازن جلد ۵ مطبوع ص ۷۷۔ سطر ۳۔ اور تفسیر درمنشور۔ اور تفسیر قادری ترجمہ تفسیر حسینی جلد دوم مطبوعہ نولکشور ص ۱۳۲ سطر ۱۸۔ اور تفسیر کبیر الامام الرازی علیہ الرحمۃ جلد ششم ص ۳۱۰ سطر ۳۰۔ اور تفسیر بیضاوی، وغیرہا نے بھی بالاتفاق یونہی لکھا ہے۔

مؤلف ابو الفتح: حضرت صاحب نے اس وقت ان تمام کتابوں کی عبارتیں پڑھی تھیں۔ مگر ہم نے اختصاراً صرف ناموں پر اکتفا کیا ہے۔

مولوی عبدالرحمن: اس سے تو حضور کا نام لے کر پکارنا اور یا محمد کہنا ممنوع ثابت ہوا۔ حالانکہ

لوگ یا محمد کہہ کر بھی پکارا کرتے ہیں۔کیا آپ اس کو ناجائز سمجھتے ہیں۔

۲۔ دوسری بات کہ اس سے آپ کی زندگی میں یارسول اللہ کہہ کر پکارنا معلوم ہوتا ہے۔نہ کہ بعد وصال کے۔

۳۔ تیسری بات یہ کہ اس سے تو آپ کے قریب رہ کر حرف یا سے پکارنا معلوم ہوا۔نہ کہ دور سے کیونکہ لفظ (یا) سے قریب والوں کو بھی پکارا جاتا ہے۔ان تین باتوں کا جواب دیجئے۔

حضرت مناظر اسلام: **الحمد للّٰہ رب العلمین والصلوٰۃ و السلام علی رسولہ علی اھل و اصحابہ اجمعین**

پہلی بات کا جواب: مولانا عبدالحلیم لکھنوی نے اپنی کتاب ''نور ایمان'' میں فرمایا ہے۔کہ اس آیت سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ عامیانہ طور پر خصوصی تعظیم کے ارادہ کے بغیر بے باکی اور لاپرواہی سے یا محمد کہنا منع ہے۔لیکن اگر بارادۂ تعظیم یا محمد کہا جائے تو یہ منع نہیں ہے۔بلکہ روایات سے ثابت ہے اور یہ تفریق قرآن پاک کی اسی پیش نظر آیت کے ان الفاظ سے مستنبط ہوئی۔''**كَدُعَآءِ بَعۡضِكُمۡ بَعۡضًا**ؕ'' یہ تشبیہ ہی بتاتی ہے کہ مطلقاً نام لے کر پکارنے سے منع نہیں کیا جارہا۔بلکہ اس پکارنے سے منع کیا جارہا ہے۔جو کہ عام طور پر ایک دوسرے کو پکارنے کی طرح ہو۔اور عام طور پر تو بلا ارادۂ تعظیم لاپرواہی اور بے باکی سے پکارا جاتا ہے۔لہٰذا اس قسم کا پکارنا منع ہوا ہے۔نہ کہ مطلقاً نام لے کر پکارنا خواہ تعظیم و توقیر سے ہو۔دیکھئے میں حدیث بتاتا ہوں جس میں آقائے نامدار حبیب پروردگار مدنی محبوب ﷺ نے خود یا محمد کہنے اور پڑھنے کی تلقین فرمائی ہے۔

امام احمد اور امام ترمذی، نسائی وابن ماجہ اور بیہقی اور حاکم محدث نے اس حدیث کو نقل کیا ہے۔

''حضرت عثمان بن حنیف سے روایت ہے کہ ایک نابینا شخص نبی کریم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا۔اور عرض کیا کہ دعا کیجئے اللہ تعالیٰ مجھ کو عافیت دے آپ نے فرمایا اگر تو چاہے تو اس کو ملتوی رکھوں تاکہ آخرت میں کام آئے۔کیونکہ حدیث میں آتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ!''**مَنۡ أَذۡهَبۡتُ حَبِيبَتَيۡهِ فَصَبَرَ وَاحۡتَسَبَ لَمۡ أَرۡضَ لَهُ ثَوَابًا دُونَ الۡجَنَّةِ**''۔(سنن ترمذی: باب، ماجا فی ذھاب البصر) جب میں اپنے بندے کو ''**حبیبتیه**'' پر مبتلا کر دیتا ہوں۔یعنی آنکھوں سے اس کو

معذور کر دیتا ہوں۔ اور وہ اس پر صبر کرے تو اس کے عوض میں اس کو جنت دیتا ہوں اور اگر تو چاہے تو میں دعا کروں، اس نے عرض کیا کہ دعا ہی کر دیجئے۔ آپ نے اس کو حکم دیا۔ کہ وضو کر لے اور اچھی طرح وضو کر لے اور دو رکعت نماز پڑھے اور یہ دعا کرے۔

''اللّٰهُمَّ إِنِّى أَسْأَلُكَ وَأَتَوَجَّهُ إِلَيْكَ بِمُحَمَّدٍ نَبِيِّ الرَّحْمَةِ يَا مُحَمَّدُ إِنِّى قَدْ تَوَجَّهْتُ بِكَ إِلَى رَبِّى فِى حَاجَتِى هَذِهِ لِتُقْضَى اللّٰهُمَّ فَشَفِّعْهُ فِىَّ''۔ (سنن ابن ماجہ: الجزالاوّل، کتاب، اقامۃ الصلوٰۃ والسنۃ۔ باب، ماجاء فی صلاۃ الحاجۃ، صفحہ ۴۴۱، رقم: ۱۳۸۵، طبع، دارالاحیاء الکتب العربیہ قاھرہ)

ترجمہ: اے اللہ میں آپ سے درخواست کرتا ہوں اور آپ کی طرف متوجہ ہوتا ہوں بوسیلہ (حضرت محمد ﷺ) نبی رحمت کے، یا محمد میں آپ کے وسیلہ سے اپنی حاجت میں اپنے رب کی طرف متوجہ ہوتا ہوں تا کہ وہ پوری ہو جائے۔ اے اللہ حضور کی شفاعت میرے حق میں قبول کیجئے۔

اسناد حدیث: اب پہلے اس پیش کردہ حدیث کی صحت کے بارے میں محدثین کی تحقیق پیش کرتا ہوں۔ کہ ''یہ حدیث سنداً صحیح ہے۔ اس روایت کی تصحیح حفاظ حدیث میں سے ایک بڑی جماعت نے کی ہے۔ جن کی تعداد پندرہ تک ہے۔ مگر امام ترمذی ابن حبان، طبرانی، محدث ابونعیم، محدث حاکم، محدث بیہقی۔ اور امام منذر خاص طور سے قابل ذکر ہیں۔ امام ترمذی نے اس کے بارے میں فرمایا۔ ھذا حدیث حسن صحیح۔ امام ترمذی نے اس حدیث کو امام احمد کی سند کے سوا دوسری سند سے روایت کیا ہے۔ اور امام نسائی نے تیسری سند کے ساتھ اور بیہقی اور محدث حاکم نے چوتھی سند کے ساتھ اس کو روایت کیا ہے۔

نتیجہ: اب اس حدیث سے یا محمد کہنے اور پڑھنے کا ثبوت ملتا ہے۔ اور وہ بھی غائبانہ۔ کیونکہ اس نابینا صحابی نے حضور کی جناب سے رخصت ہو کر اپنی جگہ جا کر یہ نماز پڑھی تھی۔ میں یہ بھی بتا دوں کہ اس دعا کا پڑھنا اس نابینا صحابی کے ساتھ خاص نہ تھا۔ بلکہ صحابہ نے اس کی عام اجازت سمجھی ہوئی تھی۔ چنانچہ حضرت عثمان بن حنیف رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک آدمی حضرت عثمان بن عفان خلیفہ سوم (عثمان غنی رضی اللہ عنہ کے پاس کسی کام کی غرض سے آتا جاتا رہا مگر آپ اس کی طرف توجہ نہ فرماتے اور نہ ہی اس کی ضرورت پر نظر ڈالتے اس نے عثمان بن حنیف کے پاس جا کر اس بات کی

شکایت کی تو انہوں نے فرمایا کہ پہلے وضو کر پھر مسجد میں جا کر دو رکعت نماز پڑھ پھر یہ دعا پڑھ (یہی مذکورہ بالا دعا) پڑھائی چنانچہ جب اس شخص نے یہ دعا پڑھی اور اور پھر حضرت عثمان غنی کے پاس گیا تو دربان اس کا ہاتھ پکڑ کر حضرت عثمان غنی خلیفۃ المسلمین کے پاس لے گیا۔ اور حضرت عثمان نے اس کو اپنے ساتھ تخت پر بٹھایا۔ اور اس سے اس کی ضرورت کے بارے میں پوچھا اس نے اپنی ضرورت بتادی تو آپ نے اس کی ضرورت پوری کردی۔ نیز فرمایا آئندہ جو ضرورت ہوا کرے بتادیا کرو۔ پھر وہ آدمی وہاں سے نکل کر حضرت ابن حنیف رضی اللہ عنہ سے ملا اور کہا کہ آپ کو اللہ تعالے جزائے خیر دے کہ آپ نے میرے حق میں حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ سے سفارش فرمائی ہے۔ حضرت ابن حنیف نے فرمایا میں نے ان کی خدمت میں کوئی سفارش نہیں کی ہاں البتہ میں نے تجھ کو وہ دعا سکھلادی تھی جو کہ نبی کریم ﷺ نے ایک نابینا کو سکھلائی تھی۔ اور خدا کی قسم ابھی ہم وہاں سے علیحدہ بھی نہ ہوئے تھے اور باتیں ہی کر رہے تھے کہ وہ نابینا) وہ دعا پڑھ کر آنکھوں والا بن کر آ گیا، ایسا کہ گویا اس کو کبھی نابینائی کا عارضہ ہوا ہی نہ تھا۔

نتیجہ: اس روایت سے ثابت ہوا کہ صحابہ کرام حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کو یا محمد ﷺ کہہ کر پکارنے کی لوگوں کو تعلیم دیا کرتے تھے۔ معلوم ہوا کہ بارادہ تعظیم یا محمد کہنا جائز اور ثابت ہے۔

تیسری دلیل: اور سنیے کتاب الشفا القاضی عیاض المالکی میں ہے:

''وَرُوِیَ أَنَّ عَبْدَ اللّٰہ بن عُمَرَ خَدِرَتْ رِجْلُهُ فَقِیلَ لَهُ اذْکُرْ أَحَبَّ النَّاسِ إِلَیْكَ یَزُلْ عَنْكَ فَصَاحَ یَا مُحَمَّدَاهُ فَانْتَشَرَتْ'' (انتہی)۔ (الشفاء بتعریف حقوق المصطفیٰ: الجزالثانی، باب، فی ما روی عن السلف والائمۃ، صفحہ ۲۳، طبع، دار الکتب العلمیہ بیروت)

حضرت ابن عمر (صحابی رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ آپ کا پاؤں سن ہو گیا آپ سے کسی نے کہا کہ تمام لوگوں میں سے جو آپ کو محبوب تر ہے اس کو یاد کرو مرض جاتا رہے گا۔ تو آپ چلائے یا محمدا (ﷺ) تو آپ کا پاؤں کھل گیا۔

نتیجہ: اس روایت سے حضور ﷺ کو یا محمد کہہ کر پکارنا ثابت ہوا۔ اور علامہ شہاب الدین الخفاجی نسیم الریاض شرح شفا قاضی عیاض'' میں فرماتے ہیں:

''وقدروی مثلہ لابن عباس وذکرہ النوی فی اذکارہ وروی ایضا عن غیرھما وھذہ مما تعاھدہ اھل المدینۃ''۔اسی طرح حضرت ابن عباس سے بھی روایت کیا گیا ہے(کہ انہوں نے بھی بوقت تکلیف ومصیبت یا محمد کہہ کر پکارا)اورامام نووی نے اس کو کتاب الاذکار میں ذکر کیا ہے۔اور بوقت مصیبت ومرض یا محمد کہہ کر پکارنا ان دوصحابیوں کے علاوہ اوروں سے بھی مروی ہے۔نیز یہ وہ استغاثہ ہے کہ مدینہ کے لوگ اس کے عادی ہیں،یعنی مدینہ کے لوگوں کی عادت ہے کہ بوقت مصیبت وحاجت یا محمد کہہ کرفریادکرتے ہیں۔

چوتھی دلیل: تاریخ ابن جریر میں لکھا ہے:

ان الصحابتہ بعد موت رسول اللہ ﷺ) کان شعارھم فی الحرب یا محمد "

رسول اللہ ﷺ کے وصال کے بعد جنگ کے موقعہ پر یا محمد کہہ کرفریادکرنے کا صحابہ کرام میں رواج تھا اورایک روایت میں ہے کہ غزوہ یرموک کے موقعہ پر جب حملہ ہواتو ہزاروں صحابی یا محمد امت امت کے نعرے لگارہے تھے۔

پانچویں دلیل: فتوح الشام کے ص ۲۹۸ پرلکھا ہے کہ حضرت ابوعبیدہ بن الجراح نے قنسرین سے کعب بن حمزہ کو بارادہ جنگ ایک ہزارسواردے کرروانہ کیا،کعب بن حمزہ کی جنگ یوقنا سے ہوئی ، یوقنا کے پانچ ہزار سپاہی تھے، جنگ ہورہی تھی کہ پانچ ہزار کفاردوسری طرف سے مسلمانوں پر آپڑے اب دس ہزار کفار سے ایک ہزار مسلمانوں کا مقابلہ ہورہا ہے مسلمان جانبازیاں کررہے ہیں اور بے جگری سے لڑرہے تھے،اورکعب بن حمزہ سپہ سالار لشکر نہایت بے آرام اور بے چین ہوکرآواز دیتے تھے یا محمد یانصر اللہ انزل۔اے محمد اے اللہ کی مدد اترآ)اورمسلمانوں کی طرف متوجہ ہوکر کہتے تھے۔اے مسلمانو اکفار کے مقابلے میں ڈٹے رہوبس یہ تھوڑا ساسختی کا وقت ہے آخرتم ہی غالب ہوؤ گے۔

نتیجہ:اس روایت سے ثابت ہوا کہ صحابہ کرام بوقت مصیبت یا محمد کہہ کرفریادکیا کرتے تھے۔تو ان روایات سے معلوم ہوا کہ یا محمد کہہ کرحضور ﷺ کو پکارنا تعظیم کے ارادے اورعشق ومحبت سے جائزاورثابت ہے۔

یہ تو تھی گفتگو یا محمد کہہ کر حضور ﷺ کے پکارنے کے بارے میں اور بالخصوص اسم پاک سے ندا کرنے میں، اور اصل مسئلہ جو چل رہا تھا وہ یہ تھا، کہ نبی کریم ﷺ کو حرف (یا) سے پکارا جا سکتا ہے، یا نہیں، میرا موقف یہ تھا کہ ہاں ہاں ضرور پکارا جا سکتا ہے، اور اس پر کئی دلائل قائم کر چکا ہوں۔ اور یہ کوئی نئی بات نہیں ہمیشہ سے اہل ایمان حضور اکرم ﷺ کو ہر دور میں پکارتے چلے آرہے ہیں۔

۱۔ اخبار الاخیار میں شیخ عبدالحق محدث دہلوی فرماتے ہیں: (شعر)

بہر صورت کہ باشد یا رسول اللہ کرم فرما بلطف خود سر و سامان جمع بے سر و پا کن

۲۔ حضرت شاہ ابو المعالیؒ فرماتے ہیں: (شعر)

گر نبودے یا رسول اللہ، ذات پاک تو، ہیچ پیغمبر نہ بردے دولت پیغمبری۔

۳۔ اور حضرت شیخ سعدیؒ فرماتے ہیں: (شعر)

چہ وصفت کند سعدی ناتمام علیک الصلوۃ اے نبی والسلام

(بوستان ص ۸)

۴۔ حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی اپنے قصیدہ اطیب النغم فی مدح سید العرب والعجم میں فرماتے ہیں:

وصلی علیك الله یا خیر خلقه ویاخیر مامول و یاخیر واهب

ویاخیر من یرجی الکشف رزیة ومن جوده قد فاق جود السحائب

وانت مجیری من هجوم ملمة اذا انشبت فی القلب شر المخالب

(اطیب النغم فصل یازدہم در ابتہال بجناب حضرت ﷺ)

اے ساری مخلوق سے بہتر، خدا آپ پر رحمت بھیجے، اے سب سے بڑھ کر امیدوں کے سہارے، اے سب سے بڑھ کر بخشنے والے۔ اے مصیبتوں کے دور کرنے کے واسطے بہترین امید گاہ۔ جن کی سخاوت بارش کے قطروں سے بھی فوقیت لے گئی۔ اور جس وقت مصیبتوں کا سخت پنجہ میرے دل کو آکر پکڑے تو آپ مجھے بلیات کے ہجوم سے بچانے والے ہیں۔

۵۔ اور یہی حضرت شاہ ولی اللہ صاحب محدث دہلوی اپنے قصیدہ ہمزیہ میں فرماتے ہیں:

ینادی ضارعا لخضوع قلب	وذل وابتهـــال والتجـــاءِ
رسول اللــه يـاخير البرا يا	نـوالك ابتغى يوم القضاءِ
اذا مـا حل خطب مدلهم	فـانت الحصن من كل البلاءِ
اليك توجهى وبك استنادى	وفيك مطامعى وبك ارتجائى

زار و ذلیل شکستہ دل و بے چین ہو کر اخلاص قلبی کے ساتھ مناجات اور پناہ لینے میں (رسول اللہ ﷺ کو) اس طرح پکارے یا رسول اللہ، یا خیر خلق اللہ میں آپ کی بخشش مانگتا ہوں، اس فیصلہ کے دن جب کہ سخت مصیبت ہوگی، تو آپ ہی ہر بلا سے پناہ ہیں، آپ ہی کی طرف میری توجہ اور رخ ہے اور آپ ہی پر مجھے تکیہ اور بھروسہ ہے، اور تمام امیدیں آپ ہی کی ذات والا صفات سے وابستہ ہیں۔

۶۔ اور حضرت شمس تبریزی فرماتے ہیں۔ یا رسول اللہ حبیب خالق یکتا توئی برگزیدہ ذوالجلال پاک و بے ہمتا توئی:

یارسول الله تو دانی امتانت عاجز اند

عاجزان را رهنماؤ جمله راماوی توئی

۷۔ اور عارف باللہ مولانا عبد الرحمٰن جامی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

زمهجوری بر آمد جان عالم

ترحم یا نبی الله ترحم

۸۔ اور حضرت شیخ شرف الدین البوصیری بحالت مرض فالج عرض کرتے ہیں:

يا اكرم الخلق مالى من الوذبه

سواك عند حلول الحادث العمم

(قصیدہ بردہ)

اے اللہ کے رسول جب مصیبت آجائے، تو آپ کے سوا کون ہے پناہ دینے والا۔

۹۔ مولوی محمد قاسم صاحب بانی مدرسہ دیوبند قصائد قاسمیہ میں لکھتے ہیں:

گر جواب دیا بے کسوں کو تو نے بھی تو کوئی اتنا نہیں جو کرے کچھ استفسار

کروڑوں جرم کے آگے یہ نام کا اسلام کرے گا یا نبی اللہ کیا میری یہ پکار

مدد کر اے کرم احمدی کہ تیرے سوا نہیں ہے قاسم بے کس کا کوئی حامی کار

(قصائد قاسمیہ مطبوعہ مراد آباد ص ۸)

۱۰۔ اور حضرت حاجی امداد اللہ صاحب مہاجر مکی رحمۃ اللہ علیہ جو کہ دیوبندی علماء کے حکیم الامت مولوی اشرف علی تھانوی و مولوی محمد قاسم نانوتوی کے مرشد تھے فرماتے ہیں:

گرچہ ہوں نا قابل واں کے پر امید ہے تم سے کہ پھر مجھکو مدینہ میں بلاؤ یا رسول اللہ

پڑا ہوں بے طرح گرداب غم میں ناخدا ہو کر

میری کشتی کنارے پر لگاؤ یا رسول اللہ پھنسا کر، اپنے دام عشق میں امداد عاجز کو

بس اب قید دو عالم سے چھڑاؤ یا رسول اللہ

۱۲۔ اور غیر مقلدین (اہلحدیث) کے پیشوا نواب صدیق حسن خان بھوپالی قصیدہ عنبریہ میں لکھتے ہیں:

مالی وراك مستغاث فَارحمن يا رحمة اللعلمين بكائی

یا رحمۃ للعلمین آپ کے سوا میرا کوئی فریاد رس نہیں ہے سو رحم فرمائیے اور میرا رونا دیکھئے۔

میں نے متعدد دلائل اور تائیدات سے یا رسول اللہ کہنے کے جواز کا ثبوت دیا ہے۔ اب میں فریق مخالف کو موقعہ دیتا ہوں کہ وہ کچھ بیان کرلے۔

مولوی عبد الرحمٰن دیوبندی: آپ نے تو شعر و اشعار سے یا رسول اللہ کہنا جائز ثابت کیا ہے۔ مگر قرآن تو اس سے منع کرتا ہے۔ دیکھئے اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔

’’وَالَّذِيْنَ يَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِهٖ لَا يَسْتَجِيْبُوْنَ لَهُمْ بِشَيْءٍ اِلَّا كَبَاسِطِ كَفَّيْهِ اِلَى الْمَآءِ لِيَبْلُغَ فَاهُ وَمَا هُوَ بِبَالِغِهٖ وَمَا دُعَآءُ الْكٰفِرِيْنَ اِلَّا فِيْ ضَلٰلٍ‘‘۔ (الرعد:۱۴)

اور وہ لوگ جو بلاتے اور پکارتے ہیں اللہ کے سوا دوسروں کو وہ پکارے جانے والے ان کی بات نہیں سنتے اور ان کی حاجت روائی نہیں کرتے ذرا بھی ان کی مثال ایسی ہے کہ جیسے کوئی پیاسا اپنے دونوں ہاتھ کنوئیں کے پانی کی طرف پھیلائے تاکہ اس کا منہ پانی تک پہنچ جائے حالانکہ وہ پہنچ نہیں سکتا۔ اور کافروں کی پکار تو بس رائیگاں ہی ہے'' دیکھئے اللہ تعالی نے اس آیت میں یہ بتلا دیا ہے۔ کہ اللہ کے سوا کسی اور کو پکارنا بے فائدہ اور فضول ہے۔ اور غیر اللہ کو پکارنے والوں کو کافر قرار دیا ہے پھر کون مسلمان ہے جو اللہ کی مخالفت کر کے دوسروں کو پکارتا پھرے۔ اور بھی بہت سی آیات میں غیرااللہ کو پکارنے سے منع فرمایا گیا ہے۔

مناظر اسلام: میرے مدمقابل مولوی صاحب نے اب صحیح طور پر اپنے پر پرزے نکالے ہیں مولوی صاحب کو معلوم ہونا چاہیئے کہ سامنے قاضی کھلا بٹی بیٹھا ہے۔ یہ قرآن کے ترجمہ میں دھوکہ ہونے نہیں دے گا۔ لوگو تم بھی غور سے سنو اور مولوی بھی۔

میرے مدمقابل کی اس پیش کردہ آیت کی تفسیر میں تفسیر جلالین مطبوعہ صفدری بمبئی ص ۱۳۴ کے سطر ۱۲ پر لکھا ہے: **والذین یدعون بالیاء والتاء یعبدون من دونہ ای غیرہ وھم الاصنام۔** یعنی جو لوگ غیر اللہ کی عبادت کرتے ہیں اور غیر اللہ سے مراد بت ہیں۔ اور تفسیر خازن جلد چہارم ص ۱۰ سطر ۱۴ مطبوعہ مصر ۱۳۳۱ھ میں بھی یونہی لکھا ہے، اور یونہی دوسری تفاسیر میں مخالف کی پیش کردہ آیت کا مطلب یہ بتایا ہے، کہ جو لوگ بتوں کی پرستش کرتے ہیں۔ اللہ تعالی نے ان کی قباحت بیان فرمائی ہے اب اس آیت کو مسئلہ نداء یارسول اللہ سے کیا تعلق ہے۔ اور اگر مولوی صاحب کے پاس بھی اپنے مفید مدعا کے کچھ تفسیری حوالے ہوں تو وہ دکھائیں۔

مولوی عبدالرحمن دیوبندی: میں نے ساری عمر رام پور (ہندوستان میں گزاری ہے اور میری تمام کتابیں اب وہیں پڑی ہیں ورنہ میں بھی ان سے حوالے دیتا۔

مناظر اسلام: مناظرہ تو یہاں کرتے ہو اور کتابیں رام پور (ہندوستان) میں رکھتے ہو۔ کیا خوب، سبحان اللہ نہیں جواب تمہارا بھی۔

مولوی عبدالرحمن دیوبندی: اگر یارسول اللہ کہنے کے جائز ہونے پر اور کوئی عام فہم دلیل

آپ کے پاس ہوتو وہ بیان کریں۔

مناظر اسلام: ماشاءاللہ: لیجئے۔نماز کے قعدہ میں جو دعا پڑھی جاتی ہے اس کے اندر نمازی نبی کریم ﷺ کی بارگاہ عالیہ میں **السلام علیك ایها النبی** کے الفاظ کے ساتھ سلام عرض کرتا ہے۔اور ایھاالنبی میں بھی خطاب اور ندا ہے، جیسے یارسول اللہ میں نداء ہے۔تو نمازی عین نماز کی حالت میں حضور ﷺ کو نداء کرتا ہے۔تو معلوم ہوا کہ نداء یارسول اللہ ناجائز تو کیا ہوتی یہ تو نماز کے اندر داخل ہے۔

مولوی عبدالرحمن الدیوبندی: یہ تو کوئی دلیل نہیں کیونکہ شب معراج اللہ تعالی نے حضور کو ان الفاظ کے ساتھ ندا کی تھی۔اب ہم بطور حکایت اور خبر کے شب معراج کی ندا سے **ایھا النبی** پڑھ دیتے ہیں۔کہ اللہ تعالی نے یوں کہا تھا اور خود اپنی طرف سے نداء تھوڑی ہی کرتے ہیں۔

مناظر اسلام: یہ غلط ہے کہ ہم التحیات میں حکایت وخبر کے طور پر ندا کرتے ہیں۔بلکہ یہ تو انشاء ہے اور ہم اب اپنی طرف سے ندا کرتے ہیں۔تم نے تو اپنے ادعا پر کوئی دلیل نہیں دی لو مجھ سے سنو علامہ شامی رحمۃ اللہ علیہ نے ردالمختار المعروف بہ فتاوی شامی جلد اول میں لکھا ہے کہ یہ " **السلام علیك ایها النبی**" کا جملہ انشائیہ جملہ ہے۔

مولوی عبدالرحمن الدیوبندی: میں ایک بات آپ سے پوچھتا ہوں اگر آپ نے اس کا تسلی بخش جواب دے دیا تو میں ندا یارسول اللہ کو تسلیم کرلوں گا۔ستر سالہ مہندی لگانے والے سرخ ریش بوڑھے نے یہ آخر سوال کیا کہ بخاری شریف جلد ثانی مطبوعہ کرزن دہلی ص ۱۲۶ باب الاخذ بالیدین میں سیف بن سلیمان کے طریق سے عبداللہ بن مسعود صحابی سے مروی ہے کہ نبی ﷺ کے حین حیات تو ہم السلام علیک ایھا النبی پڑھتے رہے۔**فلما قبض قلنا السلام علی یعنی علی النبی** پڑھنا شروع کردیا۔اب اس روایت کے رو سے حضور کے وصال کے بعد **السلام علیك ایھا النبی** والی التحیات ہی سرے سے ثابت نہیں چہ جائیکہ اس پر قیاس کرکے ہمیشہ کے لئے نداء یارسول اللہ ثابت ہو۔

مناظر اسلام: التحیات سے لے کر عبدہ ورسولہ تک یہ ساری عبارت تشہد ابن مسعود سے جو بائیس

وجوہات کی بنا پر ۲۴ تشہدات مختلفہ پر راجح ہے۔ حضرت ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ میں نے نبی ﷺ کی خدمت میں عرض کیا کہ لوگوں میں التحیات کی عبارت کے اندر اختلاف پایا جاتا ہے۔ تو حضور ﷺ نے فرمایا کہ ابن مسعود کے تشہد کو لازم پکڑو (مسند امام اعظم حاشیہ ص ۷۶) اور جامع ترمذی شریف میں ہے (عربی عبارت کا ترجمہ) ابن مسعود کی حدیث کئی طریق سے روایت کی گئی ہے۔ اور وہ التحیات کی عبارت میں اصح الاحادیث ہے۔ اس پر اکثر اہل علم صحابہ اوران کے بعد تابعین کا عمل ہے اور یہی قول سفیان الثوری اور عبداللہ بن مبارک اور امام احمد اور محدث اسحٰق کا ہے (جامع ترمذی)

نتیجہ: اب دیکھئے کہ **السلام علیك ایھا النبی** والی التحیات کی خود نبی کریم ﷺ تاکید فرما رہے ہیں۔ اور صحابہ وتابعین کا اس پر عمل ہے۔ اور امام مسلم فرماتے ہیں۔ کہ لوگوں کا ابن مسعود کے تشہد پر اجماع ہے۔ اور جب باقی سب عبارت پر اجماع ہے تو **علیك ایھا النبی** پر بھی اجماع ہوا۔ اور امام محمد نے یہ حدیث تشہد عن ابی وائل بن عبداللہ کے طریق سے روایت کر کے لکھا ہے کہ عبداللہ بن مسعود اس بات کو مکروہ سمجھتے تھے کہ اس تشہد میں کوئی حرف گھٹایا بڑھایا جائے (انتہی) اور یہ بخاری شریف کی روایت میں آیا ہے کہ عبداللہ بن مسعود فرماتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے مجھے تشہد اس طرح سکھلائی جس طرح حضور مجھے قرآن پاک کی سورۃ کی تعلیم فرمایا کرتے تھے۔

(بخاری باب الاخذ بالیدین جلد ثانی ص ۹۲۶)

تو التحیات کے ایک ایک حرف کی حضور ﷺ کی حرف سے تاکید ہے۔ اور اس پر صحابہ اور تابعین وتبع تابعین کا تعامل رہا ہے۔ اور "**علیك ایھا النبی**" ہی نماز میں پڑھتے آئے۔ رہا ابن مسعود کا یہ قول کہ حضور کے وصال کے بعد ہم "**السلام علی النبی**" پڑھتے تھے۔ تو سب جماعتوں کے مانے ہوئے محدث حضرت ملا علی حنفی قاری مرقات شرح مشکوۃ میں فرماتے ہیں کہ ابن مسعود کے قول کا یہ جملہ کہ "حضور کے وصال کے بعد ہم "**السلام علی النبی**" پڑھتے تھے" ابوعوانہ کی روایت ہے اور بخاری کی روایت اس سے زیادہ صحیح ہے۔ بخاری نے بیان کر دیا ہے کہ "**السلام علی النبی**" کہنا ابن مسعود کا قول نہیں ہے۔ بلکہ راوی کا فہم ہے۔ اور بخاری کی روایت میں

جوابن مسعود کا،قول مروی ہے کہ حضور کے وصال کے بعد ہم ''**السلام علی النبی**'' پڑھتے تھے'' اس میں دواحتمال ہیں ایک یہ کہ ابن مسعود کی اس سے مراد یہ ہے کہ حضور کے وصال کے بعد بھی ہم اسی سلام پر قائم رہے جو حضور علیہ السلام کی زندگی میں معمول تھا۔اور دوسرا احتمال یہ کہ ہم نے خطاب چھوڑ دیا۔'' **اذا جاء الاحتمال بطل الاستدلال** ''اور جب دوسرا احتمال متعین نہیں تو پھر بخاری کی عبارت سے استدلال بھی صحیح نہیں ۔ نیز التحیات کی روایت عبداللہ بن عباس حضرت عمر ابن عمر حضرت جابر ابو موسی اشعری ،عبد اللہ بن مسعود سے مروی ہے ۔ اور سب میں الفاظ ''**السلام علیك ایها النبی**'' ہیں۔اور عبداللہ سے حضرت شقیق اور علقمہ اور اسود اور ابوالاحوص اور ابوعبیدہ اور عبداللہ بن سنجرہ سب روایت کرتے ہیں۔اور عبداللہ بن سنجرہ سے اعمش اور سیف بن سلیمان روایت کرتے ہیں اور اعمش کی روایت میں یہ فقرہ نہیں ہے۔صرف سیف کی روایت میں ہے اور سیف اگر چہ ثقہ ہے لیکن یحیی بن معین محدث اس کو قدری فرماتے ہیں (یعنی فرقہ قدریہ سے تھا)اور یہ فرقہ انسان کے افعال کا خالق انسان ہی کو سمجھتا ہے اس لئے گمراہ ہے اور جب تمام صحابہ سے طبقہ بعد طبقہ اس وقت وہی تعلیم بغیر خطاب چلی آئی ہے حتی کہ ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے بھی بجز اس روایت کے جو کہ سیف سے ہے بلفظ خطاب ہی مروی ہے۔تو روایت سیف معمول بہا نہ ہوگی کیونکہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تعلیم کے برخلاف ہے اور صحابی کا قول جبکہ سنت کے خلاف ہو حجت نہیں ہوتا۔علامہ زرقانی فرماتے ہیں کہ ''فروع میں مقرر ہو چکا ہے کہ ''**السلام علیك ایها النبی**'' ہی کہا جائے۔اگر چہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے وصال کے بعد کہا جائے کیونکہ اس میں حضور کی تعلیم اورامر کا اتباع ہے۔(زرقانی شرح مؤطا)

اعتراض : یہاں پر یہ اعتراض بھی آڑے ہوتا ہے ۔ کہ حضرت نافع حضرت عبد اللہ بن عمر سے روایت کرتے ہیں کہ وہ ''**السلام علی النبی** ''والی التحیات بغیر صیغہ خطاب کے پڑھا کرتے تھے

جواب: مگراس کا جواب بھی یہی ہے کہ کسی صحابی کا قول یا فعل مقابلے سنت اور حدیث مرفوع کے حجت نہیں ہوسکتا۔اس لئے حضرت امام مالک رحمۃ اللہ علیہ بلا صیغہ خطاب والی التحیات کے قائل نہیں ۔ حالانکہ حضرت نافع سے عبداللہ بن عمر والی التحیات کے راوی خود امام مالک ہیں۔ بہر حال یہ صیغہ

خطاب والی التحیات ہی معمول بہا ہے۔اور اس پر سب کا اتفاق ہے۔

مؤلف حالات: حضرت مناظر اسلام کی اس شافی وکافی عالمانہ فاضلانہ تقریر کے بعد مولوی عبد الرحمٰن دیوبندی سے نداء یارسول اللہ کے بارے پوچھا گیا۔تو اس نے برملا لوگوں کے مجمع میں کہا کہ حضرت قاضی صاحب نے اس مسئلہ سے اچھے پر اچھے دلائل دئے ہیں اس لئے میں اس کو تسلیم کرتا ہوں اب نعرہ تکبیر اللہ اکبر اور نعرہ رسالت یارسول اللہ اور مناظر اسلام علامہ زماں، محدث دوساں کے فلک شگاف نعرے بلند ہوئے۔اور حضرت کے ادب سے ہاتھ چومے گئے۔پھر لوگوں نے ہمیں وہیں پنیاں میں رات کو ٹھہرالیا۔اور جلسہ کا اہتمام کیا۔یہ جلسہ ہائی سکول (پنیاں کی گراؤنڈ میں منعقد ہوا جس میں حضرت مناظر اسلام کی تقریر کے علاوہ مؤلف حالات ابوالفتح غلام محمود کی کامیاب تقریر ہوئی لوگوں نے داد وتحسین آفرین دی۔اور مولوی غلام ربانی صاحب چنبہ پنڈ والوں کی تقریر بھی ہوئی اور بخیر وخوبی صلوٰۃ وسلام پر جلسہ کا اختتام ہوا۔اہالیان پنیاں اب تک اس مناظرہ کو یاد کر کے داد وتحسین دیتے اور حضرت کے کمالات کا اعتراف کرتے ہیں اللہ تعالیٰ کی ہزار ہزار رحمتیں ہوں اس مرد مومن، مخلص کامل پر جس نے فی سبیل اللہ بغیر کسی قسم کا معاوضہ لئے دین رسول اور عظمت رسول ﷺ کی خاطر شہر بہ شہر اور قریہ بہ قریہ وعظ کئے۔مناظرے کئے سفر کئے۔اور دین حق کو پھیلایا۔عظمت مصطفیٰ ﷺ کے ڈنکے بجوائے۔فقیر سراپا پر تقصیر ابوالفتح کی دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ نعلین مصطفٰے کی خاک کے صدقے۔میں حضرت قاضی صاحب کو اس عالم میں تاج شاہانہ پہنائے۔آمین اور اس فقیر بے نوا سراپا گدا ابوالفتح کو حضرت کے اخلاص کے صدقے بخش دے۔اور ہر طرح سلامتی نصیب فرمائے۔آمین **یارب العلمین بحرمت سید المرسلین** ﷺ۔حضرت مناظر اسلام فرمایا کرتے تھے کہ جب مطالعہ پختہ ہو جائے۔تو بیان کرنے میں کوئی دقت نہیں ہوتی۔بلکہ آدمی بڑی آسانی سے کتاب کا خلاصہ بیان کر سکتا ہے۔مگر اس کام کے لئے اچھی خاصی محنت کی ضرورت ہوتی ہے۔میں نے والد مرحوم سے اکثر کتابیں اسی طریقہ سے پڑھیں۔اور بہت تھوڑی مدت میں کامیابی ہوئی۔آپ کو کتاب کا ترجمہ کرتے بہت کم دیکھا گیا اور اس کو کچھ اچھا بھی نہ سمجھتے تھے۔

مناظرہ (نمبر۱۱)

قرأۃ قرآن مجید پر اُجرت لینے پر مناظرہ

ہمارے دادا صاحب نے زندگی کے آخری دنوں میں یہ مسئلہ بیان فرمایا تھا۔ کہ قرأت قرآن مجید پر اجرت ومعاوضہ لینا ٹھیک نہیں کیونکہ حدیث شریف میں آیا ہے "اقروا القرآن ولاتأکلو ابه شیئا"، یعنی قرآن پڑھو لیکن اس کے عوض میں کچھ نہ کھاؤ اس مسئلہ کے بیان کرنے کے بعد دنیا سے وصال فرما گئے۔ ان کی وفات کے بعد دو مولویوں کے شورش اٹھانے پر والد مرحوم نے ان سے مناظرہ کیا کہ جس میں انہیں شکست فاش ہوئی۔ اور وہ بے حد نادم ہوئے میں نے والد صاحب سے سنا کہ اس مناظرہ میں صرف باء پر بحث ہوئی جو کہ حدیث مذکور "لاتاکلوا به" میں آئی ہے۔ حضرت مناظر اسلام کا مؤقف یہ تھا کہ حدیث میں باء عوض اور مقابلہ کی ہے اس صورت میں حدیث شریف کے معنی یہ ہوں گے کہ قرآن پڑھو اور اس کے عوض کچھ نہ کھاؤ۔ مناظرہ میں مخالفین کو بری طرح ناکامی ہوئی آخر لوگ انہیں مارنے پر تیار ہو گئے بڑی مشکل سے حضرت نے لوگوں کو فساد کرنے سے روکا۔ اب یہ اچھی طرح یاد نہیں کہ یہ مناظرہ کہاں ہوا۔ موضع واڑی میں یا موضع پھلدھار میں ہوا۔ بہر حال فریق مخالف بری طرح ناکام ہوا اور اللہ تعالی نے والد صاحب کو کامیابی نصیب فرمائی۔

ہمارے آبائی گاؤں موضع کھلابٹ میں خوانین کے متمول گھرانے میں ایک خان مہدی زمان خان جو کہ سخت گیر غیر مقلد واہل حدیث تھے اور پڑھے لکھے تھے۔ ان کو وہابیت اپنے نانا اور والدہ سے ورثہ میں ملی تھی۔ اپنے مسلک کے مطابق اختلافی مسائل میں وسیع معلومات رکھتے تھے۔ بالخصوص فن حدیث میں اسناد اور راویوں کے بارے میں اس کو کافی معلومات تھیں۔ ہمارے علماء کرام چونکہ عموماً فن حدیث کی ان معلومات سے بے بہرہ ہوتے ہیں۔ یا وافر حصہ نہیں رکھتے۔ اس لئے مہدی زمان خان مذکور کے ساتھ ہر عالم مسائل متنازعہ فیہا پر گفتگو نہیں کر سکتا تھا۔ خان مذکور کی اہل حدیث علماء ہر جگہ پورے ملک پاکستان میں قدر کرتے تھے۔ وہ اپنے مسلک کے لوگوں کی

درہمے سخنے ہرطرح کی مدد کرتا ہے۔اہل حدیث جلسوں میں اس کی تقریر بلکہ صدارت تک رکھتے ہیں۔جہلم شہر میں بھی کئی دفعہ اہل حدیث کے جلسوں کی وہ صدارت کر چکا ہے۔ملک اور بیرون ملک کے علماءخصوصا اہل حدیث اس کو اچھی طرح جانتے ہیں۔مہدی زمان خان سے والد صاحب کی مندرجہ ذیل مسائل میں کئی دفعہ بحث ہوئی اور بارہا اس کو لاجواب و نادم ہونا پڑا۔

مسائل متنازعہ فیہا:

۱۔مسئلہ تقلید شخصی　　۲۔مسئلہ حدسفر

۳۔مسئلہ قربانی بھینس　　۴۔استمداد لغیر اللہ۔

۵۔نذر لغیر اللہ۔　　۶۔حافظ ابن تیمیہ پر زوردار تنقید۔

۷۔قدم شماری وکفن نویسی　　۸۔حیلہ اسقاط بصورت دوران قرآن مجید

۹۔سماع موتی　　۱۰۔قاضی شوکانی اور نواب بھوپالی کی بعض عبارات پر گرفت

۱۱۔ابن حزم کی بعض عبارات پر گرفت　　۱۲۔حیات خضر علیہ السلام

۱۳۔ایصال ثواب　　۱۴۔ندالغیر اللہ

۱۵۔علم غیب لغیر اللہ　　۱۶۔شیخ محی الدین ابن عربی پر الزامات کے جوابات۔

۱۷۔اکابر وہابیہ کی بعض عبارتوں پر نکتہ چینی۔　　۱۸۔مسئلہ آمین بالجہر

۱۹۔مسئلہ رفع یدین　　۲۰۔مسئلہ فاتحہ خلف الامام۔　　۲۱۔مسئلہ تراویح

۲۲۔ذکر بالجہر　　۲۳۔بعض جانوروں کی حل وحرمت کا مسئلہ

۲۴۔سفر زیارت روضۂ مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

ذکر کردہ مسائل کے علاوہ اور بھی بہت سے مسائل تھے کہ جن میں وقتاً فوقتاً بحث چھڑ جاتی تھی اور پھر آخر اس کو پریشان ہونا پڑتا۔حضرت قاضی صاحب غیر مقلدین کے ساتھ مناظروں کے دوران یہ اشعار بھی پڑھا کرتے تھے۔

رہا ٹیڑھا مثال نیش کژدم　　کبھی کج فہم کو سیدھا نہ پایا

(مناظرہ نمبر۱۲)

آمین بالجہر کے مسئلہ پر

حضرت والد صاحب فرماتے تھے کہ ایک دفعہ مہدی زمان خان صحیح بخاری شریف اٹھائے بڑے طمطراق سے آیا اور مجھ سے کہنے لگا کہ آپ آمین بالجہر کے مخالف ومنکر ہیں۔ حالانکہ صحیح بخاری میں حدیث ہے: ’’**قال رسول الله ﷺ اذا قال الامام و لاالضالین قولوا آمین**‘‘
یعنی رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جب نماز میں امام ولا الضالین کہے تو تم بلند آواز سے آمین کہو۔
والد صاحب فرماتے تھے کہ وہ حدیث مذکور پر بہت نازاں تھا اور بار با **قولوا آمین قولوا آمین** ۔ دہرا رہا تھا۔ تو میں نے اس کو یہ جواب دیا کہ حدیث رسول ﷺ سر وآنکھوں پر مگر حدیث کا تم مطلب بھی تو سمجھو۔ حضور ﷺ فرماتے ہیں۔ قولوا آمین۔ یعنی جب امام ولا الضالین کہے تو تم آمین کہو۔ یہ کہاں فرمایا ہے کہ بلند آواز سے آمین کہو۔ قولوا آمین کا ترجمہ تو صرف اتنا ہے۔ کہ آمین کہو۔ اور تم اپنے پاس سے بلند آواز کی قید لگا رہے ہو۔ تو بس وہ نادم ہو گیا۔

☆☆☆☆

(مناظرہ نمبر۱۳)

حیات مسیح پر مرزائیوں سے مناظرہ

قبلہ والد صاحب اور مولوی فردوس صاحب (یہ حضرت مرحوم کے گہرے دوست تھے) یہ دونوں بزرگ کہیں سے لاہور سٹیشن پر آئے اور ارادہ وطن آنے کا تھا۔ جب دونوں سٹیشن پر پہنچے تو کیا دیکھتے ہیں کہ ایک مرزائی مبلغ لوگوں کے ایک بڑے ہجوم میں وفات مسیح پر تقریر کر رہا ہے ۔مولوی فردوس صاحب والد صاحب سے کہنے لگے کہ آپ اجازت دیں تو میں اس سے بحث کرتا ہوں ۔ والد صاحب نے فرمایا یہ لوگ بڑے چالاک ہوتے ہیں اور ہمیشہ خلط مبحث کرتے ہیں اور ہم نے وطن جانا ہے۔ گاڑی سے رہ جائیں گے۔ چھوڑو کیا کرتے ہو۔مگر وہ نہ مانے اور جا کر اس مرزائی مبلغ سے جا الجھے۔ والد صاحب دونوں کی باتیں سننے لگے۔ کہ دونوں کی باتیں طویل ہوگئیں اور کوئی فیصلہ نہ ہو سکا۔ اور ریل گاڑی بھی ہاتھ سے نکل گئی ۔تو مجھے غصہ آیا اور میں نے مولوی فردوس صاحب سے کہا ذرا تھوڑی دیر تم خاموش رہو۔ میں اس سے ایک بات پوچھتا ہوں وہ خاموش ہو گئے۔

مناظر اسلام: تو میں نے اس سے کہا تم کیا کہتے ہو فرمایا حضرت عیسی علیہ السلام مر گئے ہیں میرا یہ دعوی ہے۔

مناظر اسلام: میں نے کہا اچھا اس پر دلیل لاؤ۔

مرزائی: وہ کہنے لگا قرآن میں آتا ہے یاعیسی ''انی متوفیك''

مناظر اسلام: میں نے کہا ''متوفی'' کیا صیغہ ہے۔

مرزائی: کہنے لگا یہ اسم فاعل ہے۔

مناظر اسلام: پھر میں نے کہا اچھا یہ بتاؤ کہ اسم فاعل میں کون کون سے دو زمانے پائے جاتے ہیں۔

مرزائی: وہ کہنے لگا زمانہ حال اور زمانہ مستقبل۔

مناظر اسلام : پھر میں نے کہااس قاعدہ کی رو سے تو پیش کردہ آیۃً کا معنی یہ ہوا۔ کہ اے عیسیٰ میں تجھے مارنے والا ہوں زمانہ حال میں یا ماروں گا زمانہ استقبال میں اور تمہارا یہ دعوی ہے۔ کہ حضرت عیسیٰ مر چکے ہیں۔ پس دعوی و دلیل مطابق نہ ہوئے اور تقریب تام نہ ہوئی۔ اس جس کی وجہ سے تمہارا دعوی ثابت نہ ہوا۔ فرماتے تھے کہ میرا اتنا کہنا تھا کہ مرزائی بالکل خاموش ہو گیا اور میری طرف حسرت و یاس سے دیکھنے لگا اور اسے کوئی جواب نہ آیا۔

مؤلف: حاضرین مناظر اسلام کی عالمانہ محققانہ گفتگو پر عش عش کر اٹھے اور جب وہ بالکل لا جواب ہو گیا۔ تو پھر ہم وہاں سے واپس لوٹ آئے۔

(مناظرہ نمبر۱۴)

حیات مسیح پر مرزا قادیانی کے خلیفہ سے مناظرہ

عبدالجبار میاں ساکن منڈی ستھانہ صوبہ سرحد۔ مرزا غلام احمد قادیانی آنجہانی کا خلیفہ تھا۔ ایک دفعہ حضرت کے گاؤں کھلابٹ آیا۔ اوراس کو اپنے علم پر بڑا ناز تھا۔ حیات مسیح پر پہلے اس کی مہدی زمان خان سے گفتگو ہوئی۔

مرزائی: اللہ تعالیٰ قرآن پاک میں حضرت عیسیٰ کی وفات بیان کرتے ہوئے فرماتا ہے۔ ''یا عیسیٰ انی متوفیك ورافعك الی''۔ یعنی اے عیسی میں تجھ کو مار کر اپنے پاس اٹھانے والا ہوں۔

مھدی زمان خان اھلحدیث: یہ مارنیوالا ترجمہ کس نے کیا ہے

مرزائی: حضرت ابن عباس صحابی فرماتے ہیں۔ کہ متوفیک اس آیت مذکورہ بالا میں بمعنی ''ممیت'' کئے گے ہیں۔ جس کا ترجمہ ہوگا (میں مارنے والا ہوں تجھ کو)

اھل حدیث: حضرت ابن عباس تو بے شک متوفیک کے معنے ممیتک کے لیتے ہیں۔ مگر وہ تو قلب کے قائل ہیں۔ یعنی وہ فرماتے ہیں۔ کہ رفع یعنی حضرت عیسٰی علیہ السلام کا آسمان پر اٹھایا جانا پہلے اور موت بعد اور آئندہ واقع ہوگی۔

مرزائی: صحابی سے قرآن پاک کے کسی لفظ کے معنی متعین کرنے میں تفسیر تو ہم لے سکتے ہیں۔ مگر قلب قرآن یعنی کسی لفظ کے آگے اور کسی کے بعد وقوع کے بارے میں صحابی کا قول حجت نہیں ہوسکتا۔ اور جبکہ متوفیک کے الفاظ قرآن میں پہلے ہیں تو لازماً وقوع توفی یعنی وفات عیسٰی کا وقوع بھی پہلے ہی ماننا پڑے گا۔ آخر ہم قرآن میں تقدم وتاخر کے قائل کیوں ہوں

مؤلف حالات: سنا یوں ہے کہ مہدی زمان خان صاحب مرازائی کی اس گفتگو پر خاموش ہو گئے تھے۔ پھر حسن اتفاق سے جہاں وہ بیٹھا ہوا تھا۔ والد صاحب تشریف لے گئے۔ اور اسی مسئلہ پر بحث چھڑ گئی

مناظر اسلام: میاں صاحب تمہارا دعویٰ یہ ہے کہ حضرت عیسٰی علیہ السلام وفات پا گئے ہیں۔ اور دلیل ہے لفظ قرآن ''متوفیک'' اور یہ دلیل دعویٰ کو ثابت نہیں کرتی جس کی دلیلیں یہ ہیں۔

’’متوفیک‘‘ ’’وفی‘‘ اور’’ وفاء‘‘ سے بنا ہے یا’’ وفاۃ‘‘ سے سوا گر’’ وفی‘‘ ’’وفاء‘‘ سے بنا ہوتو قرآن مجید میں ارشاد خداوندی کے معنی یہ ہوں گے ۔ کہ اے عیسیٰ میں آپ کو پوری عمر تک پہنچانے والا ہوں ۔ اب اس سے تو آپ کا نہیں بلکہ ہمارا دعویٰ ثابت ہوتا ہے ۔ اور اگر متوفی کو وفاۃ سے لیا جائے تو معنی موت کے ہوں گے اور جبکہ آیت میں احتمال دو ہیں تو’’ **اذا جاء الا حتمال بطل الاستد لال** ‘‘ آپ کا دعویٰ اس محتمل متعین آیت سے ثابت نہیں ہوسکتا۔

متوفیک کا ترجمہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ والا ہی لے لیا جائے تو بھی متوفیک اور رافعک کے درمیان میں حرف جمع واؤ حرف قرآنی ہے ۔ جو کہ مطابق قاعدہ نحو واصول مقرر کے لئے آتی ہے ۔ تو آیت مذکورہ میں اس حرف جمع واؤ کو پیش نظر رکھتے ہوئے دو باتیں معلوم ہوتی ہیں :

۱۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا رفع یعنی آسمان پر اٹھایا جانا۔

۲۔ آپ کی وفات ۔ اب رہا یہ کہ ان میں پہلے کون سی بات آتی ۔ اب اگر رفع پہلے ہو اور وفات بعد میں تو بھی آیت کے معنی اپنی جگہ درست ہیں ۔ اور آپ کا مدعا جب ثابت ہوتا ہے کہ یہاں بجائے واؤ کے ثم ہوتا۔ حالانکہ یہاں ثم نہیں بلکہ واؤ ہے

۳۔ متوفیک کا ترجمہ ممیتک ہی لیا جائے ۔ تو قطع نظر حرف واؤ کے بھی آپ کا مدعا ثابت نہیں ہوتا ۔ کیونکہ متوفی اور ممیتک اسم فاعل کے صیغے ہیں ۔ اور اسم فاعل کے اندر دو زمانے حال اور استقبال پائے جاتے ہیں ۔ تو قواعد کی رو سے آیت کے معنی یہ ہوں گے کہ ۔ اے عیسیٰ میں تجھ کو مارتا ہوں یا آئندہ ماروں گا ۔ اب اس سے آپ کا مدعا تو ثابت نہ ہوا کیوں کہ آپ تو حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی وفات زمین میں مانتے ہیں ۔ تو پھر اس کے لئے قرآن پاک سے کوئی ماضی کا صیغہ پیش کیجئے ۔ جس کے پیش کرنے سے آپ قاصر ہیں ۔ اس لئے مسلمانوں کا یہ عقیدہ اپنی جگہ پر صحیح اور درست ہے ۔ کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو اللہ تعالیٰ نے آسمانوں پر اٹھالیا۔ آپ قریب قیامت دوبارہ زمین پر اللہ تعالیٰ کے حکم سے تشریف لائیں گے ۔ اور حضور نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی امت میں بحیثیت مجدد تشریف فرما ہوں گے ۔ مناظر اسلام کی اس محققانہ تقریر پر مرزائی مبہوت ہو گیا ۔ اور کچھ بول نہ سکا ۔ اور یوں آپ فاتح کی حیثیت سے اس مجلس سے واپس تشریف لائے ۔ آخر اس کو سخت لا جواب ہونا پڑا ۔ اور عوام کے روبرو اسے ذلت اٹھانی پڑی ۔

(مناظرہ نمبر۱۵)

وہابیوں کے شیخ القرآن سے مناظرہ

مولوی عبدالباقی المعروف مولوی کوکا۔۔وہابیوں کے چوٹی کے عالم اور پٹھانوں میں شیخ القرآن مشہور تھے۔ ہرسال دورہ قرآن مجید پڑھاتے تھے۔ یہ والد صاحب کے ساتھ پڑھتے بھی رہے تھے ابتدا میں تعلقات تھے۔کافی عرصہ کے بعد ایک دفعہ کھلابٹ والد صاحب کو اپنے ساتھ ملانے کی غرض سے آئے۔ جب دونوں کی ملاقات ہوئی تو انہوں نے اپنی آمد کی غرض ظاہر کی۔اور اپنے مخصوص عقائد بھی بے تکلف ظاہر کئے دوران اظہار دومسئلے سامنے آگئے۔ایک سماع موتی۔ دوسرا السلام علیک ایھا النبی ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔کا خطاب مولوی صاحب نے پہلے مسئلہ کے بارے میں کہا کہ مردے نہیں سنتے۔ والد صاحب نے ان کو سلام دینے والی حدیث پڑھ کر سنائی اور فرمایا کہ اس کا کیا جواب ہے۔اس پر وہ کہنے لگے۔سلام سنتے ہیں کلام نہیں سنتے۔ والد صاحب نے فرمایا مولوی صاحب اسلام علیکم یا اھل القبور یہ تو سلام ہوا اور آگے جو عبارت ہے یعنی:

”انتم لنا سلف ونحن بالاثر وانا ان شاء اللہ بکم لا حقون“۔

وہ کیا ہے۔اگر کہو کہ سب سلام ہے تو یہ بداہتہً غلط ہے۔اور اگر کہو کہ باقی والی عبارت کلام ہے۔تو پھر ثابت ہوا کہ کلام سنتے ہیں۔ دوسری بات یہ کہ نحو کے قواعد کے مطابق سلام خود کلام ہے۔ کیونکہ اس پر کلام کی تعریف صادق آتی ہے۔لہٰذا یہ کہنا کہ سلام سنتے ہیں کلام نہیں سنتے غلط ٹھہرا۔ پھر مولوی صاحب نے ان باتوں کا کوئی جواب نہیں دیا۔اور دوسرا مسئلہ چھوڑ دیا اور کہنے لگے کہ حضور علیہ السلام کو ندا کرنا (پکارنا) درست نہیں۔ والد صاحب نے فرمایا ہر روز نماز میں جو کرتے ہو۔ اگر ندا کرنا شرک ہوتا تو پھر اس کو نماز میں کیوں رکھا جاتا۔تو پھر دو ہی باتیں ہیں تو کہنا پڑے گا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو ندا کرنا جائز ہے۔یا کہنا پڑے گا کہ حالت نماز میں شرک جائز ہے۔ان میں سے جو بات تمہارا جی کہتا ہے کہو۔اس کے جواب میں مولوی صاحب نے کہا یہ حکایۃً ہے۔ والد صاحب نے فرمایا کہ کسی حدیث میں دکھادو۔ کہ ہمارا نماز میں یوں کہنا حکایت کے طور پر ہے۔ دوسری بات یہ

ہے کہ اصول نحو کے مطابق تو یہ انشاء ہے ۔اور تم اس کو حکایت قرار دے رہے ہو۔ تیسری بات یہ ہے کہ فقہاء کرام اس کو انشاء لکھ رہے ہیں ۔اب تم بتاؤ کس کی بات مانیں ۔ پھر مولوی صاحب نے اس کی نظیر میں مطول کی ایک عبارت پیش کی اور کہا ۔ کہ دیکھو علامہ تفتازانی فرمارہے ہیں کہ اس عبارت میں ندا مقصود نہیں لہذا تشہد والے کلام میں بھی ندا مقصود نہیں ہو گی ، والد صاحب نے مطول (علم معانی و بیان کی بڑی اور درسی کتاب ہے) لا کر مولوی صاحب کے سامنے دونوں کا فرق واضح کیا ۔اور ثابت کیا کہ مطول کی عبارت سے ندا مقصود نہیں اور تشہد والے کلام میں ندا مقصود ہے ۔اور ثابت کر دیا فرق مولوی صاحب سے منوایا اور وہ مان بھی گئے کہ ٹھیک ہے ۔ مجھے مغالطہ لگا ہے ۔

مولوی عبدالباقی المعروف کوکا مولوی صاحب طالب علمی کے زمانہ کے تعلقات کی بنا پر حضرت موصوف کی خدمت میں یہ امید لے کر آئے تھے ۔ کہ آپ ان سے ہمدردی کا اظہار کریں گے ۔اور ان کو اپنے تعاون کا یقین دلائیں گے ۔مگر حضرت کے ہاں تو فیصلہ ہی دوٹوک ہوتا تھا ۔ کہ اگر حضور سرکار ﷺ کی جناب کا کوئی گستاخ ہے (معاذ اللہ) تو چاہے دوست ہو کہ رشتہ دار حضرت کے ہاں اس کے لئے کوئی گنجائش نہیں ہوتی تھی ۔وہ کسی قسم کی رعایت کا مستحق نہیں سمجھا جاتا تھا بس ایک ہی بات تھی ک جو سرکار مدینہ کا نہیں تو اس سے ہمیں کیا سروکار ۔تو اس اصول کا برتاؤ مولوی کوکا صاحب سے بھی ہوا ۔آخر وہ مایوس ہو کر واپس چلے گئے ۔

حضرت فرمایا کرتے تھے کہ سرکار مدینہ ہم سے منہ (رخ زیبا) نہ پھیریں دوسروں کی پرواہ نہیں ۔

☆☆☆☆ ☆☆☆☆ ☆☆☆☆

(مناظرہ نمبر۱۶)

جمعہ فی القریٰ (دیہات میں جمعہ) پر مناظرہ کی روداد

مولوی منہاج الدین صاحب ۔آف کوٹ نجیب اللہ ضلع ہزارہ (جو کہ مشہور منطقی اور فقہیہ تھے) قبلہ عالم غوث زمانہ حضرت علامہ سید پیر مہر علی شاہ صاحب گولڑوی رحمۃ اللہ علیہ سے مسائل میں اکثر ان کی بحثیں ہوتی رہتی تھیں ۔(مگر حضرت سے درحقیقت ان کو کیا نسبت تھی حضرت تو آفتاب علم وعمل تھے) سے حضرت مناظر اسلام کا مناظرہ ہوا۔ مغرب کے بعد جامع مسجد میں حضرت کی مولوی منہاج الدین سے درج ذیل گفتگو ہوئی۔

مناظر اسلام: مولوی صاحب یہاں کیسے آنا ہوا

مولوی منہاج الدین : مولوی بوستان کی زبانی سنا ہے۔ کہ کھلابٹ میں جمعہ پڑھنا جائز نہیں ہے۔ میں نے کہا میں بھی سُن آؤں کہ کیسے ناجائز ہے۔

مؤلف: مولوی صاحب دراصل اپنی گفتگو سے حضرت کو مدعی بنانا چاہتے تھے، مگر حضرت کو کون سکھاتا یہ باتیں۔

مناظر اسلام : مولوی صاحب ناجائز ہونا سننے آئے ہو کہ جائز ثابت کرنے آئے ہو۔

مؤلف: حضرت نے اپنے اس سوال سے مولوی صاحب کو مدعی بننے کی طرف راغب کرلیا۔

مولوی منہاج الدین صاحب: ہاں ہاں جمعہ جائز ہے۔ میں کہتا ہوں۔ کہ جائز ہے۔

مناظر اسلام : اچھا مولوی صاحب نماز جمعہ کے لئے کچھ شرائط بھی ہیں یا کہ یہ دوسری نمازوں کی طرح ہی ہے۔

مولوی منہاج الدین: ہاں جمعہ کے لئے شرائط تو ہیں۔

مناظر اسلام: ذرا بیان تو کیجئے کہ اس کے لئے کون کون سی شرطیں ہیں۔

مولوی منہاج الدین : نے جمعہ کی شرائط بیان کیں ۔جن میں سے ایک شرط مصر یعنی شہر کا ہونا بیان کیا۔

مناظر اسلام: مولوی صاحب ذرا مصر کی تعریف کیجئے۔

مولوی منہاج الدین: "**مالا یسع اکبر مساجده**" یعنی وہ بستی جہاں کے بالغ مرد اگر وہاں کی بڑی مسجد میں جمع ہو جائیں تو مسجد میں سما سکیں۔

مناظر اسلام: حضرت نے مولوی صاحب کی اس بیان کردہ تعریف پر کچھ اعتراض کیئے۔ جن میں سے ایک اعتراض یہ تھا۔ کہ یہ تعریف جامع نہیں ہے۔ کیونکہ مکہ معظّمہ کی مسجد الحرام پر صادق نہیں آتی اس لئے اگر مکہ معظّمہ کے بالغ مرد مسجد حرام میں جمع ہو جائیں تو صرف وہی کیا سما جائیں گے۔ بلکہ ان کے ساتھ اتنے اور بھی سما سکتے ہیں۔ تو پھر اس تعریف کی رو سے تو مکہ معظّمہ میں (العیاذ باللہ) جمعہ پڑھنا جائز نہ ہوگا۔ حالانکہ وہاں پر جمعہ پڑھنے اور نماز جمعہ کے صحیح ہونے میں کسی کو اختلاف نہیں ہے۔

مولوی منہاج الدین: اب دیر ہو گئی ہے، میں تھکا ہوا بھی ہوں۔ اس لئے میں ان سوالات کے جوابات کل دوں گا۔

مؤلف: چنانچہ مولوی صاحب کل کا وعدہ کر کے بڑی جامع مسجد سے مولوی بوستان کے ساتھ درمیانی مسجد چلے گئے۔ رات کو ہمارے ایک آدمی نے اپنی جگہ مولوی منہاج الدین کو مولوی بوستان سے یہ کہتے سنا کہ میں تو سمجھا تھا کہ چھوٹی عمر کا آدمی ہے کیا مناظرہ کرے گا۔ مگر اس نے تو ایسے سوالات کیئے کہ میں تو حیران ہی ہو گیا ہوں۔ اب چونکہ میں ان سوالات کے جوابات دے نہیں سکتا اور کل وہ مجھ سے جوابات کا مطالبہ کرے گا۔ اس لئے بہتر یہ ہے کہ میں سحری کے وقت یہاں سے چلا جاؤں۔

مولوی بوستان: تو پھر ہم یہاں لوگوں کو کیا منہ دکھائیں گے۔ آپ ایسا ہرگز نہ کریں۔ جیسے کچھ بھی ہو کل تو یہیں ٹھہریں۔ بہر حال مجبوراً مولوی صاحب کو ٹھہرنا پڑا۔ اور پھر دوسرے روز صبح کے مناظرہ میں مناظر اسلام نے مولوی صاحب سے اپنے سوالات کے جوابات کا مطالبہ کیا۔ آپ مطالبہ کر ہی رہے تھے کہ اوپر سے مولانا سکندر علی صاحب آف شاہ محمد ضلع ہزارہ تشریف لے آئے۔ اور مولانا موصوف نے خود اپنی طرف سے بحث چھیڑ دی۔ اب آپ چونکہ مہمان تھے اس لئے

مناظر اسلام نے ان کا احترام کیا۔

مولوی سکندر علی صاحب : جامع معقول ومنقول عالم تھے۔انہوں نے قاضی شوکانی غیر مقلدین کے پیشوا کی کتاب نیل الاوطار سے یہ حدیث بروایت حضرت علی کرم اللہ وجہہ پیش کی ۔''**لا جمعة ولا تشریق ولا اضحٰی الا فی مصر جامع**'' کہ جمعہ تو صرف مصر جامع میں ہوسکتا ہے۔اس کے سوانہیں۔

مولوی منہاج الدین : قاضی شوکانی غیر مقلد وہابی تھا۔اور میں حنفی ہوں میں اس کی کتاب کونہیں مانتا۔کسی حنفی کی کتاب سے حدیث دکھایئے۔

مناظر اسلام : نے جھٹ مجموعۃ الفتاوٰے مولوی عبدالحی لکھنوی حنفی سے حدیث مذکورہ دکھادی۔

مؤلف: پاس ہی مہدی زمان خان آف کھلابٹ غیر مقلد بیٹھا ہوا تھا اس نے (مولوی منہاج الدین) اپنے مناظر کو لقمہ دیا کہ اس ۔۔۔۔کا ایک راوی حارث اعور ہے۔اور وہ مضعف الحدیث ہے اس لئے حدیث قابل قبول نہیں۔ادھر سے مناظر اسلام نے جواب دیا۔

مناظر اسلام: اس حدیث کے طریق روایت دو ہیں۔ایک میں حارث اعور ہے۔اور دوسرے میں حارث اعور نہیں ہے ہم اس کو اس دوسرے طریق سے پیش کرتے ہیں حضرت کی اس گفتگو پر مولوی منہاج الدین صاحب لا جواب ہو گئے۔اور کہا گیا۔کہ اب مناظرہ درمیانی مسجد میں ظہر کے بعد ہوگا۔

مؤلف : ظہر کے بعد درمیانی مسجد میں مناظرہ پھر شروع ہوا۔اور حضرت مناظر اسلام نے فرمایا۔

مناظر اسلام: مولوی صاحب میرے سوالات کا جواب آپ کے ذمہ ابھی باقی ہے مگر میں آپ سے مزید سوال کرتا ہوں۔

سوال: مصر کی جو تعریف آپ نے بیان کی ہے اس میں لفظ مساجد ہے اور مساجد جمع کثرت ہے۔اور جمع کثرت دس سے اوپر بولی جاتی ہے۔لہٰذا بمطابق قاعدہ نحو یہ جس بستی میں گیارہ یا اس سے زائد مسجدیں ہوں گی۔آپ کی بیان کردہ تعریف مصر کی رو سے وہاں جمعہ جائز ہوگا اور یہاں اس بستی میں تو صرف تین مسجدیں ہیں۔

مولوی منہاج الدین :لاؤ میرے پاس کتاب کہ میں دیکھوں۔

مؤلف :چناچہ کتاب مذکور مولوی صاحب کو دے دی گئی۔تو مولوی صاحب نے کمال دھوکہ دہی سے جمع قلت کی تعریف کثرت کی جگہ اور جمع کثرت کی تعریف قلت کی جگہ پڑھ کر سنائی

مناظر اسلام :مولوی صاحب تم دھوکہ دے رہے ہو۔

مؤلف :چنانچہ کتاب سامنے رکھ کر مولوی صاحب کے دھوکہ کی قلعی کھول دی گئی اور عوام کو مولوی صاحب کی دھوکہ دہی کا پتہ چل گیا۔اب اس وقت یہ گفتگو ہو رہی تھی کہ حضرت قاضی صدرالدین صاحب آف درویش پہنچ آئے۔اور فوراً مولوی منہاج الدین سے گفتگو شروع کر دی

مؤلف :حضرت والد صاحب فرماتے تھے کہ قاضی صدرالدین صاحب نے عینی شرح بخاری جمعہ کے مسئلہ پر پیش کر کے اور علامہ عینی کی بیان کردہ تحقیق متعلقہ مسئلہ پر بیان کر کے مولوی منہاج الدین کو حواس باختہ کر دیا۔اور مولوی منہاج الدین نے جان چھڑانے کو اپنے منہ سے نسوار کا تھوک قاضی صاحب پر ڈال دیا۔(مولوی منہاج الدین نسوار کے عادی تھے) یہ حرکت دیکھ کر مرزا خان صاحب بولے کہ لاؤ بھئی مولوی صاحب کے لئے کوئی برتن نسوار تھوکیں۔بہر حال مولوی صاحب قاضی صدرالدین صاحب آف درویش تینوں سے فرداً فرداً گفتگو میں ناکام ہوئے۔جیسے مناظرہ کی روداد سے یہ واضح ہے۔

بہر حال مولوی منہاج الدین جو امیدیں لے کر آئے تھے ان پر پانی پھرتا دیکھ کر خائب و خاسر واپس ہوئے۔اور حضرت کو اللہ تعالیٰ نے فتح و کامرانی عطا فرمائی۔

مناظرہ (نمبر ۱۷)

گستاخانہ عبارات پر مولوی محمد اسحٰق ایبٹ آباد سے مناظرہ کی روداد

عبدالقاضی شاہ صاحب اور محمود شاہ صاحب حویلیاں والے حضرت مناظر اسلام سے علم وتقویٰ کی وجہ سے نیاز مندانہ عقیدت رکھتے تھے۔ مولوی محمد اسحٰق صاحب دیوبندی خطیب مرکزی جامع مسجد شہر ایبٹ آباد آئے دن ان کو مسائل میں تنگ کرتے رہتے تھے۔ اس لئے ان کے لئے حضرت مناظر اسلام کی پناہ میں آئے بغیر اور کوئی صورت نہ تھی ۔ یہ دونوں بے چارے عالم تو تھے نہیں۔ مولوی محمد اسحٰق درسیات کا عالم ہے۔ علم منطق کی مشہور کتاب سلم العلوم پر شرح بھی لکھ چکا ہے۔ یہ دونوں اس کے مقابلہ میں بے بس و مجبور تھے۔ اس لئے انہوں نے حضرت مناظر اسلام کی پناہ ڈھونڈی۔ ایک دفعہ مولوی اسحٰق صاحب نے حویلیاں آ کر ان پر چڑھائی کی اور ان کو مسائل میں مقابلے کے لئے للکارا۔ تو ان کی جائے پناہ تو بس کھلا بٹ ہی تھی بھاگے حضرت کی خدمت میں ۔ اور لگے فریاد کرنے ۔ تو حضرت نے ان کی بے بسی پر رحم کھا کر مؤلف ابوالفتح کو ساتھ لے کر حویلیاں تشریف لے گئے ۔ وہاں پہنچ کر جو دیکھا تو مولوی محمد اسحٰق صاحب گرج گرج کر تقریر کر رہے ہیں۔ اور سامنے مجمع میں عبدالقاضی شاہ صاحب بس بیٹھے ہیں۔

مولوی محمد اسحق صاحب : حضرت مناظر اسلام کو دیکھ کر چونک گئے۔ اور بے ساختہ کہا اوہ قاضی صاحب، آپ کب آئے آپ نے تو سلام کیا اور نہ ملے۔

مناظر اسلام : مولوی صاحب آپ تقریر کر رہے تھے۔ اور میں آپ کی تقریر کے دوران ابھی پہنچا ہوں ۔ اچھا مولوی صاحب آپ کا دیوبندی مولویوں کی توہین و گستاخی والی عبارات کے بارے میں کیا خیال ہے۔

مولوی محمد اسحق صاحب دیوبندی: توبہ توبہ علماء دیوبند اور رسول اللہ ﷺ کی توہین ۔ یہ بالکل غلط ہے۔ ذرا دکھایئے وہ عبارات۔

مناظر اسلام: ہاں ہاں دیکھ لیجئے عبارات، یہ دیکھئے براہین قاطعہ میں مولوی خلیل احمد صاحب

انیٹھی اور مولوی رشید احمد صاحب گنگوہی لکھتے ہیں۔ کہ شیطان اور ملک الموت کے علم کی کون سی نص قطعی ہے۔ کیا اس عبارت میں شیطان کا علم حضور ﷺ کے علم سے زیادہ نہیں بتایا گیا (معاذ اللہ) لیجئے دوسری عبارت حفظ الایمان میں مولوی اشرف علی تھانوی لکھتے ہیں۔ کہ رسول ﷺ کے لئے علم غیب ثابت کرنے میں پوچھتا ہوں۔ کہ آپ کو کل مغیبات کو علم تھا یا بعض کا۔ سو اگر کل کا کہو تو یہ عقلاً ونقلاً باطل ہے۔ اور اگر بعض کا کہو تو اس میں حضور کی کیا تخصیص ہے۔ ایسا علم غیب تو ہر صبی ومجنون بلکہ بہائم کو بھی حاصل ہے۔

ہاں ہاں بتاؤ (ذرا گرج کر عاشقانہ لہجہ میں) توہین نہیں تو کیا یہ توصیف وتعریف ہے۔ اور اگر میں کہہ دوں کہ جتنا علم آپ کو ہے۔ یا آپ کے استادوں وعلماء دیوبند کو ایسا علم تو ہر بچے، پاگل بلکہ جانوروں کو بھی ہے۔ تو مجھ سے یہ سن کر تم خوش ہوؤ گے یا ناراض۔ اور اگر ناراض ہوگے اور یقیناً ناراض ہوگے تو کیوں۔ جب کہ یہ توصیف ہے تو ناراض ہونے کی کیا وجہ، اسی لئے ناراض ہوؤ گے نا کہ یہ توہین ہے۔ اور جب اسی جملہ کو تم اپنے اور اپنے استادوں کے حق میں سن کر توہین خیال کرتے ہو۔ تو سردار دو جہاں ﷺ کے لئے اس جملہ کو توہین نہیں سمجھتے ہو۔ بتاؤ حضرت ﷺ کو کیا منہ دکھاؤ گے۔ دراصل تم لوگوں نے اپنے مولویوں کو (معاذ اللہ) حضرت ﷺ سے زیادہ مان رکھا ہے اسی لئے تو یہ حالت ہے۔

مولوی محمد اسحق صاحب: دیکھئے میری بات تو سنئیے۔ ہر مصنف اپنی کتاب کو دوسروں کی نسبت زیادہ بہتر طور پر سمجھ سکتا ہے۔ اور علماء دیوبند کی کتابیں اور تصنیفات تمام حضور ﷺ کی تعریف وتوصیف سے بھری پڑی ہیں۔ بھلا وہ کیسے حضرت کی توہین کر سکتے ہیں۔ اور ان مصنفین نے خود اپنی عبارات کا مطلب بھی دوسری جگہ بتا دیا ہے۔ پھر یہ کیسے کہا جائے کہ انہوں نے حضور کی توہین کی ہے۔

مناظر اسلام: دیوبندی مولویوں کی کفریہ عبارتیں اردو میں ہیں۔ اور ہر پڑھا لکھا آدمی ان عبارات کا مطلب سمجھ سکتا ہے۔ اور اگر یہی قاعدہ ہے کہ مصنف ہی اپنی عبارت کا مطلب بہتر سمجھ سکتا ہے۔ تو میں تمھیں گالی دے دوں یا اور کوئی سخت قسم کا توہین آمیز کلمہ کہہ دوں۔ اور پھر اس کے

بعد اس کی یہ تاویل کرنے لگوں کہ مصنف ہی اپنی عبارت کا مطلب بہتر طور پر سمجھ سکتا ہے۔اور چونکہ یہ الفاظ میرے اپنے ہیں۔لہٰذا میں یہ کہتا ہوں کہ یہ گالی ہرگز نہیں۔ بلکہ دنیا کا کوئی ذی عقل و فہم ایسی بات ماننے کو تیار نہ ہوگا۔اور کہے گا کہ یہ الفاظ یا عبارت گستاخی اور توہین کی ہے۔اور جو بھی اس کو سنے گا تو توہین ہی قرار دے گا۔اور جب دوسروں کے حق میں اس قسم کے کلمات روا نہیں رکھے جا سکتے۔تو نبی کریم ﷺ کی بارگاہ ہی تمہارے نزدیک ایسی ہے کہ وہاں ۔۔ جو جی میں آئے کہے جاؤ کوئی پوچھ نہیں۔ بلکہ میں نے تو ابھی صرف دو ہی عبارتیں پیش کی ہیں۔ابھی تو اور بھی بہت سی توہین و گستاخی کی عبارات دکھانا باقی ہیں۔

مولوی محمد اسحق :میں تو منطقی آدمی ہوں اور میرے سامنے تو کوئی دوسطریں عبارت بھی نہیں پڑھ سکتا۔میں نے سلم کی بلند پایہ شرح لکھی ہے۔

مناظر اسلام :اچھا تو لائیے نا کوئی منطقی بات میں تو اسی انتظار میں ہوں کہ آپ کوئی بات کریں گے مگر ابھی تو آپ نے کوئی علمی بات نہیں کی اور نرے دعووں سے تو کچھ نہیں ہوتا۔آخر آپ مجھے بھی تو جانتے ہیں۔

مولوی محمد اسحق صاحب :اگر عبدالقاضی شاہ یا محمود شاہ حویلیاں والے ہوتے تو میں ان کو مسل دیتا۔مگر آپ کا میں احترام کرتا ہوں۔

اچھا چھوڑیئے آپ ان عبارات کو میرے نزدیک تو حضور ﷺ کے بارے میں کسی قسم کی بحث کرنا بھی حضرت ﷺ کی توہین ہے۔

مناظر اسلام :ہاں ہاں میں بھی تو یہی کہتا ہوں کہ آقائے نامدار مدنی تاجدار ﷺ کی شان میں اس قسم میں ذراسی بات اور بحث و تنقید بھی گستاخی ہے اور یہ متذکرہ دیوبندی مولویوں کی عبارتیں ہیں۔

مولوی محمد اسحق صاحب : آپ چھوڑیئے بھی ان عبارات کو۔آپ مجھ سے میرے عقائد دریافت کریں

مناظر اسلام :میں صرف دریافت ہی نہیں کرتا۔ بلکہ لکھوا تا ہوں

مولوی محمد اسحق :اچھالکھوائیں

مناظر اسلام :اچھابتایئے کہ آپ حضرت اکرم ﷺ کے لئے علم غیب کلی ما کان وما یکون مانتے ہیں

مولوی محمد اسحق :علم غیب تو اللہ تعالیٰ کا خاصہ ہے۔ہاں اللہ تعالیٰ کی عطا سے حضور کے لئے مانتا ہوں۔جتنا اللہ تعالےٰ چاہے وہ سکھا دے۔

مناظر اسلام:میں نے ما کان وما یکون کے بارے میں دریافت کیا ہے۔کہ اللہ تعالیٰ کی عطا سے حضور کے لیے مانتے ہو یا نہیں۔

مولوی محمد اسحق :اللہ تعالیٰ کی عطا سے ما کان وما یکون کا علم بھی حضور کے لئے مانتا ہوں

مناظر اسلام :''جزاک اللہ'' ۔اچھا اب یہ بتایئے کہ اگر یارسول اللہ ﷺ کہہ کر حضرت سے مدد مانگی جائے تو کیا جائز ہے۔

مولوی محمد اسحق :اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: ''**اياك نعبد و اياك نستعين**'' ۔

مناظر اسلام :حقیقی مدد تو اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہوتی ہے۔اوراسی کا ذکر ''**اياك نستعين**'' میں فرمایا گیا ہے۔مگر اللہ کے بندوں کو مظہر عون الٰہی سمجھ کر ان سے مجازی مدد کی درخواست کی جائے تو یہ ''**اياك نستعين**'' کے خلاف نہیں ہے۔

مولوی محمد اسحق صاحب:ہاں مظہر عون الٰہی سمجھ کر مجازی مدد مانگنا بے شک جائز ہے۔

مو لف ابو الفتح :تو حضرت نے یہ اور چند دوسرے عقائد مولوی محمد اسحٰق صاحب سے لکھوائے اور پھر فرمایا۔

مناظر اسلام :مولوی صاحب دیوبندی مولویوں کی عبارتوں والی بات تو ابھی اسی طرح باقی ہے

مولوی محمد اسحق : چھوڑیئے چھوڑیئے عبارات کو آپ نے میرے عقائد مجھ سے دریافت کر کے لکھوائے بس یہ کافی ہے۔

مناظر اسلام :مولوی صاحب اصل بات تو بیچ میں لٹکی رہ گئی۔اور جب تک یہ ختم نہ ہو بات ختم نہ ہوگی۔اس لئے آپ ان کفریہ عبارات کے متعلق بھی اپنا خیال ظاہر کریں۔

مولوی محمد اسحق صاحب :اچھا اچھا تو پھر لکھیے آپ جو لکھنا چاہتے ہیں میں دستخط کر دیتا ہوں۔

مـو لف :مناظر اسلام نے ان کفری عبارات کو یکے بعد دیگرے لکھ کر آخر میں ان کے بارے حکم شرعی لکھ کر مولوی محمد اسحٰق صاحب کی طرف دستخط کے لئے کاغذ بڑھایا۔تو مولوی صاحب نے دستخط کرتے ہوئے کچھ دیر لگادی۹۔تو مجھے (مؤلف کتاب ابوالفتح کو) کچھ شبہ سا گزرا۔کہ یہ کہیں کچھ اور قید یا شرط لگا کر نہ لکھ دیں۔کہ جس سے سارا لکھا لکھایا کاغذ ضائع نہ ہو جائے۔تو میں نے قریب ہو کر جو دیکھا۔تو مولوی محمد اسحٰق صاحب یہ لکھ رہے تھے۔کہ میں ایسی عبارات لکھنے والے آدمی کو کافر و ملعون سمجھتا ہوں۔

محمد اسحٰق ڈسٹرکٹ خطیب ایبٹ آباد حال حویلیاں بقلم خود

پھر مناظر اسلام نے وہ کاغذ لے کر عوام کو سنایا۔جس پر خوشی منائی گئی۔اور نعرہ تکبیر اور نعرہ رسالت بلند ہوئے۔اور حضرت علامہ قاضی صاحب زندہ باد مناظر اسلام زندہ باد، شیخ الحدیث زندہ باد کے نعرے لگائے گئے۔اور یوں آپ فاتح ایبٹ آباد کی حیثیت سے شان و شوکت سے واپس تشریف لائے۔

مناظرہ (نمبر ۱۸)

مولوی حسین علی بھچروی کی تفسیر بلغتہ الحیر ان کی کفریہ عبارات پر مناظرہ

مؤلف کتاب فقیر ابوالفتح غلام محمود ایک دفعہ آستانہ عالیہ گولڑہ شریف پر ماہ ربیع الثانی میں بڑے عرس شریف کے موقعہ پر حاضر ہوا۔تو وہاں پر۔۔۔۔مولانا عبدالغفور ہزاروی ثم وزیر آبادی نے فرمایا۔ کہ موضع بھوئی گاڑ والے مولوی عبدالحی سے مناظرہ کرنا ہے۔لہٰذا تم جا کر کتابیں اور اپنے والد صاحب حضرت مناظر اسلام کو لے کر بھوئی آ جاؤ۔ چنانچہ اس ناچیز نے حضرت والد صاحب کی خدمت میں پہنچ کر عرض کی تو آپ تیار ہو گئے۔ چنانچہ ہم کتابیں لے کر حضرت کی خدمت میں پہنچ کر عرض کی تو آپ تیار ہو گئے۔ چنانچہ ہم کتابیں لے کر موضع بھوئی پہنچے۔اور طے شدہ فیصلہ کا اعلان کر دیا۔ یہ سب کچھ مولوی عبدالغفور صاحب اور مولوی عبدالحی کے مابین طے ہوا۔منانچہ مقررہ وقت پر تقریباً نو دس بجے صبح گفتگو شروع ہوئی۔مولوی حسین علی واں بھچراں والے نے تفسیر بلغتہ الحیر ان لکھوائی تھی۔ جو کہ مولوی صاحب مذکور کے شاگرد مولوی غلام اللہ خان (راولپنڈی) نے جمع کی تھی۔اس میں جابجا اہل سنت کے عقائد کے خلاف باتیں درج تھیں۔

اور بھوئی میں مناظرہ ان ہی کفریہ عبارات پر اور دوسرے عقائد وہابیہ پر ہونا قرار پایا تھا۔مولوی عبد الغفور صاحب نے حضرت مناظر اسلام سے کہا تھا۔کہ بلغتہ الحیر ان کی عبارات پر مولوی عبدالحی سے مناظرہ میں کروں گا۔اور دوسرے مسائل (عقائد) پر آپ اس سے مناظرہ کریں۔چنانچہ تفسیر بلغتہ الحیر ان میں سے مولوی عبدالغفور صاحب نے ایک کفریہ عبارت نکال کر دکھائی۔کہ مولوی حسین علی مذکور "**کل فی کتاب مبین**" کی تفسیر میں لکھتا ہے کہ (اس) کا یہ معنی نہیں کہ تمام باتیں اولاً کتاب میں لکھی ہوئی ہیں جیسا کہ اہل سنت و جماعت کا مذہب ہے۔ بلکہ اس کے معنی یہ ہیں کہ تمہارے اعمال لکھ رہے ہیں فرشتے (چند سطور کے بعد لکھا) اور اللہ کو پہلے سے کوئی علم بھی نہیں کہ (بندے) کیا کریں گے۔اللہ کو ان کے کرنے کے بعد معلوم ہوگا۔(بلغتہ الحیر ان ۱۵۷، ۱۵۸، پھر لکھا کہ، یہ مذہب معتزلہ کا ہے اور یہ مذہب قوی ہے (انتہی) مولوی عبدالغفور صاحب نے

یہ عبارت پیش کی تو اس پر ان کی گفتگو پہلے مولوی عبدالحیی صاحب کے چھوٹے بھائی مولوی ضیاء الدین سے ہوئی مولوی ضیاء الدین کے ساتھ گفتگو میں بلحاظ مذاق مولوی عبدالغفور صاحب کا پلہ بھاری رہا۔مگر جب مولوی عبدالحی صاحب خود بولے تو معاملہ سنگین ہو گیا۔ کیونکہ مولوی عبدالحی صاحب ایک اچھے عالم، درسیات کے فاضل، متین وسنجیدہ اور بارعب شخصیت کے مالک تھے۔تو مولوی عبدالحی نے مولوی عبدالغفور رحمۃ اللہ علیہ سے یہ سوال کیا کہ اعلیٰحضرت گولڑوی حضرت پیر مہر علی شاہ صاحب فرماتے ہیں: کلام میں ننانوے احتمالات کفر کے ہوں۔اور سو میں سے صرف ایک احتمال اسلام کا تو سراج الامۃ امام اعظم ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ اس کے کلام کو اسلام پر ہی محمول کیا جائے گا۔(انتہیٰ) اب مولوی حسین علی کے کلام میں جو یہ لکھا ہے کہ یہ مذہب قوی ہے۔ہوسکتا ہے کہ اس سے مراد اس کی مذہب اہل سنت ہو۔اور وہ اہل سنت کے مذہب کو جس کا ذکر وہ پہلے اپنی کتاب میں چند سطور پہلے کر آیا ہے۔قوی بتلا رہا ہو یہ بھی ایک احتمال ہے۔مولوی حسین علی کے کلام میں اب اس احتمال کی بنا پر یہ نہیں کہا جا سکتا کہ مولوی حسین علی نے معتزلہ کے مذہب کو قوی بتایا ہے۔کیونکہ: ”**اذا جاء الا حتمال بطل الاستد لال**“. اب تو اس میں کوئی قباحت نہیں ۔آخر علماء اپنی تصانیف میں اپنے مذہب کے علاوہ دوسرے مذاہب کا تذکرہ تو کرتے ہی ہیں۔ نفس تذکرہ سے اس کا کفر ثابت نہیں دوسرے مذاہب کا تذکرہ تو کرتے ہی ہیں۔نفس تذکرہ سے اس کا کفر ثابت نہیں ہوتا۔اب امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ کے اس مذہب اور فقہاء کرام کی اس تصریح اور اعلیٰ حضرت گولڑوی رحمۃ اللہ علیہ کی اس نقل کے پیش نظر مولوی حسین علی بالکل بری ہے۔مولوی حسین علی امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ کی عدالت سے بری فقہا کرام اور حضرت گولڑوی کی عدالتوں سے بری ہو گیا ہے۔اب تم ہو کہ اس کا پیچھا نہیں چھوڑتے ہو۔اور خواہ مخواہ اس کو کافر گردانتے ہو۔کیا ہے اس عبارت کا کوئی جواب آپ کے پاس تو لاؤ پیش کرو۔

مولوی عبدالغفور صاحب نے جھٹ اس موقعہ پر حضرت والد صاحب مناظر اسلام کی طرف اشارہ کر کے کہا کہ اس بات کا جواب (قاضی) دیں گے۔اور مناظر اسلام تو پہلے ہی چاہتے تھے کہ اس سے گفتگو کا موقعہ مل جائے۔ چنانچہ فوراً مولوی عبدالحی سے خطاب کر کے گفتگو شروع فرمادی۔

حضرت بپھرے ہوئے شیر کی طرح اُبھرے اور گرج کر فرمایا۔ کہ لو سنو مجھ سے اپنے سوال کا جواب اور فرمایا اور اعلیٰ حضرت ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کا ارشاد اور فقہاء کرام کا اس کو ذکر کرنا۔ اور اعلیٰ حضرت غوث اعظم زمانہ قبلہ عالم، علامہ دوراں پیر سید مہر علی شاہ صاحب قبلہ رحمۃ اللہ علیہ کا نقل فرمانا بالکل اپنی جگہ پر بجا اور تسلیم ہے۔ مگر مولوی حسین علی کو فقہاء کا یہ جزئیہ کفر سے نہیں بچا سکتا۔ اس لئے کہ مولوی حسین علی کا کلام نصوص شرعیہ کے مقابلہ میں ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

''کل صغیر و کبیر مستطر''

یعنی لوح محفوظ میں ہر چھوٹی بڑی بات لکھی ہوئی ہے۔

اللہ تعالی تو فرمائے۔ کہ سب کچھ لکھا جا چکا ہے۔ مگر مولی حسین علی کہے کہ نہیں آئندہ لکھا جائے گا اور میرے آقا و مولی سرکار مدینہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ارشاد گرامی ہے۔

''قدجف القلم بما کان ومایکون'' (الحدیث)

یعنی جو کچھ ہوا اور جو ہونے والا ہے۔

لوح محفوظ پر قلم ربانی وہ سب کچھ لکھ کر خشک ہو چکا۔ (فارغ ہو چکا) ہے۔ اور اللہ تعالی کا دوسری جگہ قرآن پاک میں ارشاد ہے۔

''لاحبته فی ظلمت الارض ولا رطب ولایابس الا فی کتاب مبین''

''کوئی دانہ نہیں زمین کی اندھیریوں میں اور کوئی تر چیز نہیں اور کوئی خشک چیز نہیں مگر کہ وہ اللہ کی روشن بیان کرنے والی کتاب یعنی لوح محفوظ میں لکھی ہوئی ہے۔

مفسرین کرام فرماتے ہیں کہ اس سے مراد لوح محفوظ ہے۔ اور فرمایا کہ یہ کہنا کہ اللہ تعالی کو پہلے سے کوئی علم نہیں ہوتا کہ بندے کیا کریں گے۔۔ کفر صریح اور قول قبیح، اور کلام شنیع ہے۔ اللہ تعالیٰ تو فرماتا ہے کہ:

''یعلم ما تکن صدروھم''۔

یعنی اللہ جانتا ہے ان کے دل کی چھپی باتیں، تو بندے کے فعل سے پہلے بندے کے آئندہ عمل و فعل کے متعلق اللہ تعالی کی (معاذ اللہ) لاعلمی بتانا نصوص قطعیہ کے خلاف اور ان سے مقابلہ کرتا

ہےاس لئے اس کے کفر ہونے میں تو کوئی شبہ ہی نہیں ہوسکتا۔اور فقہاء کرام کے جزئیہ کواس سے کوئی تعلق نہیں ہے، وہ بات ہی الگ ہے۔ پھرحضرت والد صاحب نے مولوی عبدالحی صاحب کو مخاطب کر کے فرمایا کہ یہ بتاؤ کہ اللہ تعالیٰ کی صفات کمال کو ماننا ضروری ہے یا نہیں۔اس نے کہا ضروری ہے، پھر فرمایا اچھا یہ بتاؤ۔کہ اللہ تعالی کی جملہ صفات کے منکر کا کیا حکم ہے۔اس نے کہا وہ کافراور خارج از اسلام ہے۔پھر فرمایا کیا اللہ تعالی کی ایک صفت کے منکر کا بھی یہی حکم ہے۔یا اس کے لئے کوئی دوسرا حکم ہے، وہ کہنے لگے اس کا بھی یہی حکم ہے، پھر فرمایا کہ جو آدمی اللہ تعالی کی کسی ایک صفت کو علی وجہ الکمال نہ مانے بلکہ ناقص کہے اس کا کیا حکم ہے۔پھر مولوی صاحب نے کہا۔ کہ ایسا شخص بھی کافر ہے۔ پھر حضرت نے مولوی صاحب سے یہ پوچھا کہ بتاؤ علم اللہ تعالی کی صفت ہے یا نہیں، کہا ہاں اللہ تعالی کی صفت ہے۔پھر فرمایا کہ اس کو ندا کے لئے علی وجہ الکمال ماننا چاہیئے یا کہ ناقص مان لینا بھی ٹھیک ہے،مولوی صاحب نے کہا کہ صفت علم کو خدا کے لئے علی وجہ الکمال ماننا ضروری ہے،اور جو ایسا نہ مانے وہ اسلام سے خارج ہے، پھر فرمایا کہ اچھا یہ بتاؤ کہ بلغۃ الحیر ان کی پیش کردہ عبارت سے کیا ثابت ہوتا ہے، اللہ تعالیٰ کے لئے کامل علم یا ناقص علم۔مولوی صاحب نے کچھ سوچ کر کہا کہ اس سے خدا کے لئے ناقص علم ثابت ہوتا ہے۔ پھر فرمایا مولوی صاحب تم نے خود کہا ہے۔کہ جو خدا کے لئے ناقص علم مانے وہ کافر ہے۔اب بتاؤ مصنف بلغۃ الحیر ان اور اس کے ماننے والے کیا ہیں، اس وقت مولوی صاحب کی پیشانی پر پسینہ آ گیا۔والد صاحب نے فرمایا خوب سوچ لو دھوکے کی بات نہیں۔ میں نے مسلمات سے گفتگو کی ہے اگر کوئی بات ہو تو بلا جھجک بیان کرو۔آخر مجبورا مولوی صاحب کو کہنا پڑا۔کہ مصنف بلغۃ الحیر ان اور اس کے سارے مرید کافر اور اسلام سے خارج ہیں۔تب والد صاحب فرمایا جزاک اللہ کیا خوب کہا۔ اسی دوران مولوی عبدالحی صاحب کے طرفداروں میں سے ایک نے کہا۔کہ متکلمین بھی تو اللہ تعالے کے لئے جزئیات کا علم نہیں مانتے ۔ پھر انہیں کیا کہا جائے گا۔اس پر مولوی عبدالغفور صاحب نے والد صاحب سے کہا کہ اس مولوی کی بات بھی سنیئے ۔فرمایا بہت اچھا۔مولوی صاحب کیا کہتے ہو۔مولوی نے اس بات کو دہرایا، فرمایا کہاں لکھا ہے۔مولوی نے کہا شرح عقائد میں،

فرمایا کتاب مذکورلا کر دکھاؤ، جب کتاب لائی گئی تو فرمایا عبارت پڑھو، جب مولوی نے وہ عبارت پڑھی تو والد صاحب کی حیرت کی انتہا نہ رہی فرمایا خدا کے بندے یہ تو فلاسفہ کا قول ہے۔اور تم نے متکلمین کے ذمہ لگا دیا ہے۔تم فلاسفہ اور متکلمین کے واضح فرق کو بھی نہیں سمجھے،اس پر تمام لوگ ہنس پڑے اور مولوی نہایت شرمندہ ہوا۔پھر والد صاحب نے مولوی عبدالحی صاحب سے فرمایا کہ جو آپ نے کہا ہے وہ لکھ دو، چنانچہ مولوی صاحب نے مصنف بلغۃ الحیر ان اور اس کے مریدین کی تکفیر لکھ دی، پھر وہ پرچہ والد صاحب نے مولوی عبدالغفور صاحب کے حوالے کر دیا۔

مؤلف: حضرت مناظر اسلام نے کچھ ایسی فصیح مدلل اور مسکت زور دار تقریر فرمائی ۔ کہ مولوی عبدالحی صاحب کو تو چوں و چرا کی مجال نہ رہی۔اور بالآخر سب کے دیکھتے چند ہی منٹوں میں مولوی عبدالحی سے مولوی حسین علی کے کفر اور اس کی لکھی ہوئی عبارات کے کفری ہونے پر دستخط لے لئے اب فیصلہ کا اعلان حسب تسلیم فریقین عام جلسہ میں جا کر کرنا تھا۔اور اجلاس میں عام لوگ فیصلہ کے اعلان کا شدت سے انتظار کر رہے تھے۔ پھر اسی دوران عصر کی اذان ہوگئی۔سب اٹھ کر مسجد میں نماز کے لئے چلے گئے۔مولوی عبدالحی صاحب کچھ پہلے پہنچ گئے۔اور پھر وہاں مصلی پر امامت لے لئے کھڑے ہوگئے۔ادھر مولوی عبدالغفور صاحب اور باقی علماء بھی ان کے پیچھے نماز پڑھنے کو تیار ہیں۔مولوی عبدالغفور صاحب نے فرمایا کہ بڑے نیک بخت ہو۔جب کہ فیصلہ ہو گیا ہے تو پھر کیوں نماز نہیں پڑھتے۔فرمایا صرف عبارات بلغہ کا فیصلہ ہوا ہے باقی مسائل میں تو ابھی گفتگو ہی نہیں ہوئی۔ دیگر مسائل میں تو یہ وہی ہے۔لہٰذا جب تک ان میں تصفیہ نہ ہو میں اقتداء کے لئے تیار نہیں اس پر ہزاروی صاحب کچھ چین بجیں بھی ہوئے۔مگر حضرت نے ان کی ایک نہ مانی۔اور نماز الگ پڑھی۔ پھر جب فارغ ہوئے تو مولوی عبدالحی سب سے پہلے اسٹیج پر پہنچ گیا۔اور تقریر کرنے لگا۔ ہزاروی صاحب اور ان کے ساتھی کچھ وقفہ کے بعد اسٹیج پر پہنچ گئے اور یہ سارے والد مرحوم کو مسجد میں اکیلا چھوڑ گئے۔آخر آپ بھی بعد میں جائے وقوع پر تشریف لے گئے وہاں کیا دیکھتے ہیں کہ مولوی عبدالحی لوگوں سے کہہ رہا ہے۔کہ آج ان سب علماء سے میرا تصفیہ ہو گیا ہے۔ اب ہمارے درمیان کوئی نزاع نہیں رہا۔اور میں ان ہی باتوں پر قائم ہوں کہ جن پر بزرگان

اسلاف قائم تھے۔

دیکھو حضرت گولڑوی رحمۃ اللہ علیہ نے لکھا ہے۔ کہ قبر کا طواف اور اسے بوسہ دینا اور اس کی طرف رخ کرنا اور اسے سجدہ کرنا اور ان سے مدد مانگنا۔ یہ سب کام عبدۃ الاوثان سے مشابہت کی وجہ سے شرک ہیں۔ بس یہی میں بھی کہتا ہوں اب بتاؤ کہ اس میں کیا خرابی ہے۔ اور کیا میرا عقیدہ وہی نہیں جو بزرگان دین لوگوں کا تھا۔ جب یہ باتیں مولوی صاحب کی زبانی مولوی عبدالغفور صاحب نے سنیں۔ تو انگشت بدنداں ہو کر والد صاحب کی طرف دیکھ کر کہا، آپ تو صاحب کشف ہیں، فرمایا میرا ان لوگوں کے بارے میں بے حد تجربہ ہے جو تمہیں نہیں۔

حاضرین میں سے کسی نے مولوی صاحب کو نہ ٹوکا۔ سب سر جھکائے بیٹھے رہے۔ آخر والد صاحب نے مولوی صاحب کو ان عبارات کا معقول جواب دیا۔ کہ حضرت گولڑوی رحمۃ اللہ علیہ انبیاء علیہم السلام اور اولیاء اللہ سے مدد مانگنے کو اپنی مشہور تصنیف اعلاء کلمۃ اللہ میں ثابت فرماتے ہیں۔ اور مزارات اولیاء اللہ کا بوسہ بھی لینا ان کے نزدیک جائز ہے۔ البتہ سجدہ کرنا سوائے اللہ تعالیٰ کے حضرت صاحب اور دوسرے علماء اہل سنت کے نزدیک جائز نہیں ہے۔ اور اس پر مزید تفصیل فرمائی۔

اس پر مولوی عبدالحی صاحب خاموش ہو گئے۔ اور حضرت مناظر اسلام اور اس فقیر ابوالفتح فاتحانہ شان و شوکت سے واپس ہوئے۔

مناظرہ (نمبر۱۹)

روداد مناظرہ گولڑہ شریف

گولڑہ شریف کے آستانہ عالیہ کے بعض معاندین نے مولوی غلام اللہ خان کو راولپنڈی سے بغرض تقریر مدعو کیا۔ وہاں اس کی تقریر کے بعد آستانہ عالیہ پر مقیم مولوی خدا بخش صاحب نے اس کو مناظرہ کا چیلنج کیا۔ آخر مناظرہ کی تاریخ مقرر ہوگئی۔ اور حضرت سجادہ نشین صاحب قبلہ پیر غلام محی الدین صاحب دامت برکاتہم العالیہ نے مولوی عبدالغفور صاحب ہزاروی کے بھائی مولوی غلام ربانی صاحب کو حضرت مناظر اسلام کی خدمت میں اس غرض سے بھیجا کہ وہ تشریف لا کر گولڑہ شریف میں مقررہ مناظرہ کی تاریخ پر مولوی غلام اللہ خاں (راولپنڈی) سے مناظرہ کریں۔ چنانچہ حضرت والد صاحب قبلہ مع اس فقیر ابوالفتح کے گولڑہ مقدسہ تشریف لے گئے۔ وہاں پر حضرت سجادہ نشین صاحب قبلہ مقام قوالی سے ہٹ کر اعلیٰ حضرت غوث زمانہ پیر مہر علی شاہ صاحب کے مزار اقدس کے سامنے جا بیٹھے۔ حضرت والد صاحب چونکہ طریقہ قادریہ سے منسلک تھے۔ اس لئے قوالی کی مجالس سے آپ کو خاص دلچسپی نہ تھی۔ اب حضرت سجادہ نشین صاحب قبلہ کو جو حضرت مناظر اسلام کے بارے مزار اقدس پر بیٹھ رہنے کی اطلاع ملی۔ تو آپ نے حضرت صاحب کے لئے سجادہ یعنی مصلی (جائے نماز) بیٹھنے کو بھجوائی۔ اب حضرت صاحب (والد صاحب قبلہ) کچھ دیر مزار اقدس کے مواجہہ بیٹھے رہے۔ اور پھر خدا جانے آپ کو آتے دیکھا تو فوراً آپ کے احترام میں کھڑے ہوئے۔ اور آپ کے ساتھ وہاں پر جس قدر علماء کرام پیران عظام اور دوسرے لوگ تھے سب کھڑے ہوئے۔ حضرت والد صاحب جو بیٹھے تو پھر سب حضرات بھی بیٹھ گے۔ اور حضرت سجادہ نشین صاحب قبلہ نے حضرت مناظر اسلام سے نہایت عاجزانہ لہجہ میں فرمایا۔ کہ آج آپ بھی ہم گناہ گاروں میں شامل ہو گئے ہیں۔ پھر سجادہ نشین صاحب نے ہزاروی صاحب سے (جو پہلے سے وہاں بیٹھے ہوئے تھے) فرمایا، مولوی صاحب پڑھو یعنی چھوٹا ختم پڑھو۔ مگر حاضرین نے دیکھا کہ مولانا ہزاروی کے انداز سے معلوم ہو رہا ہے۔ کہ ختم پڑھنے کو کچھ پسند

نہیں کر رہے۔تو شیخ الجامعہ عباسیہ بہاول پور علامہ غلام محمد صاحب گھوٹوی جھٹ بولے کہ حضور یہ بڑے مولوی ہیں۔ختم پڑھنا پسند نہیں کرتے۔اور میں چھوٹا مولوی ہوں۔اگر ارشاد ہو تو میں پڑھ دوں حضرت نے انہیں پڑھنے کو ارشاد فرمایا۔تو علامہ موصوف نے حضرت کے ارشاد کی تعمیل میں ختم پڑھا۔یعنی قرآن پاک کی چند آیات تلاوت فرمائیں۔پھر آستانہ عالیہ کے قوالوں نے قوالی سنائی۔ اوران کے بعد اجمیر شریف کے مشہور قوال واعظ نے قوالی کی۔واعظ صاحب نے اپنی قوالی کے دوران سارازور وحدت الوجود پر صرف کیا۔واعظ صاحب نے اس شعر کوئی مرتبہ پڑھا:

بہر رنگے کہ خواہی جامہ مے پوش　　　　من از انداز قدرت رامے شناسم

اور پھر حضرت مناظر اسلام کی طرف رخ کر کے (جو کہ اپنی سادگی کی وجہ سے تمام محفل میں ممتاز نظر آ رہے تھے) مثنوی شریف کے اشعار سے موضوع کو مزین کیا۔کہ میرے باطنی حال کو از راہ کشف دیکھ کر واعظ صاحب نے میری طرف دیکھ کر حسب حال اشعار پڑھے ہیں،،واقعی بظاہر تو وہ بہت دبلے پتلے اور کمزور تھے۔چہرے کا رنگ زرد تھا۔اور سنا بھی تھا کہ ہمیشہ روزے سے ہوتے ہیں۔بہر حال قوالی ختم ہوئی اور حضرت سجادہ نشین صاحب نے حضرت مناظر اسلام کو دعا کے لئے فرمایا اور آپ نے دعا فرمائی۔دوسرے روز مولوی غلام اللہ خان (راولپنڈی) سے مناظرہ کے لئے تاریخ مقرر تھی۔اب اس موقع پر ہر طرف سے علماء کرام آئے ہوئے تھے۔مثلاً مولانا احمد سعید صاحب کاظمی (ملتان) مولانا محمد دین صاحب مشہور منطقی (موضع بدھو) مولانا عبدالحق صاحب پیر زئی (کیمبل پور) مولانا صبغتہ اللہ صاحب (نواں شہر ایبٹ آباد) مولانا عطا محمد صاحب حبیب الرحمٰن خان آف برہان پور (کیمبل پور) مولانا غلام ربانی (چنبہ پنڈ) مولانا گل اکرام برہ زئی (کیمبل پور) عبدالقاضی شاہ (حویلیاں) مولانا غلام محمد گھوٹوی شیخ الجامعہ عباسیہ (بہاول پور) مولانا محمد بشیر صاحب مدیر ماہ طیبہ (کوٹلی لوہاراں) مولانا عبدالرزاق صاحب (گوہدو) اوران کے علاوہ اور بہت سے علماء شامل تھے۔

تو باوجود ان علماء کی موجودگی کے حضرت سجادہ نشین صاحب قبلہ نے کچھ علماء کے مشورہ کے بعد حضرت مناظر اسلام قاضی صاحب کو اپنی طرف سے مناظر منتخب فرمایا۔یہی وجہ تھی کہ

کتابوں کی لائبریری ہمارے حوالے کر دی گئی تھی۔ اور ہم رات کو بھی ان کتابوں پر صفحات کے نشان لگا رہے تھے۔ جب کہ دوسرے علماء آرام کر رہے تھے۔ آستانہ عالیہ گولڑہ شریف میں کتابوں کی لائبریری بھی بہت بڑی لائبریری ہے۔ جہاں سے ہم نے کتابیں نکالیں اور اپنے مقررہ کمروں میں جا کر نشان لگانے کا کام کرنے لگے۔ مؤلف ناچیز ابوالفتح بھی حضور کے ساتھ حوالے لگانے کی خدمت امدادی طور پر انجام دے رہا تھا۔ کہ رات کے ۱۲ بجے کے قریب باہر بہت شور ہوا۔ سردیوں کا موسم تھا۔ اور ہم کمروں کے اندر یہ دینی کام کر رہے تھے۔ حضرت نے مجھ سے فرمایا کہ باہر جا کر معلوم کرو کیا بات ہے۔ میں نے باہر آ کر معلوم کیا تو پتہ چلا کہ علاقہ شہر ایبٹ آباد سے حضرت گولڑوی رحمۃ اللہ علیہ کے عقیدت مند آئے ہیں اور راستے میں ان کے ساتھ کوٹ نجیب اللہ کے کچھ عقیدت مند شامل ہو گئے ہیں۔ اب یہ لوگ اپنے خیال میں مست نعرے لگا رہے ہیں۔ بہر حال صبح مناظرہ کے لئے مولوی غلام خان کے ساتھ تاریخ طے ہو چکی تھی۔ اب ہم نے مناظرہ کے لئے پوری تیاری کر لی ہے۔ کتابوں پر نشانات لگا دیئے ہیں۔ اور کتابیں لائبریری سے نکال کر کتاب حضرت کے سامنے رکھنا ہے۔ تا کہ آپ مدمقابل کے سامنے پیش کریں۔ جیسا کہ ہمیشہ مناظروں کے موقعوں پر اس فقیر کی ڈیوٹی ہوا کرتی تھی۔ ہم دینی کتابوں سے لیس اور مسلح ہر طرح تیار مولوی غلام خان کی آمد کے انتظار میں ہیں۔ مگر اُدھر سے اطلاع یہ آئی کہ چونکہ فساد کا خطرہ ہے اس لئے ہم مناظرہ کے لئے نہیں آئیں گے۔ حضور سجادہ نشین صاحب قبلہ نے فرمایا۔ کہ میں اپنی ذمہ داری پر اپنی موٹر میں تمہیں لاؤں گا۔ اور یہاں پر مناظرہ کے دوران حفاظت کا پورا پورا انتظام رہے گا۔ اور حفاظت کی ذمہ داری ہماری ہوگی، مگر مولوی غلام خان حضرت کی اس قدر ذمہ داری لینے کے باوجود بھی گولڑہ شریف میں مناظرہ کے لئے آنے پر اپنی طرف سے مقررہ کردہ تاریخ پر تیار نہ ہوا۔ جب یہ اطمینان ہو گیا کہ مولوی غلام خان ہرگز نہیں آئے گا۔ تو پروگرام یہ بنایا گیا۔ کہ مناظرہ کی اس مقررہ تاریخ پر باہر سے آئے ہوئے علماء کرام تقریروں کے ذریعہ اپنے خیالات کا اظہار کریں۔ چنانچہ اجلاس عام سے علماء کرام نے خطاب فرمایا۔ واعظانہ ومقررانہ انداز میں نمبر اول تقریر کے انتخاب میں حضرت والد صاحب کی نظر انتخاب مولوی حبیب الرحمٰن خان صاحب آف برہان

کیمبل پور کی تقریر پر پڑی۔ اوراس کی وجہ یہ تھی کہ ان کا انداز تقریر صوفیانہ تھا۔

مولانا عبدالغفور صاحب ہزاروی اوران کے برادر اصغر مولانا غلام ربانی صاحب چنبہ پنڈ۔ اورشاہ کشور صاحب کھلا بٹ نے مولانا محمد بشیر صاحب کوٹلی لوہاراں کی تقریر کو پسند کیا۔ گولڑہ مقدسہ کی اس حاضری کے دوران شیخ الجامعہ عباسیہ بہاول پور مولانا غلام محمد صاحب گھوٹوی سے حضرت والد صاحب کی ملاقات ہوئی تو قبلہ والد صاحب نے ان سے دریافت کیا کہ بمطابق عقیدہ اہل سنت و جماعت جو یارسول اللہ ﷺ کہہ کر حضور سے امداد کی درخواست کی جاتی ہے۔ آپ کی نظر میں اس کے دلائل کیا ہیں۔ مولانا غلام محمد صاحب نے جواباً کہا کہ آیت کریمہ: ’’ **یاایھاالذین امنو اتقوا اللہ وابتغوا الیہ الوسیلۃ**‘‘. یعنی اے ایمان والو اللہ سے ڈرو اور اللہ کی جناب کی طرف وسیلہ تلاش کرو۔ اور صحیح بخاری شریف کی حدیث جو **باب من استعان بالضعفاء والصالحین** میں آئی ہے وغیرہ اس کے دلائل ہیں۔ حضرت والد صاحب نے فرمایا کہ سوال تو ہے مدد کے بارے میں اور جواب دیا گیا ہے آیۃ وسیلہ سے اس کا کیا جواب ہوگا۔ علامہ گھوٹوی نے فرمایا کہ پھر ہمارے پاس تو یہی دلائل ہیں۔ حضرت نے فرمایا۔ کہ اس سوال کا جواب یہ ہے کہ امداد۔ اعانت۔ تصرف۔ معونت۔ توجہ۔ تجوہ۔ وسیلہ وغیرہا الفاظ متحد بالذات اور مغائر بالاعتبار ہیں۔ اس لئے ایک کا اثبات دوسرے کے جواز واثبات کو مستلزم ہے۔ مولانا گھوٹوی نے فرمایا بہت خوب۔

حضرت مناظر اسلام نے پھر فرمایا۔ کہ وہابیہ کے مقابلہ میں خود میں نے سوالات قائم کئے ہیں۔ وہ بھی سن لیجئے۔ مولانا گھوٹوی نے فرمایا۔ ہاں ہاں ضرور بیان فرمائیے، حضرت نے فرمایا کہ زندوں کا ایک دوسرے سے مدد مانگنا قرآن کریم سے ثابت ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے فرمایا تھا: ’’**من انصاری الی اللہ**‘‘۔ حواریوں کون مددگار ہے میرا اللہ کے دین میں:

’’**قال الحواریون من انصاری الی اللہ**‘‘۔ حواریوں نے کہا کہ ہم ہیں اللہ کے دین کے مددگار۔ اور حضرت سکندر ذوالقرنین نے فرمایا تھا۔ اعینو نی بقوۃ۔ تم طاقت سے میری مدد کرو۔ اور خود وہ بھی زندوں کے ایک دوسرے سے مدد مانگنے کو جائز کہتے ہیں۔ اب میں کہتا ہوں کہ تمہارے نزدیک اہل برزخ اولیاء اللہ سے مدد مانگنا اس لئے شرک ہے کہ وہ غیر اللہ ہیں تو بعینہ یہ دلیل

زندوں میں جاری ہے کہ وہ بھی غیر اللہ ہیں۔ **فما هو جوابكم فهو جوابنا** ۔یعنی جو جواب تم ہمیں وہاں دو گے۔ وہی جواب ہم تم کو یہاں اس مسئلہ متنازعہ میں دے دیں گے۔ پھر فرمایا اور یہ ہے نقض اجمالی۔ اور نقض تفصیلی۔ یعنی منع کے طور پر بھی میں نے وہابیہ پر سوال قائم کیا ہے۔ اس پر مولانا گھوٹوی نے صدائے تحسین بلند کی۔ اور کہا کہ ماشاء اللہ آپ نے تو عالمانہ، فاضلانہ طور پر کلام فرمایا ہے۔ اور وہابیہ کے پاس اس کا کوئی جواب نہیں ہوگا۔ ہاں مگر وہ ایک بات کہا کرتے ہیں کہ زندوں کی آپس میں امداد اس لئے جائز ہے کہ یہ ماتحت الاسباب ہے۔ اور اہل قبور سے امداد کی درخواست اور سوال اس لئے ناجائز ہے کہ وہ مافوق الاسباب العادیہ ہے۔ اس کا کیا جواب ہے۔
مناظر اسلام نے فرمایا کہ اول تو یہ مافوق الاسباب اور مافوق الاسباب کی تقسیم وتفریق کسی مستند محدث ومفسر سے نقل کریں۔ اور بتائیں کہ یہ تقسیم کس نے کی ہے۔ اور نمبر۲ یہ ہے کہ غیر اللہ ہونے میں تو یہ زندہ اور وہ برزخی مشترک ہیں۔ اور جب دلیل ہے یہ کہ اہل مزارات غیر اللہ ہیں اور ان سے مدد مانگنا شرک ہے۔ تو پھر اس دلیل کی رو سے تو ان زندوں سے بھی مدد مانگنا شرک ہونا چاہیے کیونکہ یہ بھی تو غیر اللہ ہی ہیں۔ کیا وہابیہ کے خیال میں دنیاوی زندہ لوگ (معاذ اللہ) عین اللہ ہیں استغفر اللہ العلی العظیم

حضرت مناظر اسلام کی اس تقریر پر علامہ گھوٹوی عش عش کر اٹھے۔ اور آپ کے بیان کو بہت سراہا۔ آپ کے مقابلہ میں مولوی غلام خان سامنے کب ٹھہر سکتے ہیں۔ یہ تو آپس میں تبادلہ خیال تھا کہ جس پر علامہ گھوٹوی نے بہت خوشی کا اظہار فرمایا۔ اسی موقعہ پر مشہور منطقی مولانا محمد دین صاحب بدھووالوں کے ساتھ ان کے ایک منطقی سوال پر مؤلف ناچیز ابوالفتح کی گفتگو ہوئی تھی۔ نیز مولانا عبدالغفور صاحب ہزاروی کے ایک تفسیری سوال پر فقیر نے جواب پیش کیا تھا۔ انشاء اللہ تعالیٰ اس کا تذکرہ فقیر مؤلف کے اپنے حالات کے ضمن میں آئے گا۔

اسی موقعہ پر سنا تھا کہ مولوی غلام خان صاحب کو جو خطرہ جان لائق ہوا ہے تو گئے تھانے میں مدد مانگنے۔ کہ مجھے حضرت گولڑوی کے مریدوں سے جان کا خطرہ ہے۔ تھانیدار کوئی سنی عقیدہ کا تھا۔ اس نے مولوی صاحب کو کھری کھری باتیں سنائیں۔ کہنے لگا کہ مولوی صاحب تمہارے خیال میں

رسول اللہ سے تو مدد مانگا شرک ہے مگر مجھ جیسے آدمیوں سے مدد مانگنا شرک نہیں ہے۔ حیف ہے تمہارے عقیدہ پر۔

حضرت والد صاحب کو جو مولوی غلام خان کے نہ آنے کا اطمینان ہو گیا۔ تو آپ گولڑہ شریف سے سجادہ نشین صاحب قبلہ سے اجازت حاصل کر کے واپس ہو گئے۔ بعد میں مولوی خدا بخش مقیم آستانہ عالیہ گولڑہ شریف کی زبانی معلوم ہوا۔ کہ حضرت مناظر اسلام کے گولڑہ شریف سے تشریف لے جانے کے بعد مولوی غلام خان کی طرف سے اچانک اطلاع آئی۔ کہ وہ گولڑہ شریف کے بجائے راولپنڈی شہر میں مناظرہ کرنے کو تیار ہے۔ یہ اطلاع ملنے کے بعد علامہ گھوٹوی نے فرمایا۔ کہ اب مناظرہ کون کرے گا۔ جو مرد میدان مناظر تھا وہ تو چلا گیا ہے۔ ان کی مراد مناظر اسلام سے تھی۔ تو حضرت سجادہ نشین صاحب نے فرمایا۔ کہ اگر میری موٹر کار ٹیکسلا سے ہزارہ کی گاڑی چلنے سے قبل ان تک پہنچ سکتی ہے۔ تو میں ان کو واپس بلا لیتا ہوں۔ مگر احباب نے ٹائم دیکھ کر بتایا کہ اب تو ہزارہ کی گاڑی ٹیکسلا سے نکل گئی ہو گی۔ تو حضرت صاحب نے اس پر بہت افسوس کیا۔ کہ اب تو وہ دور نکل گئے ہوں گے۔

مناظرہ (نمبر۲۰)

مفتی محمد شفیع دیوبندی سے قربانی کے مسئلہ پر تحریری مناظرہ

فقہ حنفی کا مسلمہ مسئلہ ہے۔ کہ ایک سال سے کم عمر کے بکری بکرے کی قربانی جائز نہیں۔ ہاں چھ ماہ کا دنبہ (چکتی ولا) اگر ایسا موٹا تازہ ہو کہ سال والوں کے اندر ملایا جائے تو دوسروں سے اسکی تمیز نہ ہوسکتی ہو۔ تو اس کی قربانی بلاشبہ جائز ہے۔ یہ تو وہ مسائل ہیں کہ جن پر علماء کرام کا اتفاق ہے۔ لیکن کیا چھ ماہ کے بغیر چکتی مینڈھے کی قربانی ہوسکتی ہے یا نہیں۔ مفتی محمد شفیع صاحب دیوبندی مقیم کراچی کا موقف یہ تھا۔ کہ چھ ماہ کے مینڈھے کی قربانی بھی جائز ہے۔ مگر حضرت فقیہ اعظم کی تحقیق میں جب تک چھ ماہ کا دنبہ (چکتی والا) نہ ہو جائے تو قربانی نہیں ہوگی۔ اس مسئلہ پر دونوں کے درمیان تحریری مناظرہ ہوا۔ جو چار پانچ ماہ تک چلتا رہا۔ تحریرات کی ترسیل و وصول بذریعہ حضرت فقیہ اعظم کے شاگرد مولوی حبیب الرحمٰن صاحب آف تھپلہ (ہزارہ) کے ہوتی تھی۔ ذیل میں دونوں کی تحریرات کا خلاصہ درج کیا جاتا ہے۔

مفتی محمد شفیع صاحب دیوبندی (کراچی) کی تحقیق:

فقہاء کرام نے لکھا ہے کہ چھ ماہ کے ضأن کی قربانی جائز ہے۔ اب دیکھنا یہ ہے۔ کہ ضأن کسے کہتے ہیں۔ آیا صرف چکتی والے دنبے کو یا کہ دنبہ اور مینڈھا دونوں کو۔ سو اگر دنبہ اور مینڈھا دونوں کو لفظ ضأن شامل ہو۔ تو پھر فقہاء کرام کی تصریح مذکور کی روشنی میں دنبہ کی طرح چھ ماہ کے مینڈھے کی قربانی بھی درست ہوگی۔ اب ہم نے یہ ثابت کرنا ہے کہ لفظ ضئان دنبہ اور مینڈھا دونوں کو شامل ہے۔ اس لئے دنبہ کی طرح ششماہہ مینڈھا بھی قربانی دیا جاسکتا ہے۔ تو قرآن حکیم سورۃ انعام کے اندر ارشاد خداوندی ہے: "من الضأن اثنين و من المعز اثنين" اور ضأن میں سے دو اور معز میں سے دو۔ اب اس آیت میں لفظ ضأن معز کے مقابلے میں آیا ہے۔ اور اہل لغت لکھتے ہیں۔ جیسا کہ لسان العرب اور المنجد لغت کی بڑی کتابوں میں ہے کہ "امعز ماله شعر، والضان ماله موصوف"، یعنی معز کہتے ہیں بالوں والے بکرے کو اور ضأن کہتے ہیں اون

والے کو۔اب قرآن مجید کے اندر ضأن اور معز کے تقابل سے بھی یہ مفہوم ہوا۔کہ ضأن اون والے دنبہ اور مینڈھا دونوں پر بولا جاتا ہے۔کیونکہ دونوں ہی اون والے ہیں۔اور یہ معز کے مقابلے میں ہے۔کیونکہ معز بال والے بکری اور بکرے پر بولتے ہیں۔اور اہل لغت نے جو ضأن اور معز کی تعریف لکھی ہے۔اس سے بھی واضع طور پر یہی مفہوم ہوا۔ثابت ہوا کہ ضأن دنبہ اور مینڈھا دونوں کو شامل ہے۔اس لئے بمطابق تصریح وتحریر فقہا کرام کے دنبہ کی طرح ششماہہ مینڈھا کی قربانی بھی جائز ہے۔

حضرت فقیہہ اعظم کی اس مسئلہ میں تحقیق:

قرآن مجید کے اندر ضأن کا معز کے مقابلے میں آنا اور لغت والوں کا ضأن کا مفہوم عام رکھنا اس مدعا کو ثابت نہیں کرتا کہ ششماہہ مینڈھا کی قربانی بھی جائز ہو جائے۔یہاں تو فقہاء کرام کی تصریح درکار ہے،اور فقہاء کرام صاف طور پر فرمارہے ہیں کہ ضأن چکتی والے دنبے کو کہتے ہیں۔چنانچہ شرح وقایہ میں صدر الشریعۃ نے فرمایا اور علامہ شامی نے بحوالہ ''منح الغفار'' لکھا ہے کہ ''**الضأن ماله الية**''یعنی ضأن چکتی والے دنبہ کو کہتے ہیں۔اب فقہاء کرام کی اس خصوصی تصریح اور ضأن کی تعریف میں اس خاص توضیح کو نظر انداز کرکے باوجود مقلد کہلانے کی لغت کی تعمیم پر کیسے عمل کیا جاسکتا ہے۔اس لیے فقہاء کرام کی تصریحات کی روشنی میں صحیح مسئلہ یہی ہے کہ چھ ماہ دنبہ کی قربانی تو جائز ہے مگر ششماہہ مینڈھا (بغیر چکتی) کی قربانی جائز نہیں۔

مؤلف کو یاد ہے کہ حضرت کی اس فقیہانہ گرفت کے سامنے مفتی صاحب نے ہتھیار ڈال دیئے تھے۔اور انہوں نے جواب بھیجنا بند کر دیا تھا۔حضرت نے ایک دفعہ مولوی حبیب الرحمٰن صاحب سے استفسار فرمایا کہ مفتی صاحب کی طرف سے میری تحریر کا جواب آ گیا ہے،تو انہوں نے نفی میں جواب دیا۔اس پر حضرت نے فرمایا کہ اگر میری فقیہانہ بات کا جواب مفتی صاحب کے پاس ہوتا تو ضرور لکھتے مگر اس کا جواب ان کے پاس ہے ہی نہیں تو وہ بیچارے کیا لکھیں۔

مناظرہ (نمبر۲۱)

صدر مفتی دیوبند اور مفتی کفایت اللہ صاحب دہلوی سے

''لبن فحل'' کے مسئلہ پر تحریری مناظرہ

حویلیاں ضلع ہزارہ کے علاقہ سے مفتی اعظم کی خدمت میں ایک سوال آیا کہ مثلاً زید کے لڑکے خالد نے عمرو کی لڑکی کے ساتھ عمرو کی بیوی ہندہ کا دودھ پیا تھا۔ اور اس ہندہ کے علاوہ عمرو مذکور کی دوسری بیوی بھی ہے، اور عمرو کی ان دونوں بیویوں سے اولاد ہے۔ اب دریافت طلب امر یہ ہے کہ خالد مذکور کا نکاح عمرو کی اس لڑکی کے ساتھ جو ہندہ کے بطن سے نہیں بلکہ دوسری بیوی کے بطن سے ہے شرعاً جائز ہے یا نہیں؟ ۔ یہ تھا سوال اور اس سوال کے ساتھ علماء کے دو جواب بھی حضرت کو دکھائے گئے جو کہ مفتی کفایت اللہ صاحب دہلوی اور صدر مفتی دیوبند سے منگائے گئے تھے۔ ان دونوں مفتیوں نے یہی لکھا تھا کہ خالد مذکور کا نکاح ہندہ کی کسی لڑکی کے ساتھ تو نہیں ہوسکتا لیکن اسی خالد کا نکاح عمرو کی اس لڑکی کے ساتھ جو ہندہ کے سوا دوسری بیوی کے بطن سے ہے بوجہ حرمت رضاعت کے عدم تحقق کے بلا شبہ جائز ہے۔ یہ تھا ان دونوں ہندوستانی مفتی صاحبان کا جواب۔

اب حضرت فقیہہ اعظم نے اپنا جواب لکھا کہ یہ نکاح بلا شبہ حرام ہے کیونکہ فقہاء احناف تصریح فرماتے ہیں کہ دودھ حکم میں نر کا ہوتا ہے کیونکہ مادہ میں دودھ کے اترنے کا سبب مرد ہی ہوتا ہے۔ اب جبکہ خالد نے عمرو کی ایک بیوی ہندہ کا دودھ پی لیا تو اب عمرو ساری اولاد چاہے وہ دوسری بیوی سے ہی ہو خالد کے بہن بھائی بن گئے۔ اس لیے خالد کا نکاح اس لڑکی سے بھی نہیں ہوسکتا جو کہ عمرو کی دوسری بیوی کے بطن سے ہے۔

حضرت نے اپنے استدلال میں یہ عبارت پیش کی کہ فتاویٰ قاضی خان جلد دوم کے صفحہ ۴۷ پر باب الرضاع کے عنوان کے تحت مرقوم ہے: ''وھذہٖ الحرمة کما تثبت فی جانب الام تثبت فی جانب الاب وھو الفحل الذی ینزل لبنھا بوطیہٖ وقال الشافعی

الحرمة لا تثبت جانب الاب والفقهاء يسمتون هذهٖ المسئلة لبن الفحل. نعندنا الفحل اب الرضيع وام الفحل جدته واخواته عماته واولا دالفحل اخوته لا يحل للرضيع ان يتزوج واجدته منهن (انتهى)

اوراسی قسم کی عبارت فتاویٰ عالمگیری سے بھی نقل فرمائی۔

ترجمہ: اور یہ (رضاعت یعنی دودھ پلانے) کی حرمت جس طرح کے ماں باپ کی جانب ثابت ہو تی ہے۔اسی طرح باپ کی جانب بھی ثابت ہو جاتی ہے۔کیونکہ وہی وہ نر ہے جس کی وطی کے سبب بچے کی ماں کو دودھ اترتا ہے۔اور امام شافعی فرماتے ہیں کہ یہ حرمت رضاعت باپ کی جانب سے ثابت نہیں ہوتی۔اور فقہاء احناف اس مسئلہ کو لبن فحل کا مسئلہ کہتے ہیں (یعنی دودھ حکم میں نر کا ہے) تو ہمارے (حنفیوں کے نزدیک) نر دودھ پینے والے بچے کا باپ اور اس کی ماں بچے کی دادی اور نر کی بہنیں رضیعہ یعنی دودھ پینے والے بچے کی پھوپیاں بن جاتی ہیں۔ اور نر کی اولاد (لڑکے،لڑکیاں خواہ اسی بیوی سے ہوں جس کا بچے نے دودھ پیا ہے یا دوسری بیوی سے۔کیونکہ وہ سبھی اس نر ہی کی اولاد کہلاتی ہے) رضیعہ یعنی دودھ پینے والے بچے یا بچی کے بھائی بہن بن گئے ہیں۔ اب دودھ پینے والے بچے کے لیے ان میں سے کسی ایک سے نکاح کرنا حلال نہیں ہے۔(انتہت)

حررہ الراجی رحمۃ ربہ المنان قاضی محمد عبدالسبحان عفی عنہ
ازکھلابٹ ضلع ہزارہ

پھر حضرت کے فتویٰ کی ایک نقل صدر مفتی دیوبند کو بھجوائی گئی اور دوسری مفتی کفایت اللہ صاحب دہلوی کو (جس کی تفصیل مؤلف ابوالفتح کے حالات میں ان شاءاللہ تعالیٰ آئے گی) تو حضرت فقیہہ اعظم کے مدلل جواب کو دیکھ کر ان دونوں ہندوستانی مفتیوں نے سر تسلیم خم کر دیئے۔اور پھر اسی رشتہ کو حرام لکھ کر دیا۔جس کو وہ پہلے حلال و جائز لکھ چکے تھے۔ان دونوں مفتیوں کے سابق و لاحق دونوں فتوے پہلا حلال ہونے کا اور دوسرا حرام ہونے کا حضرت مرحوم کے فائل میں عرصہ تک موجود رہے شاید اب بھی کہیں ہوں۔تو یہ تھی حضرت کی شانِ فقاہت جس کے سامنے ہندوستان

دہلی اور دیوبند کے بڑے بڑے مفتیوں کو دم مارنے کی مجال نہیں ہوتی تھی۔اور سر تسلیم خم کرنا پڑتا تھا۔دراصل آپ کا علم لدنی اور وہبی علم تھا جس میں غلطی کا بہت کم احتمال ہوتا تھا۔

☆☆☆☆ ☆☆☆☆ ☆☆☆☆

مناظرہ (نمبر۲۲)

منکر شریعت کے حکم پر مناظرہ کی روداد

موضع کھیری ماڑی ضلع ہزارہ کے ایک شخص نے کسی جھگڑے میں شرعی فیصلہ کے ماننے سے انکار کر دیا تھا۔تو فریق مخالف نے فقیہہ اعظم سے اس بارے میں حکم شرعی پوچھا تھا۔تو آپ نے یہ حکم لکھ کر دیا تھا کہ جو شخص شرعی فیصلہ کی تسلیم سے مطلقاً انکار کرتا ہے وہ کافر و مرتد ہے۔اس کے ساتھ کسی قسم کا میل جول،خلط ملط ،رشتہ و تعلق ،بیٹھنا اٹھنا،کھانا پینا،سلام و کلام،بیاہ وشادی، مطلقاً ناجائز ہے۔ایسے شخص کو نماز جماعت،حجرہ مسجد،عوامی اجتماعات، جنازوں وغیرہ سے نکال دیا جائے۔یہاں تک کہ اس کو مسلمانوں کے عام کنوئیں پر سے پانی نہ بھرنے دیا جائے۔اگر وہ مر جائے تو اس کو مسلمانوں کے قبرستان میں دفن نہ کیا جائے۔غرضیکہ ایسے شخص کے ساتھ مکمل بائیکاٹ اور قطع تعلق کیا جائے۔اور ایسے لوگوں کے بارے میں آپ ہمیشہ فتویٰ دیا کرتے تھے۔اور اپنے اس حکم پر دلیل قرآن حکیم سے یہ آیت پیش کیا کرتے تھے کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے ”**ولا تقعد بعد الذکری مع القوم الظالمین** ۔(ترجمہ)اور نہ بیٹھو یاد آجانے کے بعد ظالم وسرکش لوگوں کے ساتھ۔

یعنی اگر کہیں بھول کر بیٹھ بھی جاؤ تو جب یاد آجائے کہ یہ لوگ خدا اور رسول کے باغی اور حکم شرع کے مخالف و منکر ہیں (جل جلالہ و ﷺ) تو فوراً وہاں سے اٹھ جاؤ اور اپنی نشت و برخاست ایسے لوگوں کے ساتھ بند کر دو۔

حضرت فقیہہ اعظم کے اس فتویٰ کے وہاں پہنچنے کے بعد متعلقہ شخص کے ساتھ عام لوگوں نے بائیکاٹ کر دیا اور حضرت کے فتووں کا ہمیشہ لوگوں پر یہی اثر ہوا کرتا تھا۔اب اس شخص کی زندگی دو بھر ہوگئی۔اور اس نے کچھ مولویوں کا سہارا لیا۔اور بعض مولویوں نے اس منکر شریعت شخص کی حمایت کی۔اس پر حضرت مناظر اسلام فقیہہ اعظم علیہ الرحمہ کو وہاں (کھیری ماڑی) مدعو کیا گیا تو آپ تشریف لے گئے۔وہاں پر دوسری طرف سے مولوی عبدالرؤف،مولوی غلام ربانی،مولوی

حاجی عزیز الرحمٰن ساکنان کالنجر ضلع ہزارہ آ گئے۔اور دوسرے روز ان سے عام اجتماع میں یہ گفتگو ہوئی۔

حضرت مناظر اسلام: آپ لوگ شرعی فیصلہ سے منحرف اور حکم شرعی کے منکر کو مسلمان سمجھتے ہیں، یا کہ کافر و مرتد؟۔

(دوسری جانب سے مولوی غلام ربانی اور حاجی عزیز الرحمٰن صاحب نے مولوی عبد الرؤف بے چارے کو آگے کر دیا۔مولوی عبد الرؤف صاحب سادے عادمی تھے۔وہ بعد میں تو بہت پچھتاتے تھے اور حضرت سے انہوں نے معافی بھی مانگی مگر اس وقت ان مولویوں کے کہنے پر چل نکلے)

مولوی غلام ربانی اور حاجی عزیز الرحمٰن صاحبان:

جی وہ مسلمان ہے اور ہم اسے مسلمان سمجھتے ہیں۔اور اب ہماری طرف سے مولوی عبد الرؤف صاحب گفتگو کریں گے۔کیونکہ یہ درسیات کے اچھے عالم ہیں۔

مناظر اسلام: کیوں مولوی عبد الرؤف صاحب آپ منکر شریعت کے بارے میں کیا کہتے ہیں؟۔

مولوی عبد الرؤف: جی وہ مسلمان ہی ہے۔

مناظر اسلام: ایسا شخص تو کافر و مرتد ہوتا ہے اور تم اسے مسلمان بتا رہے ہو۔اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے: **فلا ربك لا يومنون حتٰى يحكموك فيما شجر بينهم ثم لا يجدو فى انفسهم حرجًا مما قضيت و يسلموا تسليمًا**ط۔

ترجمہ) قسم ہے تیرے رب کی اے محبوب یہ لوگ مومن ہی نہیں ہو سکتے یہاں تک کہ آپ کو محکم (پنچ وفیصل) تسلیم کرلیں اپنے آپس کے جھگڑوں میں پھر آپ کے فیصلہ (کے بعد) سے یہ لوگ اپنے دلوں میں کسی قسم کی تنگی بھی محسوس نہ کریں، اور پورے طور پر فرماں بردار ہو جائیں۔

ہاں دیکھئے کس قدر صاف ارشاد ہے میرے اللہ کا منکر شریعت اور شرعی فیصلوں سے منحرف لوگوں کے بارے میں **لا يو منون** کہ وہ مومن نہیں ہیں۔اب اللہ تعالیٰ تو یہ ارشاد فرمائے کہ شریعت کے منکر مومن نہیں ہیں مگر تم یہ کہو کہ جی وہ مسلمان ہی ہے، ہے نہ یہ قرآن اور فرمان خداوندی کا انکار؟۔اب بولو کیا کہتے ہو؟ **ما تقولون ايها العلماء الكرام فى هذه المسئله**۔

مولوی عبدالرؤف: جی اس آیت میں لا یومنون کا ترجمہ یہ ہے کہ وہ لوگ کامل مومن نہیں ہوسکتے جب تک کہ آپ (نبی کریم ﷺ) کے فیصلوں پر رضامند نہ ہوجائیں۔ اس لیے منکر شریعت بھی کافر نہیں ہوتا۔ رہتا مسلمان ہی ہے البتہ وہ کامل مومن نہیں ہوتا۔ اور آپ نے تو ان لوگوں پر اتنے شدید اور سخت احکام لگا دیئے ہیں کہ یہ بے چارے ادھر اُدھر چل بھی نہیں سکتے، اور نہ ہی ان کو کوئی کہیں کھڑے ہونے دیتا ہے۔ حالانکہ ہیں یہ بھی مسلمان ہی۔

اور میں نے جو لا یومنون کا ترجمہ کیا ہے کہ کامل مومن نہیں ہوتے یہ اپنے پاس سے نہیں کیا بلکہ مولانا اشرف علی صاحب تھانوی نے اپنی تفسیر بیان القرآن میں یہی ترجمہ اور مطلب لکھا ہے۔

مناظر اسلام: بہت شور سنتے تھے پہلو میں دل کا ‍ ‍ ‍ جو چیرا تو اک قطرۂ خوں نہ نکلا

مولوی اشرف علی تھانوی بھی کوئی مولوی ہے۔ وہ تو گستاخ رسول اللہ ﷺ تھا۔ نام نہ لو اس کا میرے سامنے!

مولوی عزیز الرحمٰن: جی یہ تو آپ نہ کہیں۔ اتنے بڑے عالم حکیم الامت کے بارے میں جن کی چھ سو تصانیف ہیں۔

مناظر اسلام: چھوڑو اس کی تصانیف کو جن میں توہین رسول ﷺ بھری پڑی ہے۔ لو میں اللہ کے فضل و کرم سے تمہارے اشرف علی تھانوی کے بیان کردہ ترجمہ کی دھجیاں اڑاتا ہوں۔ میرا اللہ قرآن پاک میں ارشاد فرماتا ہے: ومن لم یحکم بمآ انزل الله فاولئك هم الكافرون ۔ (ترجمہ) اور جو لوگ اللہ کے اتارے ہوئے احکام کے مطابق فیصلہ نہ کریں سو وہی لوگ کافر ہیں۔

اور فرمایا! ومن لم يحكم بما آنزل الله فا ولئك هم الفاسقون ۔ (ترجمہ) اور جو لوگ اللہ کے اتارے ہوئے احکام کے مطابق فیصلہ نہ کریں تو وہی لوگ نافرمان ہیں۔

اور فرمایا! ومن لم يحكم بمآ انزل الله فاولئك هم الظالمون ۔ (ترجمہ) اور جو لوگ اللہ کے اتارے ہوئے احکام کے مطابق فیصلہ نہ کریں تو وہی لوگ ظالم ہیں۔

اب ان آیات میں ''هم الكافرون '' زیر نظر آیت میں ''لا یومنون '' کی تفسیر ہے۔ پہلے تو خود ''لا یومنون '' کا ترجمہ کامل نہیں ہوتے۔ یہ کامل والی بات تو زائد اور اپنی طرف سے ایک اضافہ

اور تاویل ہے۔مگر متذکرہ بالا آیات نے تو رہا سہا ہو کہ اور غلط فہمی ختم کر دی ہے۔اور کسی قسم کی تاویل کی گنجائش باقی نہیں رکھی۔

اب ''لا یومنون''اور''هم الكافرون '' دونوں کو ملا کر پڑھو اور خوب غور کرو۔

مولوی غلام ربانی ومولوی عبدالرؤف:اس موقعہ پر غلام ربانی صاحب اور حاجی عزیز الرحمٰن نے جو اپنے مناظرہ کو گرتے اور اس کی ناؤ کو ڈوبتے دیکھا تو خلط مبحث کے لیے سب نے مل کر شور مچا دیا۔ جی بیان القرآن والے بھی بڑے عالم اور ہندوستان بھر کے مانے ہوئے مقتدا تھے آخر وہ کیسے غلط لکھ سکتے ہیں۔

مناظر اسلام:شیر کی طرح گرج کر اور شور نہ مچاؤ۔تم میں سے جس کا جی چاہے آجائے میرے مقابلہ میں۔قرآن کو سمجھتے نہیں ہو اور ویسے شور مچاتے ہو۔تمہاری مثال اس پٹھان طالب علم کی سی ہے جس کو استاد قدوری پڑھا رہا تھا۔اور جب اس عبارت پر پہنچے۔''کالضّفدع''تو پٹھان استاد نے اس کا پشتو زبان میں ترجمہ کیا!''لکاچے ٹراں ٹراں'' یعنی جیسے کہ مینڈک۔شاگرد بولا!اُستادا دہ ٹراں ٹراں سہ شی دی۔استاد یہ مینڈک کیا ہوتا ہے۔استاد!مڑہ پوہ نہ شلے کناں دہ اُبوہ کہہ چے منڈے وائی کلہ الیستا کلہ اور رتہ زیہہ۔یعنی رب کے بندے تم سمجھے نہیں کہ وہ پانی میں جو گھومتا پھرتا ہے۔کبھی ادھر جاتا ہے اور کبھی اُدھر وہی ہے نا مینڈک۔شاگرد!اواستادا خوہ پوہ شلمہ ہغہ میخہ۔یعنی استاد اب میں سمجھ گیا ہوں وہ تو بھینس ہے بھینس۔استاد!خوہ مڑہ پوہ نہ شلے کناں ہغمہ میخہ نہ دا مڑہ ہغہ اوڑک غندے ابوہ کہہ نہ گرزی ہغہ دے کناں۔یعنی خدا کے بندے تم سمجھے نہیں وہ بھینس تو نہیں بندہ خدا وہ چھوٹی سی چیز پانی میں نہیں گھوما کرتی وہ ہے نہ۔شاگرد!خواہ استادا اوس پوہ شلمہ ہغہ زبنور دے زبنور۔استاد جی اب میں سمجھا ہوں وہ تو بھیڑیں ہیں بھیڑیں۔استاد! آمڑہ خوار مشے پوہیگے نہ کناں ہغہ زبنور نہ دے۔خدا کے بندے یوخوار نہ ہودے۔وہ بھیڑیں نہیں ہے۔مگر تو سمجھتا نہیں ہے۔شاگرد!استادا اس پوہ شلمہ مہی وہ مہی۔اب میں سمجھ گیا ہوں وہ مچھلی ہے مچھلی۔استاد!مڑہ پوہیگے نہ کناں اعنہ مہی نہ دا۔تم نہیں سمجھے وہ مچھلی نہیں ہے۔

ہاں تو جیسے اس شاگرد نے ضفدع(مینڈک) کا مطلب بھینس اور بھیڑ سمجھا تھا اور اپنی جگہ پر بہت

خوش بھی ہورہا تھا۔ایسے ہی تم بھی قرآن پاک کا مطلب سمجھ رہے ہواور خوش ہورہے ہو۔

مؤلف: حضرت کی اس حکایت پر حاضرین عوام بہت ہنسے اور محظوظ ہوئے۔ پھر حضرت نے زوردار لہجہ میں فرمایا کہ لا یومنون کا ترجمہ یہی ہے کہ وہ لوگ مومن نہیں ہوسکتے اور کامل کا کوئی لفظ یہاں نہیں ہے۔اوراس کی تفسیر وتوضیح ارشاد خداوندی ھم الکافرون سے بھی ہوگئی۔اور ''القران یفسر بعضه بعضًا ''۔یعنی قرآن کی بعض آیتیں دوسری بعض کی تفسیر کرتی ہیں۔اب تم لوگ مقابلے میں کوئی آیت یااورکوئی خاص دلیل پیش کرو۔یااس حقیقت کوتسلیم کرو۔

توان مولویوں سے کوئی جواب تو نہ بن سکا اور حاضرین عوام بھی ان کے پیچھے پڑ گئے۔حالانکہ وہ علاقہ بھی ان مولویوں ہی کا تھا۔تو مولویوں کومیدان چھوڑ کر جانا پڑا۔لوگوں نے شیر اسلام زندہ باد ،مجاہد اعظم زندہ باد ،قاضی صاحب کھلابٹ زندہ باد کے نعرے لگائے۔اور یوں حضرت نہایت فاتحانہ طمطراق سے واپس تشریف لائے۔

☆☆☆☆ ☆☆☆☆ ☆☆☆☆

مناظرہ (نمبر۲۳)

موضع بگڑہ سیریال کے مناظرہ کی روداد

بزرگ عالم مولوی عبدالجبار صاحب آف بگڑہ کے صاحبزادہ مولوی صاحب بگڑہ سے حضرت مناظر اسلام کی خدمت میں کھلابٹ حاضر ہوئے۔کہ ہمارے گاؤں میں مولوی غلام خان آف راولپنڈی کا بازوئے راست مولوی مسکین دیو بندی خطیب جامع مسجد ٹاہلیا نوالی راولپنڈی نے پہنچ کر فتور مچا دیا ہے۔اور عقائد وہابیہ کی تبلیغ کر رہا ہے۔اور والد صاحب (مولوی عبدالجبار صاحب) کو مناظرہ کا چیلنج کر رہا ہے۔اور سنا ہے کہ مولوی غلام خان بھی وہاں پہنچنے والا ہے۔اس لیے والد صاحب نے مجھے آپ کو لینے کے لیے بھیجا ہے۔چنانچہ حضرت جانے کو تیار ہو گئے۔اور فقیر ابوالفتح (مؤلف) کو ساتھ لے کر ان کی معیت میں ہری پور پہنچے۔ان دنوں مدرسہ رحمانیہ ہری پور کا سالانہ جلسہ ہو رہا تھا۔غالباً حضرت نے وہاں بھی شمولیت کرنی تھی۔تو پہلے وہاں تشریف لے گئے۔اور وہاں پر زیادہ دیر ٹھہرنے سے معذرت کا اظہار کیا۔جلسہ میں مولانا شاہ عارف اللہ قادری (راولپنڈی) مدعو موجود تھے۔اور جب ان کو حضرت مناظر اسلام کے وہاں بغرض مناظرہ تشریف لے جانے کی اطلاع ہوئی تو خوشی سے جھوم گئے۔اور پھر حضرت سے کہنے لگے ہاں ہاں آپ ان خبیثوں کی سرکوبی کے لیے وہاں ضرور تشریف لے جائیے۔اور یہاں تو صرف تقریر ہی کرنی ہے، وہ ہم بھگتا لیں گے۔چنانچہ حضرت مع فقیر ابوالفتح موضع بگڑہ مولوی عبدالجبار صاحب کے صاحبزادہ کے ہمراہ تشریف لے گئے۔وہاں پہنچ کر مولوی مسکین دیو بندی کو مناظرہ کے لیے للکارا۔چنانچہ مناظرہ کے لیے آٹھ بجے صبح کا ٹائم مقرر ہوا۔اور اس رات مولوی غلام خان اور مولوی مسکین کی تقریر کا پروگرام تھا۔مگر مولوی غلام خان تو نہ آیا اور یہ بھی ایک افواہ تھی کہ آ کر خفیہ طور پر واپس ہو گیا ہے۔اور مولوی مسکین بستی کے اندر حضرت مناظر اسلام کی موجودگی میں تقریر کرنے کی جرأت نہ کر سکا۔صبح آٹھ بجے وقت مقررہ پر ہم جائے مناظرہ بڑی مسجد میں بیٹھے ہوئے انتظار کرتے رہے۔مگر مولوی غلام خان یا مولوی مسکین کوئی بھی نہ آیا۔بار بار آدمی بلانے بھیجے گئے مگر کافی دیر ہو

گئی۔ آخر گیارہ بجے کے قریب مولوی مسکین نے بلند آواز سے السلام علیکم کہا، مگر ہم میں سے کسی نے کوئی بھی جواب نہ دیا۔ اس پر مولوی مسکین نے مولوی عبدالجبار صاحب سے مخاطب ہوتے ہوئے کہا کہ میں نے السلام علیکم کہا تھا۔ کم ازکم آپ کو تو جواب دینا چاہیے تھا۔ کیونکہ آپ تو ہمارے مسلک دیوبند کے قریب ہیں۔ مولوی عبدالجبار نے کہا کہ میری طرف سے اس وقت حضرت قاضی صاحب نمائندہ اور مناظر مقرر ہیں۔ آپ جو بھی بات کرنا چاہیں ان سے کریں۔ حضرت مناظر اسلام نے زوردار لہجہ میں بارعب ہوکر فرمایا۔ مولوی صاحب تمہارے اور ہمارے درمیان کفر و اسلام کا جھگڑا ہے۔ جب تک اس کا تصفیہ نہیں ہو جاتا ہم تمہارے سلام کا جواب نہیں دے سکتے۔ اور تم رسول اللہ ﷺ کے گستاخ اور موہن (توہین کنندہ) ہو۔ اس لیے تمہارے سلام کا جواب نہیں دیا جاسکتا۔

مولوی مسکین: جناب قاضی صاحب آپ نے میرے مقابلے میں آکر اچھا نہیں کیا۔

حضرت مناظر اسلام: اور تم نے بھی یہاں آکر اچھا نہیں کیا۔ نیز ہمارا تمہارا آپس میں تعلق ہی کیا ہے جو تم یہ شکوہ کررہے ہو۔ اچھا اب باتوں میں وقت ضائع نہ کرو پہلے بھی تم باوجود تقرر وقت کے ٹائم پر نہیں آئے ہو۔ اب فوری طور پر مناظرہ شروع ہونا چاہیے۔

مولوی مسکین: حضرت میں تو یہاں صرف مولوی عبدالجبار صاحب سے ایک بات پوچھنے آیا ہوں۔

حضرت مناظر اسلام: مولوی عبدالجبار صاحب اپنی طرف سے مجھے مناظر و نمائندہ مقرر کر چکے ہیں۔ اب جو بھی بات کرنی ہے مجھ سے کرو۔

مولوی مسکین دیوبندی: نہیں جی مجھے آپ مولوی عبدالجبار صاحب سے ایک بات پوچھنے دیں۔ ''مولانا'' میں آپ سے پوچھتا ہوں کہ آپ تو ہیں دیوبندی اور یہ ہیں (جناب قاضی صاحب) بریلوی۔ آپ کا اور ان کا تعلق کب سے ہوا۔

مولوی عبدالجبار صاحب: مجھے تم سے کیا واسطہ، تم نے کل سے یہاں آکر فساد برپا کر رکھا ہے۔ تم ہو سانپ اور سانپ کا منتر جاننے والے یہ قاضی صاحب ہیں۔ اس لیے میں نے تمہارے علاج کے لیے ان کو مدعو کیا ہے۔

مولوی محمد مسکین دیوبندی: اب تو آپ ہمیں دشمن سمجھتے ہیں۔ اچھا یہ تو بتاؤ کہ آپ کے نزدیک بریلوی عقائد کیا صحیح ہیں۔

مولوی عبدالجبار صاحب: ہاں ہاں صحیح اور ضرور صحیح ہیں۔

مولوی محمد مسکین دیوبندی: مگر ہیں تو آپ دیوبندی نا۔

مولوی عبدالجبار صاحب: نہیں نہیں میں بریلوی ہوں۔

مولوی محمد مسکین: آپ کب سے بریلوی ہوئے ہیں۔ شروع شروع سے تو آپ دیوبندی تھے۔

مولوی عبدالجبار صاحب: لاحول ولا قوۃ الا باللہ۔ میں کب دیوبندی رہا۔ میں دیوبندیوں پر لعنت بھیجتا ہوں۔

حضرت مناظر اسلام: مولوی مسکین صاحب اب تو آپ کی تسلی ہوگئی نا۔ لو اب مجھ سے بات کرو۔ آئے ہو تو خالی نہ جاؤ۔

مولوی محمد مسکین: میں تو صرف مولوی عبدالجبار صاحب سے بات کرنے آیا تھا، اور آپ کا تو میں عزیز ہی ہوں۔ میں پھر کہوں گا کہ آپ نے یہاں میرے مقابلے میں آکر اچھا نہیں کیا۔ لو میں اب جا رہا ہوں۔

مؤلف ابوالفتح: اس موقعہ پر نعرہ تکبیر، نعرہ رسالت اور حضرت قاضی صاحب زندہ باد کے نعرے لگائے گئے۔ مولوی عبدالجبار صاحب کے ایک بھائی مولوی عبدالرؤف وہابی تھے، جو کہ مولوی غلام اللہ خان کے دارالعلوم راولپنڈی میں شیخ الحدیث رہے۔ مولوی مسکین کا موضع بگڑہ جانا ان کی وجہ سے ہوا تھا۔ مگر وہ اپنے مقصد میں کامیاب نہ ہوا۔

مولوی محمد مسکین کے میدان مناظرہ سے پیٹھ دکھانے کے بعد حضرت مناظر اسلام نے زوردار تقریر فرمائی۔ اور لوگوں کے نعروں سے مسجد گونج گئی۔ سنا تھا کہ مولوی مسکین بھی میدان مناظرہ سے جا کر وہیں بگڑہ ہی میں اپنی جگہ پر تقریر کرے گا۔ مگر خدا کی شان کہ وہ کچھ ایسا حواس باختہ ہوگیا تھا کہ پھر اپنی جگہ پر بھی تقریر نہ کرسکا۔ اور حضرت مناظر اسلام مع فقیر ابوالفتح کے فاتحانہ شان سے واپس ہوئے۔ فالحمدللہ۔

مناظرہ (نمبر۲۴)

مولوی یوسف بنوری کے داماد مولوی طٓس سے مناظرانہ گفتگو

مولوی محمد طٓس صاحب اصل میں موضع درگڑی ضلع ہزارہ کے رہنے والے ہیں۔اور اب اپنے خسر مولوی محمد یوسف بنوری کے پاس کراچی میں مقیم ہیں۔مولوی محمد یوسف بنوری اس وقت علماء دیوبند میں ممتاز مقام رکھتے ہیں۔ان مولوی محمد طٓس صاحب سے ضلع مرادآباد یوپی میں (جہاں ہمارے صدرالافاضل مولانا سید محمد نعیم الدین مرادآبادی علیہ الرحمۃ تھے) درسیات کے مشہور فاضل مولوی عجب نور صاحب دیوبندی کے مدرسہ میں پڑھنے کے بعد مدرس تھے۔ وہاں حضور قاضی صاحب کی مزارات پر پھول ڈالنے کے مسئلہ پر حسب ذیل گفتگو ہوئی۔

مولوی محمد طٓس صاحب دیوبندی: حضرت علامہ سید انور شاہ صاحب کشمیری کی تحقیق بھی بہت فائق تحقیق تھی۔اور جن نکات کی طرف دوسروں کی نظریں نہیں جاتی تھیں آپ ان کو باآسانی بیان فرما دیتے تھے۔مثلاً صحیح بخاری شریف کی وہ حدیث کہ حضور نبی کریم ﷺ دو قبروں کے پاس سے گذرے تو فرمایا کہ ان قبر والوں کو عذاب دیا جارہا ہے۔ان دو میں سے ایک کو تو اس لیے عذاب ہورہا ہے کہ ''اما احدھما فکان یمشی باالمنیمۃ '' وہ چغل خوری کیا کرتا تھا۔'' واما الآخر فکان لا یستنزہ من البول '' اور دوسرے کو اس لیے عذاب ہورہا ہے کہ وہ پیشاپ سے نہیں بچا کرتا تھا۔پھر حضور ﷺ نے کھجور کی ایک ہری شاخ لے کر اس کو چیر کر دو حصے کر کے ایک کو ایک قبر پر اور دوسری کو دوسری قبر پر گاڑ دیا۔پھر فرمایا کہ جب تک یہ خشک نہیں ہوتے ان قبروں والوں کو عذاب میں تخفیف ہو گی۔ یہ تو تھا حدیث بخاری کا مضمون۔اب علامہ سید انور شاہ صاحب الدیوبندی اپنی شرح بخاری فیض الباری میں اس حدیث کے تحت ایک عجیب نکتہ بیان فرماتے ہیں۔اور وہ یہ ہے کہ ان اہل قبور سے رفع عذاب (عذاب اٹھائے جانے) کی وجہ سے کھجور کی وہ دوہری شاخیں نہ تھیں۔تا کہ کوئی یہاں سے یہ نہ سمجھ لے کہ قبروں پر پھول اور سبزے ڈالے جائیں۔تا کہ اہل قبور کو فائدہ ہو۔اور آئندہ کے لیے اس حدیث سے یہ استدلال کر کے یہ طریقہ

ہی بنا لیا جائے کہ قبروں پر پھول اور سبزے یا ہری شاخیں توڑ کر اس خیال سے گاڑی جایا کریں کہ ان قبروں والوں کو فائدہ ہو گا۔ کیونکہ یہ قیاس تو اس وقت ہو سکتا تھا کہ وہاں پر ان اہل قبور کے عذاب میں تخفیف کا اصل سبب رسول اللہ ﷺ کے دست اقدس کی برکت تھی۔ کہ چونکہ وہ شاخیں آپ کے دست اقدس سے چھو گئی تھیں۔ اور وہ آپ نے گاڑی اور لگائیں تھیں۔ اس لیے آپ کی برکت سے عذاب اُٹھ گیا تھا۔ اب دونوں باتوں میں وزن کیا جائے کہ ان دونوں میں سے کس ایک کو ماننا بہتر ہے۔ کیا یہ بہتر ہے کہ ہم یہ کہیں کہ وہاں حضور اقدس ﷺ کے دست مبارک کی برکت سے اہل قبور سے عذاب اُٹھایا گیا تھا۔ ظاہر ہے کہ رفع عذاب کی وجہ حضور اقدس ﷺ کے دست مبارک کی برکت قرار دینا بہ نسبت اس کے کھجور کی شاخوں کو رفع عذاب کا سبب مانا جائے کہیں بہتر ہے۔ کیونکہ جس کی وجہ سے وہ عذاب اُٹھ گیا تھا تھا۔ رفع عذاب اس کا کمال ہو گا۔ اب اس کمال کی نسبت کھجور کی شاخوں کی طرف کرنے سے یقیناً یہ بہتر ہے کہ حضور نبی کریم ﷺ کے دست اقدس کی طرف نسبت کی جائے۔ اور واقعہ کو حضور اقدس ﷺ کی خصوصیت سمجھنا چاہیے۔ اب کسی دوسرے کے ہاتھ میں یہ کمال نہیں اس لیے اس کی شاخیں گاڑنے سے رفع عذاب نہ ہو گا۔ (انتہی)

اب مولوی محمد طٰس صاحب یہ بیان کر کے کہنے لگے کہ دیکھئے علامہ انور شاہ صاحب کی کس قدر بلند اور فائق نظر تھی۔ کہ جو حدیث کے اُن نکات پر جا پہنچتی تھی جہاں دوسروں کی نظریں نہیں پہنچ سکتیں۔ کیونکہ یہ بات تو واقعی صحیح ہے نا کہ رفع عذاب کا سبب شاخ کھجور کو قرار دینے کی بہ نسبت دست اقدس کی برکت کو سبب ماننا اور اس کمال کی نسبت شاخ کھجور کی طرف کرنا یقیناً بہتر اور ایک معقول اور کس قدر صحیح بات ہے۔ اب دیکھئے یار لوگوں نے اسی حدیث مذکور رفع عذاب کے اس واقعہ کو سند بنا کر ہمیشہ کے لیے سبزے، پھول، اور ہری شاخیں قبروں پر ڈالنے اور گاڑنے کو رفع عذاب کا سبب سمجھ لیا ہے۔ یہ کس قدر نادانی ہے۔ مگر اس کی اصل وجہ مطالب حدیث سے عدم واقفیت ہے۔

حضرت مناظر اسلام: سید انور شاہ صاحب کی تقریر بظاہر تو بہت دل فریب اور دل کش ہے۔ لیکن

اصلیت درحقیقت یہ نہیں ہے۔کیونکہ باوجود اس کے کہ حضور اقدس ﷺ کے دست مبارک کی برکت اپنی جگہ مسلم ہے۔مگر یہاں تو حدیث مذکور میں رفع عذاب کی وجہ اور سبب وہ دو شاخیں ہی تھیں کیونکہ حضور ﷺ نے وہ شاخیں ان قبروں پر نصب کر کے ارشاد فرمایا کہ جب تک یہ شاخیں خشک نہ ہوں جائیں اس وقت تک عذاب نہیں ہوگا۔اب حدیث میں مالم ''ییبسا'' کی یہ قید ہی بتاتی ہے کہ رفع عذاب کا سبب وہ ہری شاخیں تھیں۔کیونکہ وہاں اس خصوصی جزئی واقعہ میں رفع عذاب کا سبب دست اقدس کی وہ برکت نہیں تھی۔آخر شاخیں تو وہی تھیں نا۔جو حضور ﷺ کے دست اقدس سے مس ہو چکی تھیں۔پھر یہ خشکی وتری میں تفریق کی وجہ کیا ہے۔کہ بحالت تری تو رفع عذاب کا سبب ہیں اور وہی شاخیں خشک ہو جانے کے بعد سبب رفع نہیں رہتیں۔اس سے معلوم ہوتا ہے کہ رفع عذاب میں شاخوں کی تری کا عمل دخل ہے۔تو حضور ﷺ ''مالم ییبسا'' کہہ کر رفع عذاب کی غایت ان شاخوں کی خشکی بتائی ہے۔تو معلوم ہوا کہ رفع عذاب کا سبب ان شاخوں کی تری تھی۔نتیجۃً حدیث سے معلوم ہوا کہ حضور ﷺ نے ہری شاخ کو رفع عذاب کا سبب قرار دیا ہے۔تو اب وزن کیجئے کہ اگر ہم بموجب ارشاد نبوی ﷺ ہری شاخ کو سبب قرار نہ دیں بلکہ دست اقدس کو سبب مانیں تو کیا ہم تکذیب رسول ﷺ کے مرتکب نہیں ہوں گے۔(معاذ اللہ)

تو کیا یہ بہتر ہے کہ ہم ارشاد نبوت کی معاذ اللہ تکذیب یا اس سے انکار کر کے دست اقدس کو رفع عذاب کا سبب ٹھہرائیں۔یا یہ بہتر ہے ہے کہ ارشاد رسول ﷺ کے عین مطابق شاخوں کی تری اور گیلے پن کو رفع عذاب کا غایت قرار دے کر ہری شاخوں کو رفع عذاب کا سبب سمجھیں۔اب سوچئے اور وزن کیجئے کہ ان دونوں باتوں میں سے کون سی بات بہتر ہے۔اور پہلے تو اسی ارشاد رسول ﷺ سے اس بات کی تردید ہوگئی کہ یہ واقعہ رفع عذاب حضور ﷺ کی خصوصیت تھا۔

اور دوسری دلیل اس واقعہ کو خصوصیت نبوی قرار نہ دینے کی یہ ہے کہ حضرت بریدہ الاسلمی رضی اللہ عنہ صحابی نے اپنے انتقال کے وقت یہ وصیت کی تھی کہ میرے مرنے کے بعد میری قبر پر

کھجور کی ہری شاخیں نصب کرنا کیونکہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو یہ فرماتے سنا ہے کہ اس سے عذاب رفع ہوتا ہے۔(انتہی)

اب اگر وہ واقعہ رفع عذاب حضور اکرم ﷺ کی ذات اقدس کے ساتھ خاص ہوتا تو صحابی کیوں اس کی وصیت فرماتے۔معلوم ہوا کہ صحابی نے حضور اکرم ﷺ کے اس ارشاد سے ہری شاخ کو رفع عذاب کا سبب سمجھا تھا۔اب جو نکتہ سید انور شاہ صاحب نے پیدا کیا وہ اس لحاظ سے واقعی عجیب ہے کہ صحابی رسول ﷺ کو بھی وہ نکتہ نہیں سوجھا۔بلکہ وہ تو حضور ﷺ کے ارشاد کے تحت ہری شاخ کو رفع عذاب کا سبب سمجھ رہے ہیں۔

مولوی محمد طٰس الدیوبندی: یہ حضرت بریدہ رضی اللہ عنہ والی حدیث کہاں اور کس کتاب کے اندر ہے۔

حضرت مناظر اسلام: یہ حدیث بخاری شریف میں ہے۔

مولوی طٰس صاحب: بخاری شریف کے اندر ہرگز یہ حدیث نہیں ہوسکتی کیونکہ دارالعلوم دیوبند میں ہمیشہ بخاری شریف کا ختم ہوتا ہے جیسا کہ پنجاب میں قرآن پاک کا ختم کیا جاتا ہے۔تو ہم نے بارہا بخاری شریف کا ختم پڑھا ہے۔اور پھر بخاری شریف ہمیشہ پڑھتے پڑھاتے رہتے ہیں۔یہ حدیث تو کہیں نظر سے نہیں گذری۔نیز یہ حدیث اگر بخاری شریف میں ہوتی یا کم از کم صحیح ہی ہوتی تو علامہ سید انور شاہ صاحب ایسا نہ فرماتے۔کیا ان کی نظر سے بھی یہ حدیث نہیں گذری تھی۔

حضرت مناظر اسلام: حدیث صحیح بخاری شریف کے اندر ہی ہے،اور آپ بے تاب اور حیران نہ ہوں یہ حدیث بخاری شریف کے باب الجنائز میں مروی ہے۔

مولوی طٰس صاحب: اچھا اگر بخاری شریف میں ہے تو ذرا دکھا دیجئے۔

حضرت مناظر اسلام: لیجئے بخاری شریف اور یہ دیکھئے حدیث مذکور۔

مولوی طٰس صاحب: انگشت بدنداں،حیران و نادم ہو کر کہ واقعی یہ حدیث اسی طرح یہاں بخاری شریف کے اندر مروی ہے۔مگر حیرت ہے کہ ہمیں نظر نہیں آئی۔اچھا میں مراد آباد (ہندوستان) جا کر مولانا عجب نور صاحب سے اس کا جواب معلوم کروں گا۔

حضرت مناظر اسلام: اچھا اگر جواب معلوم ہو گیا تو مجھے بھی بتائیے گا۔

مولوی طٓس صاحب: ہاں ضرور بتاؤں گا۔

مؤلف: پھر دوسرے سال ایام تعطیلات میں مولوی طٓس صاحب ہزارہ واپس آئے اور ہمارے حضرت صاحب سے ملے اور بتایا کہ میں نے وہ پوری بات اور حدیث مولانا عجب صاحب سے عرض کر دی تھی مگر اس کا جواب تو وہ بھی کچھ نہ دے سکے۔

تو یہ تھی ہمارے حضرت کی محدثانہ شان۔ فالحمد للہ علی ذلک۔

مناظرہ (نمبر ۲۵)

موضع ڈھینڈہ میں جماعت دیوبند سے مناظرانہ گفتگو

موضع ڈھینڈہ ضلع ہزارہ میں ایک جنازہ کے موقعہ پر مولوی عبدالحی (بھوئی تحصیل حسن ابدال) اور مولوی غلام جیلانی حویلیاں والے اور مولوی محمد اسلم ساکن ڈھینڈہ اور مولوی خلیل الرحمٰن سکندر پور والے عام مجلس کے اندر حضرت مناظر اسلام کے قریب بیٹھے ہوئے تھے۔ حضرت کی شخصیت ہی کچھ ایسی قابل اعتماد تھی کہ اپنے پرائے آپ کے گرد اخذ فیض کے لیے جمع ہوتے اور وہابی دیوبندی بھی آپ کو دل سے محقق عالم اور عابد وزاہد مانتے تھے۔ چونکہ آپ مخلص فی الدین ،الحب للہ والبغض للہ پر پورے عامل، بےلوث واعظ اور مناظر، بےلوث مفتی، محقق عالم، سادگی کا مجسمہ اور عابد وزاہد تھے۔ اس لیے دوسرے مکتب فکر کے علماء بھی آپ کا احترام کرتے تھے۔ اور آپ سے کچھ علمی جواہر پارے سننے کے خواہش مند رہا کرتے تھے۔ اور پھر جس مجلس میں آپ موجود ہوتے علماء میں کس کی مجال تھی کہ آپ کی موجودگی میں کوئی مسئلہ بیان کرے یا کوئی علمی گفتگو کرے۔

حضرت نے ارشاد فرمایا کہ مولوی انور شاہ صاحب کشمیری الدیوبندی سے اپنی ''فیض الباری شرح بخاری'' میں کئی غلطیاں ہوئیں ہیں۔ دیوبندیوں نے حضور کی زبانی یہ چونکا دینے والی بات سنی تو آپ کی بات سننے کے لیے ہمہ تن گوش ہو گئے۔

پہلے تو حضرت نے شاہ صاحب کی اس غلطی کا ذکر فرمایا جس کی نشاندہی مولوی طٰس صاحب سے سابقہ مناظرانہ گفتگو میں کی جا چکی ہے۔ اور پھر ارشاد فرمایا کہ انور شاہ صاحب کی فیض الباری میں غلطی نمبر۲ یہ ہے کہ وہ لکھتے ہیں کہ علامہ ابن تیمیہ حرانی نہ تو مجسمہ سے تھے اور نہ ہی وہ قدم عرش کے قائل تھے۔ اور نہ ہی علامہ مذکور نے العرش نامی کوئی کتاب لکھی تھی۔ (انتہیٰ)

اب میں کہتا ہوں کہ شاہ صاحب کی یہ کس قدر غلطی یا تاریخی واقعات سے چشم پوشی ہے کیونکہ حافظ ذہبی جیسی شخصیت نے ''کتاب العرش والعلو'' لکھ کر اسی ابن تیمیہ کا ردّ کیا تھا۔ اور محقق

علماء کرام نے لکھا ہے کہ ابن تیمیہ نے کتاب العرش نامی ایک کتاب لکھی تھی جس میں عرش کی قدامت کا قول کیا تھا۔اور وہ معاذ اللہ اللہ تعالیٰ کو مجسم مانتا تھا۔لیکن شاہ صاحب سرے ہی سے ابن تیمیہ کی کتاب العرش کا انکار کر رہے ہیں۔

دیوبندی مولوی حضرت مناظر اسلام سے اپنے بابائے ابن تیمیہ کا مجسمہ سے ہونا اور دیوبندی جماعت کے مشہور اور مایہ ناز محدث علامہ سید انور شاہ صاحب کشمیری کے اغلاط کا بیان شرح وبسط کے ساتھ اور مدلل طور پر تفصیلی ردّ سن کر انگشت بدنداں رہ گئے۔اور ان مین کچھ مثلاً مولوی عبدالحی بھوئی والے اور مولوی غلام جیلانی حویلیاں والے بولے کہ حضرت آپ کی شخصیت علم،تحقیق،تقویٰ کے تو ہم قائل ہیں مگر یہ شیخ المحدثین علامہ انور شاہ صاحب پر آپ کی تنقید اور گرفت اغلاط ہماری سمجھ سے بالاتر ہے۔

حضرت نے فرمایا کہ مولوی صاحبان میں تو دلیل سے بات کرتا ہوں۔انور شاہ صاحب ہوں یا تھانوی صاحب غلطی دیکھوں گا تو چھوڑوں گا نہیں۔ضرور بیان کروں گا۔اب اگر ان اغلاط کی گرفت میں مجھ سے کچھ سقم ہوا یا ردّ میں میں نے کوئی ایسی بات بیان کی جو قابل قبول نہیں ہے تو تم خود ہی بتادو،ورنہ میری بات مانو۔نری شخصیتوں کو چھوڑو دلائل سے بات کرو۔مگر کس کی مجال تھی جو آپ کے خلاف بات کر سکتا۔آپ کا ایسا قدرتی اور خدائی رعب تھا کہ تن تنہا کے مقابلہ میں وہابیوں کے جھتے بھی دم نہیں مار سکتے تھے۔فرحمہ اللہ تعالیٰ

☆☆☆☆ ☆☆☆☆ ☆☆☆☆

مناظرہ (نمبر۲۶)

مولوی عبدالرؤف سے فقہی مسئلہ پر مناظرہ کی روداد

علاقہ کھلا بٹ کے کسی شخص نے کسی خاص بات کے بارے زمانہ گذشتہ پر طلاق کی قسم کھائی تھی اور یوں کہا تھا کہ اگر میں نے کبھی یہ کام کیا ہوتو میری عورت پر تین طلاق۔اور شخص مذکور نے بھول کر اپنے آپ کو اس بات میں سچا خیال کرتے ہوئے یوں کہا تھا۔مگر فی الواقعہ اس نے غلط کہا تھا۔ چنانچہ گواہوں کے بیانات سے ثابت ہو گیا کہ اس نے وہ کام کیا تھا۔اب یہ مسئلہ مولوی عبدالرؤف صاحب ساکن پھولا ہار سے جو پوچھا گیا تو انہوں نے کہا کہ شخص مذکور کی عورت پر طلاق واقع نہیں ہوئی کیونکہ اس نے یہ گمان سچ یوں کہا ہے۔اور اس نوعیت کی قسم کو اصطلاح شرع میں یمین لغوہ کہتے ہیں۔اور یمین لغو کے بارے میں خود اللہ تعالیٰ قرآن پاک میں ارشاد فرماتا ہے! **لایوا خذکم اللہ باللغو فی ایمانکم** ۔الآیہ۔یعنی اللہ تعالیٰ تمہیں تمہاری لغو قسموں کے بارے میں نہیں پکڑے گا۔(مواخذہ نہیں فرمائے گا) اب یہ سوال وجواب جو حضرت فقیہہ اعظم کی خدمت میں بغرض استفسار عرض کیے گئے تو آپ نے فرمایا کہ مولوی صاحب کو غلط فہمی ہوئی ہے۔فقہاء کرام کی تصریح کے مطابق شخص مذکور کی بیوی پر طلاق واقع ہوگئی ہے۔ان ہی دنوں اتفاق سے کھلا بٹ میں کسی شخص کی وفات کے موقعہ پر مولوی عبدالرؤف صاحب آ گئے۔اور وہ آئے بھی حضرت کی مسجد میں اور نماز ظہر کے وقت کسی آدمی نے وہ مسئلہ چھیڑ دیا۔اب مولوی صاحب نے پھر وہی اپنا جواب دہرایا۔تو اس پر حضرت نے فرمایا کہ مولوی صاحب یمین لغوہ کا تو یہی حکم ہے جو کہ قرآن پاک کی اس آیت مذکورہ میں بیان ہوا۔**صدق اللہ مولینا العظیم** ۔مگر یہ حکم یمین باللہ کا ہے یعنی اس قسم کا ہے کہ جو اللہ تعالیٰ کے نام سے کھائی گئی ہو۔اور جو یمین بالطلاق ہوتو طلاق واقع ہو جائے گی۔اور اس تحقیق کو علامہ حموی رحمۃ اللہ علیہ نے فقہ حنفی کی مشہور ومستند کتاب شرح اشباہ والنظائر میں لکھا ہے۔اور پھر کتاب مذکور سے یہ عبارت دکھا بھی دی۔**یمین اللغو لا مواخذۃ فیھا الا فی ثلث الطلاق والعتاق والنذر کما فی الخلاصۃ** ۔(الاشباہ) اس

کی شرح میں علامہ حموی نے لکھا ہے کہ اور آیت مسطورہ بالا یمین بالطلاق وغیرہ کو اس لیے شامل نہیں ہے کہ آیت کا سیاق ہی یمین باللہ کے بیان کے لیے ہے۔ بڑی طویل اور مدلل تقریر فرمائی جو قابل دید تحقیق ہے۔شرح اشباہ للحموی ص۱۶۲۔اس پر مولوی صاحب خاموش ہو گئے۔

☆☆☆☆ ☆☆☆☆ ☆☆☆☆

مناظرہ (نمبر ۲۷)

چاند کے مسئلہ پر مناظرہ

مطلع ابر آلود ہونے کی صورت میں صرف ایک آدمی نے ماہ رمضان المبارک کا چاند دیکھ کر حضرت فقیہہ اعظم کی خدمت مین شہادت دی تھی۔ تو آپ نے اس کی شہادت سن کر اور اس آدمی کو بظاہر قابل اعتماد دیکھ کر عام حکم دے دیا تھا کہ رمضان المبارک کا چاند ہو گیا ہے۔ اس لیے رات کو تراویح پڑھی جائے، اور صبح روزہ رکھا جائے۔ چنانچہ لوگوں نے اس پر عمل کیا۔ پھر تیس روزے پورے کر کے باوجود یہ کہ مطلع (آسمان) صاف تھا مگر عید کا چاند نظر نہ آیا تو آپ نے اکتیسواں روزہ رکھنے کا حکم صادر فرمایا۔ اس مسئلہ پر مولوی عبدالرؤف پھولا ہاری سے مناظرہ ہوا تھا تو حضرت فقیہہ اعظم نے ردالمختار شرح درمختار المعروف بہ شامی میں یہ جزئیہ دکھا دیا کہ "مطلع ابر آلود ہونے کی صورت میں بظاہر قابل اعتماد ایک آدمی کی شہادت پر بھی روزہ رکھا جائے گا۔ اور پھر تیس روزے پورے ہو جانے کے بعد بھی عید کا چاند نہ دکھائی دے تو اس شہادت کو جھوٹا تصور کر کے اکتیسواں روزہ (جو درحقیقت تیسواں ہوگا۔ کیونکہ شریعت میں مہینہ ۳۱ کا نہیں ہوسکتا) رکھوایا جائے گا۔ شامی کی عبارت دیکھنے کے بعد مولوی صاحب کی تسلی ہوگئی تھی۔ اور وہ عبارت یہ تھی۔

" (وَ) لَوْ صَامُوا (بِقَوْلِ عَدْلٍ) حَيْثُ يَجُوزُ وَغُمَّ هِلَالُ الْفِطْرِ (لَا) يَحِلُّ عَلَى الْمَذْهَبِ خِلَافًا لِمُحَمَّدٍ " (ردالمختار: کتاب الصوم)۔ (قَوْلُهُ: حَيْثُ يَجُوزُ) حَيْثِيَّةُ تَقْيِيدٍ أَيْ بِأَنْ قَبِلَهُ الْقَاضِي فِي الْغَيْمِ أَوْ فِي الصَّحْوِ۔ (ردالمختار: باب، سبب صوم رمضان)۔ وَهِيَ تَرْجِيحُ عَدَمِ حِلِّ الْفِطْرِ إِنْ لَمْ يُغَمَّ شَوَّالٌ لِظُهُورِ غَلَطِ الشَّاهِدِ؛ لِأَنَّهُ الْأَشْبَهُ مِنْ أَلْفَاظِ التَّرْجِيحِ (ردالمختار: باب، سبب صوم رمضان)

عبارت کا حاصل یہ ہے کہ اگر کسی ایک قابل اعتماد آدمی کی شہادت پر رمضان کا روزہ رکھا ہو اور پھر تیس روزے پورے کر کے عید کا چاند باوجود آسمان صاف ہونے کے نظر نہ آئے تو عید نہ کریں۔ یہی بات قابل عمل و فتویٰ ہے۔

معلوم ہوا کہ کسی عادل اور بظاہر قابل اعتماد صرف ایک آدمی کی شہادت کی بنا پر رمضان کا روزہ تو رکھا جا سکتا ہے مگر آگے چل کر آسمان صاف ہونے کی صورت میں عید نہیں کی جا سکتی۔ اور اس صورت میں روزہ رکھوانے والا عالم و قاضی قابل ملامت نہیں۔

ان مناظروں کے علاوہ حویلیاں ضلع ہزارہ کا مناظرہ جہاں قاضی شمس الدین صاحب آف درویش اور دوسرے علماء کے کہنے پر حضرت تشریف لے گئے اور محمود شاہ ہزاروی آف حویلیاں کو حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی صحابیت اور فضائل پر مناظرہ کے لیے للکارہ مگر باوجود اس کے کہ محمود شاہ صاحب حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے فضائل کے قائل نہ تھے اور کچھ دوسرے مسائل میں بھی شیعہ عقائد رکھتے تھے حضرت کے مقابلہ میں سامنے آنے کی جرأت نہ کر سکے۔

یونہی مولوی عنایت اللہ شاہ گجراتی مہدی زمان خان غیر مقلد کے پاس کھلا بٹ گیا تو حضرت بستر علالت پر تشریف فرما تھے۔ مگر پھر بھی اس کو مناظرہ کے لیے آدمی بھیج کر چیلنج کیا جس کا جواب عنایت اللہ شاہ گجراتی نے یہ دیا تھا کہ میں مناظرہ کی غرض سے تو نہیں آیا اور نہ ہی حضرت قاضی صاحب کے ساتھ مناظرہ کرنا چاہتا ہوں، ہاں اگر وہ مجھے اپنا ایک عزیز سمجھ کر کچھ سمجھائیں تو میں حضرت کی باتیں سننے کے لیے تیار ہوں۔

یونہی مفتی احمد یار خان صاحب نعیمی گجراتی علیہ الرحمۃ نے ایک موقعہ پر مدرسہ رحمانیہ ہری پور میں جو تقریر فرمائی تو تقریر کے آخر میں کسی آدمی نے آپ سے یہ سوال پوچھا کہ ''ولا الضآلین'' بصورت مشابہ ''بالظاء'' پڑھنے کی صورت میں نماز ہو جائے گی؟۔ تو مفتی صاحب نے اس کا جواب دیا تھا کہ ''ضآلین'' کی جگہ ''ظآلین'' پڑھنے والا کافر ہو جاتا ہے۔ اب اس فتویٰ پر علاقہ ہری پور کے دیوبندی مولوی مشتعل ہو گئے اور صوفی صاحب موضع مکھن والے اس مسئلہ میں ان کے ہمنوا ہو گئے تو انہوں نے اسسٹنٹ کمشنر کی فوجداری عدالت میں اس فتویٰ کے خلاف استغاثہ کیا۔ تو اس پر حضرت مناظر اسلام نے مفتی صاحب سے فرمایا کہ میں آپ کے ساتھ چلوں گا اور میں خود مناظرہ کروں گا۔ چنانچہ عدالت میں پہنچ کر تمام دیوبندی مولویوں کو جو وہاں عدالت سے باہر جمع تھے مناظرہ کا چیلنج کیا اور فرمایا کہ جس مسئلہ پر آپ کی طبع چاہے میرے ساتھ مناظرہ کر لیں۔ مگر حضرت مناظر اسلام کے مقابلے میں آنے کی کسی نے جرأت نہ کی۔

یونہی مدرسہ رحمانیہ کے اہتمام کے جھگڑے میں مولوی غلام غوث صاحب ہزاروی دیوبندی نے جو شرعی فیصلہ کیا تو حضرت کو راولپنڈی سے تحقیق شرعی کے لیے مدعو کیا گیا تو آپ نے ہری پور کی دیوانی عدالت کے اندر منصف صاحب کے سامنے مولوی غلام غوث صاحب کو اس فیصلہ پر مناظرہ کا چیلنج کیا مگر مولوی صاحب سامنے نہ آئے۔

﴿حضور قاضی صاحب کی شخصیت اور علمی مقام﴾

اللہ تعالیٰ عزوجل نے حضور قاضی صاحب کو جامع کمالات شخصیت کا مالک بنایا تھا۔ اور آپ کی ذات میں گونا گوں کمالات وصفات ودیعت فرمائے تھے۔ یہ ایک مبالغہ سے خالی بات اور حقیقت ہے کہ قریب زمانہ میں کوئی ایسا عالم جو ہر فن میں یکساں قابلیت رکھتا ہو دیکھا یا سنا نہیں گیا ہے۔ کیونکہ اگر کوئی عالم فقہ میں ماہر ہوگا تو منطق میں نہیں ہوگا۔ علم منطق میں ماہر ہوا تو نحو میں نہیں ہوگا۔ اور بعض علماء اگر ان فنون میں ماہر خیال کیے جاتے بھی تھے تو تصوف میں کورے تھے۔ مگر ہمارے حضرت حقیقتاً ہر فن مولیٰ تھے۔ اور دیکھنے سننے والا سمجھ نہیں سکتا تھا کہ آپ کس فن میں زیادہ ماہر ہیں۔ اور جس فن کی بات چھڑتی تو آپ کی گفتگو سے سامعین یہی سمجھتے تھے کہ آپ نے برسوں اسی فن میں محنت فرمائی ہے۔ لیکن درحقیقت آپ علوم میں سے ہر فن کے اندر ماہر وعلامہ تھے۔

علم نحو میں ''متن متین'' جیسی مغلق ومشکل کتاب جس کو عرصہ سے بڑے بڑے عالم پڑھانے سے قاصر ہیں حضرت نے اس پر محققانہ وموضحانہ حاشیہ بھی لکھ دیا ہے۔ یونہی علم منطق میں مشہور کتاب ''حمد اللہ'' کے مشکل مقام وجود رابطی پر حاشیہ اور اصول فقہ میں ''تلویح وتوضیح'' اور مسلم الثبوت اور علم میراث میں سراجی اور شریفیہ اور علم حدیث میں صحیح بخاری شریف اور فلسفہ میں صدرا اور یونہی ہر فن کی مشکل سے مشکل کتاب پر حواشی لکھ ڈالے۔

فاضل عصام نے شرح جامی پر جو اپنے حاشیہ میں سوالات کیے ہیں حضرت ان کا بالاستیعاب جواب دیا کرتے تھے۔ یونہی مولانا عبدالحلیم لکھنوی نے نور الانوار کے حاشیہ میں اصول حنفی یا کتاب پر جو سوالات کیے ہیں ان کا بھی معقول جواب سمجھایا کرتے تھے۔ اور علم منطق کی کتاب ''ملا حسن'' پر مولانا احمد حسن سنبھلی نے جو فاضلانہ اعتراضات کیے ہیں اور ایک ہی مقام پر مسلسل دس دس تک سوالات کر جاتے ہیں اور اعتراضات بھی ایسے کہ جن کو سمجھنا بھی ہر عالم کے بس کا روگ نہیں ہے۔ مگر حضرت اعتراضات کو سمجھنا تو درکنار باقاعدہ طور پر ان کے معقول جوابات سے نوازا کرتے تھے۔ اور بڑے بڑے فضلاء کے کلام کی تردید یوں فرماتے تھے کہ سننے والا حیران رہ جاتا۔ مولانا عبدالحی لکھنوی اور یونہی دوسرے فضلاء کے کلام کی تردید آپ کے لیے کوئی مشکل نہ تھی۔ بس یوں معلوم ہوتا تھا کہ علوم آپ پر نازل ہو رہے ہیں۔ اگر کسی مسئلہ پر لب کشائی فرماتے تو یوں لگتا کہ تحقیقات کا سیلاب امڈ آیا ہے۔

اور یہ حقیقت ہے کہ آپ کا علم کسبی نہیں تھا بلکہ لدنی اور وھبی علم تھا۔ کسی نادر مسئلہ پر ذرا سی توجہ کی دیر ہوتی بس تحقیقات کے دریا بہا دیتے۔ مختصر یہ کہ اس قریبی دور میں یقیناً آپ جیسا جامع علوم وفنون اور محقق شخص نہیں گذرا۔ مسائل پر دوران گفتگو وتحقیق یوں لگتا تھا کہ آپ علوم کے خادم نہیں بلکہ مخدوم ہیں۔ کہ علوم وفنون کی تحقیقات آپ کے تابع فرمان ہیں۔ جدھر کا رخ کیا بس اُدھر ہی منٹوں میں دلائل قائم ہوگئے۔ یہ خصوصی کمال تھا جو اللہ تعالیٰ نے آپ کو عطا فرمایا تھا۔

مسائل میں آپ کی خصوصی تحقیق:

حضور قاضی صاحب تحقیق مسائل میں ائمہ مجتہدین سے نیچے کسی عالم کی تحقیق کے پابند نہ تھے۔ بلکہ دلائل کو سامنے رکھ کر فیصلہ کرتے تھے۔ اب چاہے وہ کسی بڑے سے بڑے عالم کے خلاف ہی کیوں نہ ہو۔ اور یوں بیسیوں مسائل میں آپ کی تحقیق جداگانہ تھی۔ مگر ذیل میں اس کا صرف نمونہ پیش کیا جاتا ہے۔

۱) ماہ رمضان المبارک کے اندر جو آدمی عشاء کے فرضوں کی نماز امام کی اقتداء میں ادا نہ کر سکا ہو اس کے بارے میں بعض دوسرے علماء کا فتویٰ یہ ہے کہ اب وہ نماز وتر امام کی اقتداء میں ادا نہ کرے بلکہ تنہا پڑھے۔ مگر حضرت فقیہہ اعظم کی تحقیق یہ تھی کہ ایسا شخص نماز وتر امام کے ساتھ اس کی اقتداء میں ادا کر سکتا ہے۔ اور اس پر دلیل علامہ حلبی صاحب کبیری شرح منیہ کی عبارت پیش کیا کرتے تھے۔ جو علامہ شامی کی نسبت فقہ میں اونچے درجہ کے عالم شمار ہوتے ہیں۔

۲) حالق اللحیہ یعنی داڑھی منڈانے والے یا قاصر اللحیہ یعنی مٹھی سے کم کترانے والے آدمی کی کسی مقدمہ اور قضیہ میں گواہی قبول نہیں فرماتے تھے۔ اور ایسے شخص کو فاسق قرار دے کر اس کو قابل امامت نماز پنج گانہ بھی نہیں سمجھتے تھے۔ بلکہ فرمایا کرتے تھے کہ ایسا شخص فاسق ہے اور فاسق کی اقتداء میں بمطابق تصریح علامہ ابن نجیم مصری صاحب بحرالرائق (فقہ حنفی کی اونچی کتاب ہے) جو نماز پڑھی جائے وہ واجب الاعادہ ہے۔ اس مسئلہ پر مولوی اسحاق صاحب ایبٹ آبادی سے آپ کی مناظرانہ گفتگو بھی ہوئی مگر آپ نے دلائل کی روشنی میں اُن کو خاموش کر دیا تھا۔

۳) مکروہ تنزیہہ اعلیٰ حضرت عظیم البرکت حضرت مولانا احمد رضا خان صاحب فاضل بریلی رحمۃ اللہ علیہ کی تحقیق میں گناہ صغیرہ بھی نہیں۔ مگر حضرت فقیہہ اعظم باوجود یہ کہ اعلیٰ حضرت بریلوی رحمۃ اللہ علیہ کا بے حد احترام فرماتے تھے۔ مسئلہ مذکورہ میں آپ کی تحقیق جداگانہ تھی۔ اور وہ یہ کہ مکروہ تنزیہہ گناہ

صغیرہ ہے۔اوراس پر تلویح وتوضیح اوراس کے حواشی سے دلیل لایا کرتے تھے۔اور فرمایا کرتے تھے کہ اعلیٰ حضرت بریلوی علیہ الرحمۃ بات تو کرتے ہیں مکروہ تنزیہہ کی مگر جو عبارت اس مدعا پر پیش فرماتے ہیں وہ ہے خلاف اولیٰ کے بارے میں حالانکہ خلاف اولیٰ اور مکروہ تنزیہہ میں خود فرق ہے۔

۳) اعلیٰ حضرت بریلوی علیہ الرحمۃ کی مذکورہ بالا تحقیق کی بنا پر ان کے نزدیک تمباکو کا استعمال کوئی گناہ نہیں، مگر حضرت فقیہہ اعظم علیہ الرحمۃ کی تحقیق کی بنا پر گناہ صغیرہ ہے۔اور ہر صغیرہ بمطابق تصریح کتب اصول اصرار سے کبیرہ بن جاتا ہے۔

۴) دسمہ (خضاب) کے استعمال میں آپ اعلیٰ حضرت بریلوی علیہ الرحمۃ کی تحقیق کے خلاف غوث زماں قبلہ عالم خواجہ پیر مہر علی شاہ صاحب گولڑوی علیہ الرحمۃ کی تحقیق کے عین طابق جائز سمجھتے تھے۔باوجود یہ کہ آپ نے عمر بھر داڑھی سفید ہونے کے باوجود کبھی بھی خضاب سیاہ تو درکنار مہندی بھی استعمال نہیں فرمائی تھی۔مگر از روئے فتویٰ دسمہ جائز بتاتے تھے۔اس مسئلہ پر حضرت خواجہ پیر گولڑوی علیہ الرحمۃ عینی شرح بخاری سے چند صحابہ کرام اور اہل بیت عظام مثلاً عبداللہ بن عمر، امام حسن اور امام حسین رضی اللہ عنہم کا خضاب سیاہ کو استعمال کرنا نقل فرماتے تھے۔ اور حضرت خواجہ گولڑوی علیہ الرحمۃ کے مریدین علماء دسمہ (سیاہ خضاب) استعمال کرتے ہیں۔حضور گولڑوی کی تحقیق آپ کے خلیفہ مولانا غازی صاحب علیہ الرحمۃ نے اپنی تصنیف ''عجالہ بردوسالہ'' میں پورے طور پر لکھ دی ہے۔اور یہ جو بعض علماء فرماتے ہیں کہ مذکورہ صحابہ کرام مجاہد تھے اور مجاہد کے لیے سیاہ خضاب کا استعمال بالاتفاق جائز ہے۔اس بات کو تحقیق کی کسوٹی پر پرکھا گیا ہے۔شائقین تحقیق ''عجالہ'' کا مطالعہ فرمائیں۔اور ہمارے حضرت اس مسئلہ کے جواز میں مزید علامہ شامی سے امام ابو یوسف علیہ الرحمۃ کا قول نقل کیا کرتے تھے کہ انہوں نے فرمایا! ''جب میں یہ چاہتا ہوں کہ میری بیوی میرے لیے اباب زینت استعمال کرے تو یونہی عورت بھی چاہتی ہے کہ میں اس کے لیے زینت کا سامان مثلاً خضاب سیاہ وغیرہ استعمال کروں۔

۵) ۳۰ شعبان کو جسے یوم الشک کہا جاتا ہے۔نفلی روزہ رکھنا جبکہ نیت میں تردّد نہ ہو کہ اگر یہ دن شعبان کا ہوا تو روزہ نفلی اور اگر رمضان المبارک کی یکم ہوئی تو روزہ فرض ہوگا۔تو روزہ رکھنا جائز اور باعث ثواب ہے۔

۶) ممالک اور علاقوں کے مطالع یعنی چاند نظر آنے کے مقامات تو مختلف ضرور ہیں مگر یہ

اختلاف معتبر نہیں ہے۔اور اگر کسی ایک مقام پر بالخصوص ایک ملک کے اندر چاند نظر آجائے تو جہاں کہیں بھی اس کی اطلاع پہنچے گی بشرطیکہ شرعی طور پر اطمینان ہو جائے تو روزہ یا عید سمجھی جائے گی ۔وغیرہ وغیرہ

آپ کی قابلیت اور معاصر علماء کا اعتراف:

۱) جن دنوں حضرت شرقپور شریف کے جامعہ میں تدریس فرما رہے تھے۔حضرت مولانا سردار احمد صاحب محدث فیصل آبادی رحمۃ اللہ علیہ شرقپور شریف میں حضرت میاں صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے مزار اقدس پر حاضری کے لیے تشریف لائے۔تو حضرت سے ملاقات کے دوران فرمایا کہ ان دنوں تفسیر روح المعانی خریدی ہے اور بڑے شوق سے مطالعہ جو کرنے لگا تو دیکھا کہ **ولکل وجهة هو موليها** ۔۔۔الآیہ۔کی تفسیر میں علامہ آلوسی بغدادی لکھتے ہیں کہ **قبلة جسدك بيت الله و قبلة روحك انا وقبلتي انت** ۔یعنی اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ اے محبوب آپ کے جسم کا قبلہ تو بیت اللہ ہے اور آپ کی روح کا قبلہ میں خود ہوں اور میرے قبلہ آپ ہیں۔(انتہی)۔کئی دنوں سے سوچ رہا ہوں مگر یہ بات میری سمجھ میں نہیں آئی کہ اللہ تعالیٰ کے لیے قبلہ کے کیا معنی ہیں؟۔اور آپ اللہ تعالیٰ کے قبلہ کیسے ہو سکتے ہیں۔تو اس پر حضرت والد صاحب رحمۃ اللہ علیہ (مناظر اسلام) نے معاً فرمایا کہ مولانا قبلہ کہتے ہیں جہت توجہ کو تو علامہ آلوسی کے کلام کا مطلب و مفہوم یہ ہے کہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اللہ تعالیٰ کی جہت توجہ ہیں اور کائنات میں اللہ تعالیٰ کی توجہ کے خصوصی مرکز آپ ہی ہیں۔مولانا سردار احمد صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت کی زبان سے یہ تحقیق و توجیہہ جو سُنی تو بے ساختہ صدائے تحسین بلند فرمائی اور ماشاء اللہ ماشاء اللہ کہا۔

۲) جن دنوں حضرت رحمۃ اللہ علیہ شرقپور شریف میں صدر مدرس تھے۔مولانا محمد عمر صاحب اچھروی جب شرقپور حاضری دیتے تو حضرت کے درس میں بیٹھا کرتے تھے۔

۳) مفسر شہیر محدث کبیر مفتی احمد یار خان صاحب نعیمی گجراتی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا! حضرت قاضی صاحب بہت بلند پایہ عالم ہیں مگر جتنے بڑے عالم ہیں اتنے ہی سادہ طبیعت رکھتے ہیں۔

۴) علامہ سید احمد سعید کاظمی رحمۃ اللہ علیہ (ملتان) نے حضرت کی تصنیف ''مواہب الرحمٰن'' دیکھ کر بہت تعریف کی اور پھر فرمایا کہ ایک آدھ رات اس کتاب کو دیکھنے سے کام نہیں بنتا اگر تین چار ماہ اس کا مطالعہ کیا جائے تو پھر کوئی رائے قائم کروں۔مولانا کاظمی صاحب حضرت رحمۃ اللہ علیہ کی تحقیق کے

مداح تھے۔

۵) محدث کچھوچھوی رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت رحمۃ اللہ علیہ کی تصنیف ''مواہب الرحمٰن'' دیکھ کر بہت تعریف وتحسین فرمائی تھی۔

۶) حضرت رحمۃ اللہ علیہ کی تصنیف ''انوار الاتقیا'' جو چھپی تو حضرت مولانا سردار احمد صاحب محدث فیصل آبادی رحمۃ اللہ علیہ نے مطالعہ کے بعد اس کو سراہتے ہوئے ایک سو نسخے کتاب مذکور کے اپنے مکتبہ کے لیے منگوائے تھے۔ یونہی حضرت مفتی محمد حسین نعیمی رحمۃ اللہ علیہ نے اس کتاب کے ۵۰ نسخے طلب فرمائے تھے۔

۷) مولانا مفتی محمد حسین نعیمی موصوف نے ایک مرتبہ جامعہ نعیمیہ چوک دالگراں لاہور میں مجھ (مؤلف ابوالفتح) سے دوران گفتگو فرمایا کہ حضرت قاضی صاحب رحمۃ اللہ علیہ بے مثل فاضل تھے۔ وہ مولوی غلام خان یا دوسرے وہابیہ کی تکفیر ثابت کر سکتے تھے مگر مجھ جیسا آدمی یہ کام نہیں کر سکتا۔ کیونکہ ایک دفعہ موہری شریف تحصیل کھاریاں ضلع گجرات میں ایک اجتماع کے موقع پر میں حضرت قاضی صاحب کو چھیڑ بیٹھا، چھیڑ تو بیٹھا مگر پھر میری جان نہ چھوٹے۔ آپ تو علم کے سمندر تھے سمندر۔

۸) سید گلزار حسین شاہ صاحب گجراتی حال ڈسٹرکٹ خطیب اوقاف ضلع سیالکوٹ بیان کرتے ہیں کہ! جن دنوں میں مشہور منطقی فاضل مولانا محمد دین صاحب بدھوی رحمۃ اللہ علیہ سے جامعہ نعیمیہ سرگودھا میں حمد اللہ پڑھ رہا تھا۔ مولانا موصوف فرمانے لگے کہ اگر حضرت قاضی صاحب کھلابٹی ہزاروی رحمۃ اللہ علیہ نہ پیدا ہوتے تو سرحد اور پنجاب کے لوگ بے دین ہوتے۔ آپ نے لوگوں کی کافی اصلاح فرمائی۔ اور پھر کم از کم منطق وفلسفہ کا تو کوئی قائم کرنے والا بھی نہ ہوتا۔ آپ منطق وفلسفہ کے امام تھے۔

مؤلف:

چونکہ مولانا محمد دین صاحب موصوف خود منطقی تھے۔ اس لیے وہ حضرت کے علم کا اندازہ صرف علم منطق ہی میں لگا سکتے تھے۔ ورنہ آپ تو ہر فن میں امام تھے۔

۹) مولانا عبد الغفور صاحب ہزاروی بار ہا فرمایا کرتے تھے کہ حضرت قاضی صاحب علم کا سمندر اور بحر بیکراں ہیں۔

۱۰) حضرت میاں صاحب شرقپوری رحمۃ اللہ علیہ کے خلیفہ حاجی فضل الٰہی صاحب نے شرقپور

شریف میں مؤلف کتاب سے ایک ملاقات کے دوران فرمایا کہ! جب سے حضرت قاضی صاحب شرقپور تشریف لائے ہیں عقائد میں مسائل اختلافیہ پر گفتگو کے لیے ہمیں باہر سے کسی عالم کے منگوانے کی ضرورت ہی نہیں رہی۔ اور حضرت سے تحقیقات سننے کے بعد اب دوسرے علماء کی بات سننے میں مزہ ہی نہیں آتا۔ ورنہ آپ کی تشریف آوری سے قبل تو ہر ماہ ہم باہر سے کسی نہ کسی عالم کو دعوت دیا کرتے تھے۔ کبھی مولانا سردار احمد صاحب محدث فیصل آبادی کو اور کبھی مولانا محمد عمر صاحب اچھروی اور کبھی کسی اور کو بغرض تقریر اور وہابیہ کی تردید کے لیے بلایا کرتے تھے۔ مگر اب تو شرقپور شریف کے دیوبندی عالم ملک حسن علی، قاضی صاحب کے مقابلے میں چوں بھی نہیں کر سکتے۔ اور حضرت ان کو مقابلہ کے لیے للکار رہے ہیں۔ مگر وہ منہ چھپائے پھرتے ہیں۔ اور آپ کی تشریف آوری سے قبل شیر بنے بیٹھے تھے اور تو گیڈر ہیں۔ ماشاءاللہ حضور قاضی صاحب صرف ایک مدرس ہی نہیں بلکہ بیک وقت بہترین قابل قدر محدث، قابل فخر مناظر، قابل صد افتخار مفتی، قابل صد احترام صوفی اور قابل رشک متکلم، لائق تحسین فقیہہ، قابل آفریں مفسر اور قابل صد اعتماد منطقی ہیں۔

۱۰) جن دنوں حضور راولپنڈی مدرسہ احسن المدارس میں بحیثیت شیخ الحدیث کام کر رہے تھے تو مولوی محمد اسحاق صاحب ایبٹ آبادی اور جناب عزیز احمد صاحب مرحوم اور سابق مہتمم مدرسہ رحمانیہ ہری پور آپ کے پاس آئے۔ دوران گفتگو مولوی محمد اسحاق صاحب نے کہا کہ! حضرت قاضی صاحب یہ آپ کی شخصیت اور علمی کمال ہے کہ مولوی غلام اللہ خان آپ کی موجودگی میں مقابلے سے معذور ہے۔

۱۱) حضرت مولانا عارف اللہ شاہ قادری صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ حضرت قاضی صاحب بلند پایہ عالم اور بہترین مناظر ہونے کے ساتھ اعلیٰ درجہ کے صوفی اور درویش ہیں۔

۱۲) ملک اور بیرون ملک کے بڑے بڑے علماء آپ کے علمی مقام کو پہچانتے اور بہت قدر کی نگاہ سے دیکھتے تھے۔ ایک دفعہ اپنے وقت کے مشہور مقرر مولانا ظہور احمد بگوی صاحب نے آپ کو بھیرہ خوشاب ضلع سرگودھا سے خط بھیجا جس میں یہ عرض کیا کہ حضور یہاں پر ہماری یہ مسجد شاہی مسجد کہلاتی ہے۔ اور یہ شاہجہان بادشاہ کی بنائی ہوئی ہے۔ اور ہمارا یہ مدرسہ دراصل اس وقت سے قائم ہے۔ شاہجہان کے وقت یہاں پر علامہ سیال تدریس فرماتے تھے۔ اور شاہجہان ان کو ہر

ششماہی پر زر خالص (سونے) سے تولا کرتا اور جس قدر سونا وزن میں ان کے برابر ہوتا وہ انہیں دے دیا کرتا تھا۔

مؤلف: اس کے بعد مولانا ظہور احمد بگوی نے نہایت عاجزانہ اور دلکش لہجہ میں لکھا! اور اب تو شاہجہان نہیں رہا۔ اور آپ تو اب بھی علامہ سیال اور اس قابل ہیں کہ سونے سے تولے جائیں۔ مگر ہم میں شاہجہان والی طاقت نہیں کہ آپ کو باوجود اس قابل ہونے کے سونے سے تول سکیں۔ بہر حال آپ اگر پسند فرمائیں تو میرے مدرسہ تدریس کے لیے تشریف لائیں۔

۱۳) افغانستان، قندھار، کونٹر، ننداہار، چغرزئی، ندہاڑ، اگرو، ٹکری، الائی، صوبہ سرحد، پنجاب، وغیرہا کے علماء آپ کو بہت قدر کی نگاہ سے دیکھتے اور آپ کی علمیت وعلوم رتبت کے قائل اور معتقد تھے۔

حضور قاضی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا مجاہدہ اور زہد تقویٰ:

۱) حضور قاضی صاحب جہاں بہت بڑے عالم، مناظر، فقیہہ وعظیم مفتی تھے، وہاں آپ بڑے زاہد اور متقی ومتورع بھی تھے۔۔ میری (مؤلف ابوالفتح غلام محمود) کی پیدائش سے کچھ عرصہ قبل قطب الوقت سردار اصحاب مجاہدہ نیر تاباں سالار اصحاب تجرید سرخیل ارباب تفرید حضرت سائیں شاہ خاموش (حضور سائیں چپ صاحب) کے ارشاد پر حضور قاضی صاحب نے بہت سخت چلہ کیا جو میری پیدائش کے بعد بھی جاری رہا۔ یہ چلا تین سال تک رہا۔ جس میں آپ زیادہ تر نمک استعمال کرتے تھے۔ روٹی تو بہت کم استعمال کرتے تھے۔ دوسری چیزوں سے بھی پرہیز رہا۔ البتہ لسی میں نمک ڈال کر کبھی کبھی پی لیا کرتے تھے۔ اس چلہ کے دوران بھی آپ نے طلباء کو پڑھانا ترک نہیں فرمایا تھا۔ عادت مبارکہ یہ تھی کہ چہرے پر نقاب رہتا اور پھر چہرہ مبارک طالب علم سے دائیں بائیں سمت رکھ کر کتاب کی تقریر وتعلیم فرما دیا کرتے تھے۔ اور خصوصاً بے ریش طلباء کو نہ دیکھنے کا سلسلہ تو کافی عرصہ سے جاری تھا۔ اس چلہ کے دوران آپ کا قیام گھر سے باہر کتابوں والی کوٹھڑی (خاندانی لائبریری والے کمرے) میں تھا۔ ان دنوں آپ کا سخت مجاہدہ اور تنہائی رہی۔

۲) تمام عمر حضور قاضی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی یہ عادت مبارکہ رہی ہے کہ ہر روز نماز عصر کے بعد غروب آفتاب تک آپ کسی سے کوئی بات نہیں کرتے تھے۔ چاہے کوئی کتنا قریبی اہل خاندان اہل وعیال اور گھر والوں مین سے ہو۔ یا چاہے کتنی ہی کوئی ضروری اور اہم بات ہو یا چاہے کوئی باہر سے مہمان آیا ہو یا کوئی بہت بڑا آدمی آیا ہو اور پھر چاہے فوری طور پر لوٹنا چاہتا ہو۔ غرضیکہ کسی بھی صورت میں

حضور قاضی صاحب عصر کے بعد اور مغرب سے قبل کوئی بات نہیں کرتے تھے۔اور اگر بالفرض کوئی ضروری بات بتانی ہوتی یا کسی سے دریافت وسوال کا جواب دینا ہوتا تو لکھ کر دے دیا کرتے تھے۔اور یہ سلسلہ تازیست قائم رہا۔

۳) قبلہ عالم، سالار اصحاب مجاہدہ، سردار ارباب مشاہدہ، حضور سائیں چپ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا مزار مبارک حضرت قاضی صاحب کے گاؤں کھلا بٹ سے دو تین میل کے فاصلہ پر پہاڑی پر واقع ہے۔اور راستہ مین دریا بھی عبور کرنا پڑتا ہے۔مگر حضور قاضی صاحب دن کے علاوہ رات میں بھی وہاں جانے کی غرض سے نکل کھڑے ہوتے تھے۔حضور قاضی صاحب کا اندھیری راتوں میں بھی دریاؤں اور جنگلوں میں یوں پھرتے رہنا مجاہدہ وتفرید ہی کی ایک قسم تھی۔

۴) رات کو طلباء کے اسباق والی کتب کا مطالعہ کرتے تھے۔اور پھر کچھ دیر آرام کرنے کے بعد سحری کو اُٹھ بیٹھتے تھے۔اور سحری کے وقت کلمہ شریف کا ذکر طریقہ قادریہ کی تعلیم کے مطابق فرمایا کرتے تھے۔اور پھر اللہ کا ذکر کرتے اور اس کے ساتھ "**انت الھادی انت الحق لیس الھادی الا ھو**" کا دل سوز ذکر کرتے۔آپ کے یہ اذکار سحری نصف شب مغرب کے بعد اور دوسرے اوقات میں بھی ہوتے تھے۔نصف شب کے بعد کتابوں کا مطالعہ بھی فرمایا کرتے تھے۔پھر بقیہ سحری کے وقت تعلیم اسباق کتب بھی فرمایا کرتے تھے۔

اور نماز فجر سے نماز ظہر تک تعلیم اسباق کے لیے تو یوں بیٹھتے کہ دیکھنے والا حیران رہ جاتا۔آپ کی یہ محنت اور مجاہدہ بھی کچھ کم نہ تھا۔

۵) تمام عمر نہایت سادہ غذا استعمال فرمائی۔ بلکہ پہلے دور میں تو بعض اوقات پانی میں روٹی بھگو کر یا روٹی کا نوالہ منہ میں رکھ کر پانی کے گھونٹ کے ساتھ اُسے حلق سے نیچے اُتار لیتے تھے۔

۶) زندگی کے اکثر حصے میں طلباء کو چالیس چالیس اسباق نہایت محنت اور جانفشانی سے انتہائی تحقیق وتدقیق کے ساتھ محض خالصتاً للہ تعالیٰ فی سبیل اللہ بلا معاوضہ پڑھاتے رہے ہیں۔

۷) وعظ وتقریر، فتویٰ وقضا کا معاوضہ طلب نہیں کرتے تھے۔اور نہ ہی کوئی کسی قسم کا لالچ رکھتے تھے۔ بلکہ اگر کوئی خود کچھ دینا چاہے تو نہیں لیتے تھے۔ایک دفعہ موضع جوڑا پنڈ کے ایک آدمی نے آپ سے جبکہ آپ اپنی آبائی زمین بینس نامی میں تشریف رکھتے تھے۔مسئلہ دریافت کیا اور آپ سے جواب لینے کے بعد اس نے آپ کو تین روپے پیش کیے۔آپ اس پر بہت ناراض ہوئے اور

روپے واپس کیے۔اس نے عرض کیا کہ حضور میں ہر جمعہ جوڑا پنڈ سے آکر (جو کھلا بٹ سے ۴ میل کے فاصلہ پر ہے) آپ کی اقتداء میں پڑھتا ہوں اس لیے میں ویسے بھی آپ کا معتقد ہوں اور کوئی معاوضہ کسی مسئلے کا نہیں دے رہا ویسے ہی خدمت کر رہا ہوں۔مگر حضرت نے روپے نہ لیے اور واپس آئے تو آپ کی طبیعت پر اس بات کی وجہ سے ناراضگی کے آثار تھے۔اور اظہار ناراضگی بھی فرما رہے تھے۔آپ کی یہ وہ خصوصیت تھی جو موجودہ دور میں تو علماء کے اندر چراغ لے کر ڈھونڈ و تو نہ ملے گی۔

موضع بانڈی منیم علاقہ خانپور ضلع ہزارہ کے نزاع کے شرعی فیصلہ کے لیے جس کا ذکر عنوان (مناظرہ) کے تحت آ چکا ہے۔جب مولانا محمد اسحاق صاحب مانسہروی وغیرہ نے آپ ہی کو تحکیم تفویض کی تھی۔اور پھر وہ لوگ شرعی فیصلہ کی غرض سے آپ کے آبائی گاؤں کھلا بٹ آتے رہتے تھے۔اسی شرعی فیصلہ کے ایام میں ان لوگوں نے مجھ فقیر ابوالفتح سے کہا کہ آپ کی مسجد کا چہرہ اور مینار پلستر کیے ہوئے نہیں ہیں اس لیے ہم آپ کو کچھ روپیہ غالباً آٹھ سو روپے اس غرض سے دے دیتے ہیں۔میں نے جواب دیا کہ میں حضور والد صاحب کی مرضی کے بغیر نہیں لے سکتا۔انہوں نے کہا اچھا والد صاحب سے پوچھ لینا میں نے حضور سے جو عرض کیا تو فرمانے لگے کہ ان سے کہہ دینا کہ شرعی فیصلہ ہو جانے کے بعد دیکھا جائے گا۔پھر جب ان لوگوں نے دیکھا کہ یہ روپیہ نہیں لیتے تو خوانین و سربر آوردہ لوگوں کی سفارش لانے لگے۔مگر حجرت صاحب نے انلوگوں کو بھی کھری کھری سنائیں جس سے وہ مایوس ہو گئے۔پھر لگے اپنے مدعا پر شہادتیں اور گواہیاں پیش کرنے مگر حضرت نے داڑھی مونڈوانے اور مٹھی بھر سے کم داڑھی رکھنے والوں یعنی کترانے والوں کی گواہی قبول نہ فرمائی۔

آپ کی غیورانہ طبیعت:

۱) آپ کی طبیعت میں غیرت کوٹ کوٹ کر بھری ہوئی تھی اور اگر یوں کہا جائے کہ آپ مجسمہ غیرت تھے تو بے جا نہ ہوگا۔امیر و دولت مند لوگوں سے پرہیز اور کسی کے آگے ہاتھ پھیلانے کو تو آپ سخت معیوب سمجھتے تھے۔

کھلا بٹ کے خان محمد زمان کے ساتھ حضور قاضی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے اچھے مراسم تھے۔ ایک مرتبہ ہم گھر والوں نے آپ کی خدمت میں عرض کیا کہ حضور خان محمد زمان کے پاس متعدد

گائیں ہیں جو اس وقت دودھ دے رہی ہیں اور کئی عام آدمی اس سے دودھ لینے کی غرض سے کچھ دنوں کے لیے گائے مانگ کر لے جاتے ہیں تو آپ بھی اگر اس سے کہہ دیں تو یقیناً دے دے گا۔ اور یوں چند دنوں کے لیے دودھ کا اچھا انتظام ہو جائے گا۔ پہلے تو آپ کچھ خاموش ہو گئے جس سے ہمیں اُمید سی بندھی۔ مگر پھر حسب طبیعت صاف انکار کر دیا۔ اور فرمایا مولوی (ابوالفتح غلام محمود) مجھ سے یہ کام نہیں ہوگا۔

۲) نماز جنازہ کے بعد یا کسی دوسرے موقعہ پر اگر کوئی برسر مجلس کچھ روپے لا کر آپ کے سامنے رکھتا جو کہ آپ کا علاقہ میں طریقہ مروجہ کے مطابق حق ہوتا تھا تو آپ ناراض ہوتے تھے۔ ہاں اگر پوشیدہ طور پر کسی وقت کوئی کچھ خدمت کر دیتا تو قبول فرما لیتے تھے۔

۳) اپنے گھر کی مستورات اگر کہیں بیرونی دیوار کے اندرونی طرف قریب دیوار ہو کر کھڑی ہوتیں یا کوئی عورت ڈیوڑھی میں جس کے باہر باقاعدہ دروازہ لگا ہوا تھا جاتیں تو ناراض ہوا کرتے تھے۔

آپ کی کرامات:

یوں تو آپ کی زندگی مبارکہ کا قریب سے اور بغور مطالعہ کرنے والے آدمی کو آپ عجیب وغریب کمالات اور حالات کی وجہ سے آپ سراپا کرامت ہی نظر آتے تھے۔ درج ذیل میں چند ایک خصوصی واقعات کا ذکر کیا جاتا ہے۔

۱) ہری پور کی دیوانی عدالت کے سینئر سول جج نے حضور کے پاس ایک مقدمہ بغرض فیصلہ شرعی بھیجا۔ جس میں چھ سو روپے کا تنازعہ تھا۔ موضع کھبل کے بعض پٹھان مدعی اور موضع چھاڑ (تربیلہ) کا ایک بوڑھا مدعی علیہ تھا۔ مدعی کا اس پر دعویٰ یہ تھا کہ اس نے مجھ سے چھ سو روپے لیے ہیں اور اب ادا نہیں کرتا۔ اور مدعی علیہ روپے لینے سے انکاری تھا۔ اور مدعی کے پاس اثبات دعویٰ کے لیے کوئی گواہ نہ تھا۔ اب اس مقدمہ میں ہندو سول جج نے آپ کی خدمت میں لکھا کہ میں آپ کے پاس یہ مقدمہ شریعت محمدی کی حقانیت دیکھنے اور پرکھنے کے لیے بھیج رہا ہوں۔ سو آپ مدعی علیہ سے حلف (قسم) نہ لیں اور فیصلہ کر دیں۔ اور اگر میرے کہنے کے مطابق آپ نے فیصلہ کر دیا اور فیصلہ بھی ایسا کہ جس کو عقل مانے اور قابل قبول ہو تو میں شریعت محمدی کی حقانیت کا اعتراف کر لوں گا۔

اب آپ کے پاس جو مقدمہ پیش ہوا تو ہر فریق کی طرف سے پٹھانوں کے گروہ درگروہ چلے آرہے

تھے۔مگر آپ نے اللہ تعالیٰ جل جلالہ کی بارگاہ میں عاجزانہ دعا مانگی کہ اے مالک الملک حضرت محمد رسول اللہ ﷺ کے طفیل مجھے مدعی علیہ سے حلف لیے بغیر قابل قبول تصفیہ کرانے کی توفیق عطا فرما۔اب بظاہر معاملہ تو بہت مشکل تھا کیونکہ شرع محمدی علیٰ صاحبہا الصلوٰۃ والسلام کے اندر تنازعات کے فیصلہ کے لیے دو ہی باتوں کی تعلیم دی گئی ہے کہ البینۃ للمدعی والیمین علی من انکر ۔الحدیث ۔یعنی مدعی گواہ پیش کرے ورنہ مدعی علیہ سے حلف لیا جائے۔اب ادھر یہ اشکال تھا اور اُدھر سفارشات کی بھرمار ہو رہی تھی۔اور بوڑھے کے مدعی علیہ کے لڑکے اور اس کے حمایتی پٹھان بوڑھے کو رقم کا اعتراف واقرار نہیں کرنے دیتے تھے۔مگر حضرت نے دوران مقدمہ اس بوڑھے کے سامنے بظاہر ایسی دل ہلا دینے والی تقریر اور بباطن ایسی توجہ فرمائی کہ وہ بوڑھا چلا اُٹھا کہ حور مجھے قبر اور قیامت کے حساب سے ڈر لگتا ہے اور میں اس وقت قبر اور عذاب کے فرشتوں کو اپنے سامنے دیکھ رہا ہوں۔میں اعلان کرتا ہوں کہ میں نے یہ چھ سو روپے مدعی کو ادا کرنے ہیں۔ اب مدعی علیہ کے اس اعتراف سے اس کے لڑکوں اور حمایتیوں کے چہرے تو زرد ہو گئے۔مگر حضرت نے الحمدللہ کہا اور فیصلہ لکھ کر ہندو جج کو بھیجا۔تو ہندو جج نے یہ فیصلہ دیکھ کر کہا کہ ہاں میں مان گیا شریعت محمدی حق ہے اور یہ حضرت قاضی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی کرامت ہے۔فالحمدللہ علی ذلک۔ تربیلا کے علاقہ میں اب بھی لوگ اس واقعہ کو یاد کر کے حضور قاضی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے فیصلہ حق کی داد دیتے ہیں۔

۲)حضور قاضی صاحب رحمۃ اللہ علیہ اکثر و بیشتر رات ورات حضرت سائیں چپ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے مزار اقدس پر حاضری کے لیے جایا کرتے تھے۔جو کھلابٹ سے دوڑھائی میل کے فاصلہ پر ایک پہاڑی پر جلوہ نما ہے۔اور راہ میں ایک دریا بھی پڑتا تھا جس کو عبور کر کے ہی وہاں مزار پر پہنچا جا سکتا ہے۔ حضور قاضی صاحب رحمۃ اللہ علیہ ایک رات حسب معمول وہاں تن تنہا تشریف لے جا رہے تھے۔دریائے دوڑ کو عبور کر کے نالہ سوکہ میں جو پہنچے تو آپ کو ایک خوفناک بھیڑیا نظر آیا مگر آپ کے قدم بجائے پیچھے ہٹنے کے آگے ہی بڑھتے گئے۔اب کیا دیکھتے ہیں کہ وہ بھیڑیا اور خوفناک درندہ جو آپ کی طرف منہ کر کے چلا آ رہا تھا اب واپس دوسری جانب کو جا رہا ہے۔یہ واقعی حضرت کی کرامت تھی کہ ایک خوفناک درندہ کو بھگا دیا۔

۳)شروع شروع میں خاکسار تحریک چلی تھی،تو علماء عرب،مصر،ہندوستان نے خاکسار لیڈر

عنایت اللہ مشرقی کے عقائد کفریہ مثلاً یہ کہ اس نے اپنی کتاب ''تذکرہ عربی'' میں لکھا تھا کہ !ما بنی **الاسلام علی خمس بل علی عشر** ۔یعنی اسلام کی بنا پانچ چیزوں پر (جیسے کہ حدیث صحیح کے اندر وارد ہے) نہیں ہے۔ بلکہ دس چیزوں پر ہے وغیرہ وغیرہ۔اور یوں اسلام میں صدیوں بعد کمی و بیشی کا دروازہ کھولا تھا کے پیش نظر اس کی تکفیر پر بالاتفاق مہریں ثبت کی تھیں۔حضرت نے بھی زمانہ تدریس میں گجرات اور پھر صوبہ سرحد کے اندر اس تحریک کا ڈٹ کر مقابلہ کیا۔اور ان کے خلاف فتویٰ کفر صادر فرمایا۔ایک دن بوقت عصر حضرت جو اپنے گھر سے نکل کر سڑک کی طرف جانا چاہتے تھے تو سامنے سے کھلا بٹ کا فیض محمد خان آ گیا اور حضرت سے کہنے لگا کہ میرے برہان والے پیر صاحب نے خاکسار تحریک میں شمولیت کا اعلان کر دیا ہے اس لیے آج کے بعد آپ خاکساروں کو کافر نہ کہیں۔آپ نے فرمایا میں تیرے پیر کا نہیں بلکہ خدا تعالیٰ جل جلالہ اور رسول اکرم ﷺ کا پیرو ہوں۔جب ان لوگوں کے عقائد اسلام سے متصادم ہیں تو میں ضرور ان کو کافر کہوں گا۔اب وہ حضرت سے یہ کلمہ حق سن کر مشتعل ہو گیا اور چاقو نکال کر آپ پر حملہ آور ہوا۔حضرت وہیں اپنی جگہ پر کھڑے رہے۔اب اس نے ایک وار کیا جو خطا گیا۔دوسرا وار کیا وہ بھی خطا گیا۔تیسری دفعہ آپ اور اس کے درمیان قدرتی طور پر چند قدموں کا فاصلہ ہو گیا۔حضرت فرماتے تھے کہ اگر میں چاہتا تو اس کو لاٹھی سے پیٹ بھی سکتا تھا جو کہ میرے ہاتھ میں تھی۔اور اگر چاہتا تو مدد کے لیے بوستان وغیرہ پڑوسیوں کو پکار بھی سکتا تھا۔اور کم سے کم یہ کہ واپس ہو کر گھر کے اندر داخل ہو سکتا تھا جو کہ بالکل قریب ہی تو تھا۔مگر یہ سب کچھ ترک کر کے محض اللہ تعالیٰ جلالہ کے بھروسہ پر وہیں کھڑا رہا۔یہاں تک کہ حملہ آور خود پیچھے ہٹ گیا۔حقیقت میں یہ بھی حضرت کی کرامت تھی۔

۴) کھلا بٹ کے دوست محمد خان نے جو اپنے وقت میں کھلا بٹ کا رئیس اعظم تھا۔ایک دفعہ حضرت کی جناب میں گستاخی کی۔مگر آپ خاموش ہو گئے۔اور زبان سے کچھ نہ کہا۔خان مذکور چلا گیا۔اب آپ کی خدمت میں آپ کا ایک سمجھ دار محرم راز طالب علم آپ کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کی کہ حضور اس بے وقوف نے گستاخی کی ہے،اب آپ عصر کے وقت حسب معمول دعائے حزب البحر کا وظیفہ فرمائیں گے تو اس خبیث کا کوئی خیال نہ کریں۔اور یہ بات ہی دل سے نکال دیں تا کہ اس پر کوئی برا اثر نہ پڑے۔حضرت نے فرمایا میں نے پہلے ہی یہ معاملہ خدا کے سپرد

کر دیا ہے۔اور بد دعا کرنے کا میرا کوئی ارادہ نہیں ہے۔اب اسی روز عصر کے وقت دوست محمد خان مذکور گھوڑے پر سوار ہو کر حسب عادت گھر سے اپنے باغ کی طرف جو جانے لگا تو اس بالکل معمولی سے فاصلہ کو طے کرتے ہوئے اس کے گھوڑے کا پاؤں اچانک ایک گڑھے میں پڑ گیا۔جس کی وجہ سے خان مذکور گھوڑے پر سے گر گیا اور اس کی ران ٹوٹ گئی۔پھر لگا حضرت سے معافی مانگنے۔آپ نے فرمایا معاف ہی معاف ہے۔ہم مسکینوں کا کیا ہے اور میں نے تیرے بارے کوئی بد دعا تھوڑی ہی کی تھی،اور خدا کی باتیں خدا ہی جانے۔

۵)ایک دفعہ حزب البحر شریف پڑھتے ہوئے آپ نے ایک دیوار پر جو پڑوسیوں نے ناجائز طور پر تعمیر کر لی تھی نظر رکھ دی۔اب وہاں کیا دیر تھی دھڑام سے وہ دیوار بغیر کسی بارش کے نیچے آپڑی اور پھر ان لوگوں کے بار بار تعمیر کرنے کے باوجود مسلسل گرتی رہی۔

٦)کھلابٹ کی بستی اور اس علاقہ کے متکبر و سرکش لوگوں میں آپ کا رہنا اور یوں حق گوئی کرنا اور بڑے بڑے جابر خوانین پر بوجہ بدعقیدگی فتویٰ کفر صادر کرنا اور شرع کے خلاف کسی کی پرواہ نہ کرنا اور یوں عزم واستقلال سے زندگی بسر کرنا ہی کرامت سے کچھ کم نہیں۔

۷)آپ کی دعا کی برکت سے کئی بے اولاد با اولاد ہو گئے۔اور کئی بیمار تندرست اور کئی پریشان حال لوگوں کی پریشانیاں رفع ہو گئیں۔اور طلب باراں کے لیے تو آپ کی دعا اکسیر محض سمجھی جاتی تھی۔

۹)مناظروں میں بڑے بڑے علماء و فضلاء مقررین ولیکچرار اور شعلہ بیان لوگوں کے باوجود اپنی بظاہر جسمانی کمزوری کے شکست فاش دینا بھی آپ کی کرامت ہی تھا۔

۱۰)بانڈی منیم کے مقدمہ طلاق جس کا ذکر مناظرات اور پھر مجاہدہ و زہد کے عنوان ک تحت اس کتاب میں ہو چکا ہے۔جب ان لوگوں نے دیکھا کہ حضرت داڑھی کترانے والوں کی شہادت قبول نہیں فرماتے تو ایک پیشی پر لمبی لمبی داڑھی والے لوگ بطور گواہ لے آئے۔اب حضرت جو اپنی فراست باطنی کی وجہ سے اصل حقیقت پر مطلع تھے ان لوگوں میں سے لمبی داڑھی والے ایک مولوی صاحب کو جو نگاہ خاص ڈالی تو مولوی صاحب کہنے لگے حضور سچ بتاؤں تو یہ لوگ مجھے کچھ روپے دے کر لائے ہیں۔درحقیقت مجھے اس معاملہ کا کچھ علم نہیں ہے۔تو یہ آپ کی کرامت ہی تھی۔اور یوں سینکڑوں واقعات ملتے ہیں جن میں آپ کی توجہ سے اصل حقیقت آشکار ہو گئی تھی۔

۱۱)ایک دفعہ حضرت اپنے والد ماجد(ہمارے دادا جی رحمۃ اللہ علیہ کی قبر انور کے پاس مسجد کے اندر

درخت بوہڑ کے نیچے تشریف فرما تھے اچانک کچھ طلباء اُدھر چلے گئے۔اب کیا دیکھتے ہیں کہ حضرت کے پاؤں مبارک پر سفید وسیاہ دھبوں والا ایک سانپ بیٹھا ہے اور حضرت اس کو بہت پیار سے دیکھ رہے ہیں۔طلباء نے جو یہ منظر دیکھا تو اپنی لاعلمی کی وجہ سے یہ سمجھ کر کہ وہ سانپ ہمارے استاد جی کو تکلیف نہ دے،شور مچا دیا۔ان کے شور کی وجہ سے وہ سانپ نہ معلوم کہاں چلا گیا۔

۱۲)موضع ڈڈیال تحصیل مانسہرہ کا ملیار(رائیں)عبدالرحمٰن جس کا دادا حضرت کے جدامجد کے پاس کنوئیں پر کام کرتا تھا۔حضرت کے پاس کنوئیں والی زمین پر سبزیاں کاشت کرنے کا کام کرنے لگا۔ان دنوں گوبی،آلو،کھیرے،ککڑیاں وغیرہا عام طور پر اگائی جاتی تھیں۔اور فروٹ میں لوکاٹ،زرچہ،آڑو وغیرہ بھی تھے اور وہاں کے لوگ تو عموماً حلال وحرام میں تمیز نہیں کرتے تھے۔ اب اس رائیں کو نقصان کا اندیشہ رہنے لگا۔اور اس نے حضرت کی خدمت میں حفاظت کے لیے عرض کیا۔اب اکثر و بیشتر کئی موقعوں پر باہر سے آنے والوں نے ایک بہت بڑا سانپ سبزیوں کے راستے میں پڑا پایا تو چلا کر بھاگنے لگے۔

حضرت قاضی صاحب بحیثیت طبیب ومعالج:

حضور قاضی صاحب رحمۃ اللہ علیہ روحانی طبیب ہونے کے ساتھ ساتھ جسمانی طبیب بھی تھے۔آپ نے باقاعدہ طور پر طب یونانی پڑھی تھی۔اور پھر مطب بھی کیا تھا۔آپ کے علاج سے کئی لاعلاج مریض مثلاً کھلابٹ کے ماسٹر خدابخش صاحب جو ذیابیطس کے مریض تھے اور پشاور سے سول سرجن ڈاکٹر نے ان کو لاعلاج قرار دے دیا تھا۔حضرت کے علاج سے ٹھیک ہو گئے تھے۔اور یونہی حضرت مولانا حافظ محمد فاضل صاحب سجادہ نشین چک شریف میر پور آزاد کشمیر چنبل کے مریض تھے اور آپ کے علاج ہی سے ٹھیک ہوئے تھے۔اور یونہی باوے ملاّ جریان کے موذی مرض میں مبتلا ہو کر قوت مردمی تک کھو بیٹھا تھا۔آپ نے اس کو ایک طلا دیا اس لیپ سے کچھ پھنسیاں جسم پر نمودار ہوئیں اور چند دنوں میں وہ بالکل ٹھیک ہو گیا۔نبض کی شناخت اور تشخیص مرض میں آپ ماہر تھے۔آپ کالا پیسہ،سفید پیسہ،فولاد،عقیق،مرجان کے کشتہ جات تیار کر لیا کرتے تھے۔ ہمیشہ آپ کے پاس تعویذ لینے والوں اور جسمانی علاج کرانے والوں کا بھی ہجوم رہتا تھا اور آپ فی سبیل اللہ ان کا علاج کیا کرتے تھے۔

☆☆☆☆ ☆☆☆☆ ☆☆☆☆